رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصالِ مبارک

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

مصنف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ، لاہور

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کا
وصالِ مبارک

مصنف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
C-8 دربار مارکیٹ - لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com

2016ء

بار اول.................. 1000

ہدیہ.................. 340

ناشر.................. نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل دکان نمبر 2
دربار مارکیٹ۔ لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com

صبح نور پبلی کیشنز غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور	0423-7350476
صبح نور پبلی کیشنز بالمقابل القمر ہاسٹل بھیرہ شریف	048-6690418
مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ دار القرآن، النساء روڈ، چشتیاں	0300-7548819
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومز پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667

فہرست

آپ ﷺ کا غسل مبارک، کفن مبارک، نماز جنازہ، تدفین، قبرِ انور کی جگہ، آپ ﷺ کے وسیلے سے ابرِ کرم، آپ ﷺ کی قبرِ انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ کی فضیلت، مسجد نبوی کی فضیلت، قبرِ انور میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، امت مرحومہ کے اعمال کا آپ ﷺ کو پیش ہونا اور آپ ﷺ کے ترکہ کا حکم

❁❁❁

آپ ﷺ کا مرض اور وصال

آپ ﷺ کی امراض اور ان کی شدت میں حکمت

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ ﷺ پر امراض طاری ہوئیں اور شدت سے طاری ہوئیں؟ اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی شدید امراض لاحق ہوئیں۔ رب تعالیٰ نے کس لیے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا، اور ان کے امتحان کس لیے ہوئے؟ جیسے حضرات ایوب، یعقوب، دانیال، یحییٰ، زکریا، عیسیٰ، ابراہیم اور یوسف علیہم السلام وغیرہم۔ رب تعالیٰ تمہیں توفیق ارزانی فرمائے۔ جان لو کہ رب تعالیٰ کے سارے افعال مبنی بر عدل ہوتے ہیں۔ اس کے سارے کلمات سچے ہیں۔ اس کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے جیسے اس نے فرمایا:

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ (یونس:۱۴)

ترجمہ: تاکہ ہم دیکھیں کیسے تم عمل کرتے ہو۔

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ (کہف:۷)

ترجمہ: تاکہ ہم انہیں آزمائیں ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران:۱۴۰)

ترجمہ: اور اس لئے کہ دیکھ لے اللہ ان کو جو ایمان لائے۔

لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ (آل عمران:۱۴۱)

ترجمہ: حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا، تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں صبر کرنے والوں کو۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ

وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱ (محمد:۳۱)

ترجمہ: ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو مصروفِ جہاد رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں اور ہم پرکھیں گے تمہارے حالات کو۔

مختلف آزمائشوں کے ساتھ ان کے امتحانات ان کے مقام و منصب میں زیادتی اور درجات میں رفعت کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ان کے صبر، رضا، شکر، تسلیم، توکل، خود سپردگی، دعا اور آہ و زاری کے حالات کو جاننے کے اسباب ہوتے ہیں۔ آزمائش والوں کی رحمت اور مصیبت زدہ پر شفقت دیکھ کر ان کی بصیرتیں محکم ہو جائیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگ نصیحت حاصل کریں تاکہ وہ ان کے مصائب کی وجہ سے تسلی پائیں۔ وہ ان کے ساتھ ہمدردی کریں۔ صبر میں ان کی اقتداء کریں، تاکہ ان اعمال کو مٹا دیا جائے جن سے ان میں تفریط ہوتی یا ان کو وہ غفلتیں بخش دی جائیں جو ان سے گذشتہ ادوار میں ہوئیں تاکہ وہ رب تعالیٰ سے ملاقات کریں تو وہ پاک اور صاف ہوں۔ تاکہ ان کا اجر و ثواب اکمل ہو۔ زیادہ اور عظیم ہو۔

حضرت مصعب بن سعد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کن لوگوں پر سب سے سخت آزمائشیں آتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام پر، پھر ان سے کم درجات والوں پر، پھر ان سے کم درجات والوں پر۔ انسان کو اس کے دین کے حساب سے آزمایا جاتا ہے۔ ایک بندے کو مصائب سے آزمایا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا، جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۴۶ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۴۷ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴۸ (آل عمران: ۱۴۶ تا ۱۴۸)

ترجمہ: اور کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے۔ سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچی انہیں اللہ کی راہ میں نہ وہ کمزور ہوئے نہ انہوں نے ہار مانی۔ اور اللہ پیار کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔ اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتی کی ہم نے اپنے کام میں اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر۔ تو دے دیا ان کو اللہ نے دنیا کا ثواب اور عمدہ ثواب آخرت کا ہے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکو کاروں سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مؤمن اور مؤمنہ کو اس کے نفس، اولاد اور مال میں آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ وہ جب رب تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس پر کوئی لغزش نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب رب تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا میں جلدی سزا دے دیتا ہے۔ جب وہ کسی کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی گناہوں کی سزا اس سے روک لیتا ہے حتیٰ کہ وہ روزِ حشر اس سے ملاقات کر لیتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: جب رب تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کی آہ و زاری کو سنے۔ سمرقندی نے روایت کیا ہے: ہر وہ بندہ جو بارگاہ ربوبیت میں معزز ہوتا ہے اس کی آزمائش شدید ہوتی ہے تاکہ اس کی فضیلت آشکارہ ہو سکے اور وہ ثواب کا مستحق ہو سکے۔ جیسے حضرت لقمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نورِ نظر! سونے اور چاندی کو آگ سے پرکھا جاتا ہے۔ جبکہ مؤمن کو آزمائش سے آزمایا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ حضرت یعقوب کی نماز میں نظر محبت ان پر پڑ گئی۔ اسی لیے ان کی یہ آزمائش ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک روز دونوں باپ اور بیٹا بھونی ہوئی بکری پر جمع تھے۔ دونوں مسکرا رہے تھے۔ ان کا یتیم ہمسایہ تھا۔ اس نے گوشت کی خوشبو سونگھی۔ اس کی تمنا کی اور رونے لگا۔ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی

بوڑھی دادی بھی رونے لگی۔ ان کے مابین صرف ایک دیوار تھی۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزند دلبند کو اس کا علم نہ ہو سکا، پھر حضرت یعقوب کو ان کے لختِ جگر کی وجہ سے اتنا آزمایا گیا کہ ان کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ غم واندوہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ جب انہیں یہ علم ہوا تو انہوں نے اپنی بقیہ زندگی اپنی چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کرتے رہے: جس کے پاس کھانا نہ ہو وہ آلِ یعقوب کے گھر سے آکر کھانا لے جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش ان امتحانوں سے ہوئی جن کا تذکرہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حضرت لیث سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائشوں کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی بستی والوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کے ظلم پر اسے ڈانٹا۔ حضرت ایوب کے علاوہ دیگر افراد نے اس پر سختی کی۔ انہوں نے اپنی زراعت کے خوف سے اس پر نرمی کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کر دیا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا سبب ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

اس سے آپ ﷺ کے درد اور مرض کی شدت کی حکمت سمجھ آجاتی ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے کسی شخص کے درد کو اتنا شدید نہیں دیکھا جس قدر شدید درد حضور اکرم ﷺ کا تھا۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو مرضِ وصال میں دیکھا۔ آپ ﷺ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کو سخت بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جیسے تم میں سے دو افراد کو بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: تاکہ آپ ﷺ کو دوگنا اجر مل سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر رکھا۔ اس نے عرض کی: بخدا! آپ ﷺ کو اتنا سخت بخار ہے کہ میں اس کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء (علیہم السلام) کی آزمائشیں دوگنا ہوتی ہیں۔ ایک نبی کو چیچڑی کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا حتیٰ کہ اس نے انہیں شہید کر دیا۔ ایک نبی کو فقر کے ساتھ آزمایا گیا۔ وہ آزمائشوں پر اسی طرح خوش ہوتے ہیں۔ جیسے تم کشادگی پر خوش ہوتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بڑی آزمائش سے بڑا

اجر و ثواب ملتا ہے۔ جب رب تعالیٰ کسی قوم کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے جو اس سے راضی ہو۔ اس پر رضا کا تاج سجا دیا جاتا ہے جو اس سے ناراض اس پر ناراضگی سوار کرا دی جاتی ہے۔ مفسرین نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ (النساء:۱۲۳)

ترجمہ: جو برائی کرتا ہے اسے اس کی سزا مل جاتی ہے۔

مسلمانوں کو دنیا کے مصائب پر اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ یہ ان کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے رب تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو اسے چبھتا ہے۔ حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے: مسلمان کو جو مشقت، تھکاوٹ، غم اور حزن پہنچتا ہے جو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ اسے کانٹا بھی لگتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے اس کی خطاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے رب تعالیٰ اس کے ذریعے اس کی خطائیں اس طرح مٹاتا ہے جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔

ان میں دوسری حکمت یہ ہے کہ رب تعالیٰ ان کے اجسام کو امراض میں مبتلا کرتا ہے۔ ان پر شدید درد طاری ہوتا ہے۔ ان کے وصال کے وقت ان پر شدت ہوتی ہے تاکہ ان کے نفوس کی قوت کمزور ہو جائے اور قبض کے وقت ان کا نکلنا آسان ہو جائے۔ نزع کی مشقت ان پر آسان ہو جائے۔ پہلے مرض لاحق ہونے کی وجہ سے سکرات کی شدت کم ہو سکے۔ اس کے لیے جسم اور نفس کمزور ہو جائے، جبکہ اچانک اور فوراً موت کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیکھا گیا ہے کہ شدت، نرمی، آسانی اور مشکل کے اعتبار سے مردوں کے احوال جدا جدا ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مومن کی مثال تنے کی طرح ہوتی ہے جسے ہوا کبھی ادھر اور کبھی ادھر لے جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے: جب ہوا اس (نرم) تنے کے پاس آتی ہے تو اسے جھکا دیتی ہے۔ جب وہ پرسکون ہو جاتی ہے تو وہ سیدھا کھڑا ہو جاتا

ہے۔اسی طرح مومن بھی مصائب سے جھک جاتا ہے۔جبکہ کافر کی مثال صنوبر کے سیدھے سخت تنے کی سی ہے، حتیٰ کہ رب تعالیٰ اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکتا ہے۔

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ مومن مصیبت زدہ ہوتا ہے۔اسے مصائب اور امراض لاحق ہوتے ہیں۔وہ رب تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوتا ہے۔وہ اس کے لیے سر تسلیم خم کرتا ہے۔وہ اس کی رضا کے لیے اپنے پہلو کو جھکا دیتا ہے۔وہ اس پر ناراض نہیں ہوتا۔ جیسے نرم تنا ہوا کے سامنے جھک جاتا ہے۔اس کے چلنے سے وہ مائل ہو جاتا ہے، ہوا آتی ہے تو نیچے چلا جاتا ہے۔جب رب تعالیٰ مومن سے آزمائشوں کی آندھیاں ختم کرتا ہے تو وہ اس نرم تنے کی طرح بالکل سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے جو ہوا کے پرسکون ہونے کی وجہ سے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔وہ اس مصیبت کے ختم ہو جانے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔اس کی نعمت کو پہچان لیتا ہے۔وہ اس کی رحمت اور ثواب کا منتظر رہتا ہے۔اسی طرح اس پر مرض الموت گراں نہیں گزرتا۔مرض کا آنا گراں نہیں ہوتا۔سکرات الموت سخت نہیں لگتے کیونکہ وہ پہلے مصائب جھیلنے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی وجہ سے اسے اجروثواب ملے گا۔مصائب پر اس کا نفس مطمئن ہوتا ہے۔امراض کی شدت اور لگاتار ہونے کی وجہ سے اس میں ضعف اور رقت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ کافر کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔اکثر حالات میں اسے نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔وہ اپنی جسمانی صحت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔وہ سخت تنے کی مانند ہوتا ہے جب رب تعالیٰ اسے ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنا چاہتا ہے تو اچانک اس کی گرفت کر لیتا ہے۔کسی نرمی اور لطف کے بغیر اچانک اسے پکڑ لیتا ہے۔اس کی موت حسرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔اس کے نفس کی قوت اور جسم کی صحت کے اعتبار سے اسے نزع کے وقت سخت اذیت اور تکلیف ہوتی ہے جبکہ عذاب آخرت اس سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے جیسے تنا اچانک اکھڑ جاتا ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴿۹۵﴾

ترجمہ: ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں شعور بھی نہیں۔

رب تعالیٰ کی اپنے دشمنوں میں یہی عادت مبارکہ ہوتی ہے۔جیسے کہ اس نے فرمایا:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ (العنکبوت،۴۰)

ترجمہ: پس ہر (سرکش) کو ہم نے پکڑا اس کے گناہ کے باعث پس ان میں سے بعض پر ہم نے برسائے پتھر اور ان میں سے بعض کو آلیا شدید کڑک نے اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا زمین میں اور بعض کو ہم نے دریا میں ڈبو دیا۔

رب تعالیٰ ان تمام کو سرکشی اور غفلت کے عالم میں اچانک موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ انہیں ان کی تیاری کے بغیر اچانک آلیتا ہے۔ اسی لیے اسلاف عظام اچانک موت کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم اچانک موت (غضب کی گرفت) کو ناپسند کرتے تھے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ امراض اموات سے بروقت آگاہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس کی شدت کے مطابق موت آنے کے خوف کی شدت ہوتی ہے۔ جسے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں وہ موت کے لیے تیاری کر لیتا ہے۔ وہ اس کی تیاری کے متعلق جان لیتا ہے۔ وہ رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی تیاری کر لیتا ہے۔ وہ دارِ دنیا سے اعراض کر لیتا ہے۔ جس کی خرابیاں بے شمار ہیں۔ اس کا دل آخرت کے ساتھ معلق ہو جاتا ہے۔ وہ ہر اس چیز سے پہلوتہی کر لیتا ہے جس کے بارے میں اسے خدشہ ہوتا ہے کہ وہ اسے رب تعالیٰ سے غافل کر دے گی۔ وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے وہ ان کی طرف دیکھتا ہے جو وصیت میں اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ جو ان کے مابعد ہوتے ہیں یا وہ ان کی نگرانی کا حکم دیتا ہے۔

یہ ہمارے نبی پاک ﷺ ہیں۔ جن کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں اس شخص سے برأت کا اظہار کر دیا جس کا آپ ﷺ پر مال تھا، یا جسم میں حق تھا۔ اپنے نفسِ نفیس اور مال سے اسے بدلہ دینا چاہا۔ اس کے لیے قصاص کو ممکن بنایا۔ جیسے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی روایت میں مروی ہے۔ آپ نے اپنے بعد دو عظیم اشیاء کتابِ الٰہی اور آپ ﷺ کی عترت پاک کو تھام لینے کا حکم دیا۔ انصار کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا، پھر ایک نوشتہ لکھنے کے لیے کہا تا کہ آپ کے بعد آپ ﷺ کی امت گمراہ نہ

ہو جائے ۔ یا تو یہ خلافت پر نص تھی یا کیا مراد تھی؟ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ پھر یہ کہ اس سے رک جانے کو بہتر اور افضل سمجھا۔ یہ رب تعالیٰ کے مؤمن بندوں اور اولیائے کاملین کی سیرت ہے لیکن کافر غالباً ان تمام امور سے محروم ہوتا ہے ۔ رب تعالیٰ انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور تدریجاً انہیں اس طرح لے جائے کہ انہیں علم تک نہ ہو۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝۴۹ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۰ (یٰسین، ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: یہ (ناہنجار) نہیں انتظار کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو اچانک انہیں دبوچ لے گی جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے ۔ پس نہ وہ اس وقت کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے ۔

اسی لیے آپ ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اچانک مرا تھا ۔ سبحان اللہ! گویا کہ اس پر غضب تھا۔ محروم وہ ہوتا ہے جسے وصیت سے محروم رکھ دیا گیا ہو۔ اچانک موت مؤمن کے لیے راحت ہوتی ہے، مگر کافر اور فاجر کے لیے اچانک گرفت ہوتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مؤمن پر موت آتی ہے تو وہ غالباً اس کے لیے تیار ہوتا ہے ۔ وہ اس کے آنے کا منتظر ہوتا ہے ۔ جب اس پر موت آتی ہے تو اس پر یہ امر آسان ہو جاتا ہے وہ دنیا کی اذیتوں اور مشقتوں سے نجات پا جاتا ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نجات پا گیا۔ اس سے نجات پا لی گئی، جبکہ کافر اور فاجر کی موت آتی ہے تو وہ تیاری کے بغیر ہوتا ہے ۔ اسے ڈرانے والے اور گھبرانے والے مقدمات (پہلے امور) اس کے پاس نہیں آتے ۔ بلکہ موت اچانک اس کے پاس آجاتی ہے ۔ وہ اسے مبہوت کر دیتی ہے ۔ کفار اسے لوٹانے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ نہ ہی انہیں مہلت دی جاتی ہے ۔ موت ان پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے ۔ دنیا کے فراق کا صدمہ اسے سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے ۔ اس کے لیے یہ سب سے ناپسندیدہ امر ہوتا ہے ۔ آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔ ”جو رب تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے ۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو رب تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ۔“

آپ ﷺ کے امراض کی کثرت

ابو یعلی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کی کمر میں درد (یا درد گردہ) ایک ماہ تک بھی آپ ﷺ کو رہتا تھا۔ آپ ﷺ لوگوں کی طرف نہ نکل سکتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو اذیت میں دیکھا، حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کا دستِ اقدس تھام لیا۔ میں قرآن پاک پڑھ کر اسے دم کرتی پھر اسے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف جھکا دیتی تا کہ مجھے قرآن پاک اور آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی برکت حاصل ہو جائے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ رب تعالیٰ آپ ﷺ کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ آپ ﷺ رب تعالیٰ سے التجا کریں وہ آپ ﷺ سے اس تکلیف کو دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! میرے مصائب سارے لوگوں سے زیادہ شدید ہیں۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ یہ درد آپ ﷺ کو ہو جاتا تھا۔ ہم اسے "عرق الکلیہ" کہتے تھے ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ذات الجنب کی وجہ سے ہوا لیکن حافظ بہاؤ الدین محمد بن ابی بکر بوصیری نے اتحاف المہرہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور والی بے کساں ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ اذیت نہیں دی۔

امام حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو درد ہو جاتا تھا۔ یہ درد شدت اختیار کر جاتا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ یہ درد اتنی شدت اختیار کر گیا کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ صحابہ کرام گھبرا گئے۔ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کو ذات الجنب ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی۔ آپ ﷺ کو کچھ آرام آیا۔ افاقہ ہوا۔ اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ آپ ﷺ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ گمان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر یہ مرض مسلط کر دیا تھا مگر اس طرح نہیں ہے۔ یہ مرض شیطان کی طرف سے ہے۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو مجھ پر مسلط نہیں فرمایا۔

امام بخاری، ابن سعد، حاکم اور ابن جریر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابن سعد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی کمر میں درد ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ یہ درد شدت اختیار کر گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ہم نے گمان کیا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کے منہ مبارک میں دوا ڈال دی۔ آپ ﷺ ہمیں اشارہ کرنے لگے کہ ہم آپ ﷺ کے منہ مبارک میں دوا نہ ڈالیں۔ ہم نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے۔ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم میرے منہ میں دوا نہ ڈالو۔ تم نے میرے منہ میں دوا ڈال دی۔ میں روزہ سے تھا، پھر فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر ذات الجنب کا مرض مسلط فرما دیا ہے؟ رب تعالیٰ اسے مجھ پر تسلط نہیں دیتا۔ ذات الجنب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ بخدا! گھر کے ہر ہر فرد کے منہ میں یہ دوا ڈالی جائے۔ میں دیکھ رہا ہوں سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے، وہ تمہارے پاس موجود نہ تھے۔ گھر کے سارے افراد کے منہ میں دوا ڈالی گئی۔ سوائے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے۔ وہ روزہ سے تھیں۔

ابن اسحاق نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں ایک شخص (علی) پر تہمت ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں تھے۔ آپ ﷺ کے اہل بیت وہیں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت عباس نے فرمایا: ہمارا خیال ہے کہ آپ ﷺ کو ذات جنب ہے۔ میں آپ ﷺ کے منہ مبارک میں ضرور دوا ڈالوں گا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے منہ میں دوا ڈال دی۔ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس نے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ آپ ﷺ کو ذات الجنب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مرض شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے مجھ پر مسلط نہیں فرماتا۔ تم گھر کے سارے افراد کے منہ میں یہ دوا ڈالو سوائے حضرت عباس کے۔ سارے افراد کے منہ میں اس روز دوا ڈالی گئی سوائے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے، وہ روزہ سے تھیں۔ یہ آپ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔

میں کہتا ہوں: ابو یعلیٰ کی روایت اور ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ذات الجنب کا لفظ دو امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (۱) گرم ورم۔ یہ درد پیٹ کی اندر کی جھلی میں ہوتا ہے۔ (۲) وہ ہوا جو پسلیوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ نفی پہلی قسم کو شامل ہے۔ ابو یعلیٰ کی روایت میں دوسری قسم ثابت ہے۔ یہ آپ میں پہلی قسم کی مانند ممنوع نہیں ہے۔

اپنے وصال مبارک کی خبر

رب تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (الزمر: ۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ (الانبیاء: ۳۴)

ترجمہ: اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لیے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا میں) ہمیشہ تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ (آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الانبیاء: ۳۵)

ترجمہ: ہر نفس موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے، اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دوچار کر کے اور (آخر کار) تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ

مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

(آلِ عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد (ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

(النصر: ۱ تا ۳)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آپہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے) اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج تو (اس وقت) اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور (اپنی امت کے لیے) اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، بزار، ابو یعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النصر آپ ﷺ پر منیٰ میں ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی۔ آپ ﷺ کو علم ہو گیا کہ آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں بعض امور کا حکم دیا اور بعض سے منع کیا۔

امام احمد، بلاذری، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے وصال کا اعلان ہے۔ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ نسائی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں، ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو یہ آپ کے وصال کی خبر تھی۔ مجھے آخرت کے بارے معاملہ کی وجہ سے بہت زیادہ جدوجہد

نے آکیا۔طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النصر کا نزول ہوا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل! یہ میرے وصال کی خبر ہے۔انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ کی آخرت آپ ﷺ کی پہلی (حیات طیبہ) سے بہتر ہے۔ابن سعد نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آگیا۔آپ ﷺ کو کثرت سے تسبیح واستغفار کرنے کا حکم دیا گیا۔

امام عبدالرزاق، شیخین، ابن سعد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ام سلمہ سے، ابن جریر، ابن منذر اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ اٹھتے، بیٹھتے اور آتے جاتے وقت یہ ذکر فرماتے:

سبحانك اللهم ربنا و بحمدك استغفرك و اتوب اليك

اللهم اغفرلى انك انت التواب الرحيم

آپ ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں بھی اسی طرح ذکر فرماتے تھے۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اب آپ ﷺ ان کلمات کا اتنا کثرت سے ورد فرماتے ہیں کہ پہلے ان کا اتنا ورد نہ فرماتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے مجھے میری امت کی ایک علامت کے متعلق خبر دی ہے۔اس نے مجھے فرمایا کہ جب آپ ﷺ اسے ملاحظہ کریں تو اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں۔اس سے مغفرت طلب کریں۔میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ (النصر:١)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آپہنچے اور فتح۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس کی عمر اس سے پہلے نبی کی عمر کا نصف رکھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں چالیس سال رہے تھے۔یہ میرا بیسواں سال ہے۔اسی سال میرا وصال ہو جائے گا۔یہ سن کر

حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے اہل بیت میں سے مجھے سب سے پہلے ملوگی۔ وہ مسکرانے لگیں۔

طبرانی، حاکم، طحاوی اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نبی اپنے سے ماقبل نبی کی عمر کا نصف عرصہ ہی اس عالم رنگ و بو میں رہا۔ حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ ایک سو بیس سال اس عالم شش جہات میں رہے۔ میں بھی تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں وصال کر جاؤں گا۔ میری نورِ نظر! مسلمانوں کی خواتین میں سے کوئی عورت نہیں جو اولاد کے اعتبار سے تم سے عظیم تر ہو۔ تم صبر کرنے کے اعتبار سے کسی عورت سے کم نہ ہونا۔ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے ملوگی۔ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو سوائے حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

ابن راہویہ اور ابن سعد نے حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری لختِ جگر! ہر نبی اپنے ماقبل نبی کی عمر کا نصف اس عالم رنگ و بو میں رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں رسالت کے بعد چالیس سال گزارے۔ میں بیس سال گزاروں گا۔ امام بخاری نے تاریخ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو نبی بھی مبعوث ہوا اس نے اپنے سے ماقبل نبی کی زندگی کا نصف اس عالم آب و گل میں گزارا۔ ابن سعد نے حضرت یزید بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال آپ ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن پاک کا دور ایک دفعہ کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار قرآن حکیم کا دور کیا ہے۔ ہر نبی نے اس حیات پاک کا نصف حصہ اس جہان رنگ و بو میں گزارا ہے جو اس سے پہلے گزرنے والے نبی نے گزارا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو پچیس سال عمر گزاری۔ اب میری عمر مبارک باسٹھ سال ہے۔ نصف سال کے بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے اس روایت میں اسی طرح فرمایا ہے۔ ابن مسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ وہب بن منبہ سے یہ عمر ۳۲ سال مروی ہے۔ اگر حضرات ابن مسیب اور ابن وہب کا قول درست ہے تو حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ وہ عمر جو وہ آسمان سے نزول کے بعد گزاریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس باب میں حضرات سعید اور وہب سے ایک روایت بھی صحیح نقل نہیں۔ ابن حجر نے ''المطالب العالیہ'' میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن جعدہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ نبوت میں آپ کی عمر مبارک۔

حضرت جبرائیل امین نے ہر سال ایک بار اور وصال کے سال دو بار آپ سے قرآن پاک کا تکرار کیا

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہر سال میں ایک بار رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے آپ کے ساتھ دو بار تکرار کیا۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہر سال ماہ رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ آپ ﷺ ہر رمضان المبارک میں ایک بار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے مگر جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو بار قرآن پاک کا دور کیا۔ شیخین نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے آپ ﷺ نے سرگوشی فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین ہر سال ایک بار میرے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ صبر کرنا۔ میں

تمہارے لیے بہترین پیش رو ہوں۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ رمی جمار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے اپنے مناسک حج سیکھ لو۔ شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔

ابن مردویہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابن سعد، ابو یعلی اور طبرانی نے صحیح سند سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ تم میں سے سب سے آخر میں میرا وصال ہوگا؟ ہم نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: میرا وصال تم سب سے پہلے ہوگا۔ تم عجز اور کفرانِ نعمت کے ساتھ میرے بعد آؤ گے۔ تم ایک دوسرے کو ہلاک کرو گے۔

ابن سعد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عنقریب مجھے بلایا جائے گا۔ میں لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو بھاری اشیاء کتاب اللہ اور اپنی عترت کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتابِ الٰہی وہ رسی ہے جسے آسمان سے زمین کی طرف لٹکایا گیا ہے۔ میری عترت سے مراد میرے اہل بیت ہیں۔ اس لطیف اور خبیر ذات نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ یہ مجھے حوض پر ملیں گے۔ ذرا دیکھنا تم میرے بعد ان میں کیسی جانشینی کرتے ہو؟ ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے مرسلاً روایت کیا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا تھا کہ آپ ﷺ کی جلوہ نمائی ہم میں کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کاش! آپ ﷺ تخت بنالیں۔ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ رشتہ اخوت قائم کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بخدا! میں ان کے سامنے ہی رہوں گا۔ وہ مجھ سے میری چادر چھینیں گے۔ مجھ تک ان کا غبار پہنچے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے آرام پہنچا دے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہم جان گئے کہ آپ ﷺ کی جلوہ نمائی ہم میں کم رہ گئی ہے۔

بزار نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا گویا کہ زمین کو بڑی بڑی رسیاں ڈال کر آسمان کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔ میں نے اس کا

تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے بھتیجے (ﷺ) کے وصال کی خبر ہے۔

آپ ﷺ کو اختیار دیا جانا اور آپ کا اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کرنا

ابن اسحاق، امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو مویہبہ سے، امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو رافع سے (یہ دونوں آپ ﷺ کے خادم تھے)۔ حضرت مویہبہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اہل بقیع کے لیے مغفرت طلب کریں۔ آپ ﷺ نے تین باران کے لیے دعائے مغفرت کی۔ جب آپ ﷺ دوسری باران کے لیے دعا کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو مجھے نصف رات کے وقت جگایا۔ فرمایا: ابو مویہبہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ میرے لیے سواری کا جانور تیار کرو۔ آپ سوار ہو گئے۔ میں پیدل چلنے لگا حتیٰ کہ آپ ﷺ ان تک پہنچ گئے آپ ﷺ سواری سے نیچے اترے۔ میں نے سواری کا جانور تھامے رکھا۔ جب آپ ﷺ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا: السلام علیکم یا اهل المقابر! تمہیں مبارک ہو۔ تم ان فتنوں میں نہیں گرے جن میں لوگ گرے ہیں۔ کاش! تم جان لیتے کہ رب تعالیٰ نے تمہیں کن امور سے نجات دی ہے۔ تاریک رات کے حصے کی طرح فتنے آئے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے ہیں۔ ان کا آخر ان کے اول کے پیچھے ہے۔ آخری پہلے سے بڑا فتنہ ہے، پھر آپ ﷺ نے میری طرف توجہ کی فرمایا: ابو مویہبہ! دنیا کے خزانوں اور اس میں ہمیشہ رہنے کو میرے پاس لایا گیا، پھر جنت کو لایا گیا۔ بخدا! میں نے اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا، پھر آپ ﷺ نے اہل بقیع کے لیے مغفرت طلب کی، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ وقتِ صبح اس درد کا آغاز ہو گیا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ ﷺ اٹھے۔ اپنے کپڑے پہنے، پھر باہر تشریف لے گئے۔ میں نے اپنی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا۔ وہ آپ ﷺ کے پیچھے گئیں، حتیٰ کہ آپ ﷺ بقیع تشریف لے

گئے۔ اس کے قریب اتنی دیر ٹھہرے جتنی رب تعالیٰ نے چاہا۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے پہلے آ گئیں۔ انہوں نے مجھے بتایا۔ میں نے تادم صبح آپ ﷺ سے کچھ عرض نہ کی، پھر میں نے عرض کی تو فرمایا: مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ ﷺ کاشانہ اقدس میں موجود نہ تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو تلاش کیا تو آپ ﷺ بقیع میں تھے۔ آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین، انتم لنا مرط. اتانا الله و اتاکم ما توعدون و انا ان شاء الله بکم لاحقون، اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم۔

پھر آپ ﷺ نے میری طرف توجہ کی، فرمایا: کاش! تم بھی اسی طرح کرتیں جیسے میں نے کیا ہے۔

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے فرمایا: ایک بندۂ (خاص) کو رب تعالیٰ نے دنیا اور ان نعمتوں میں اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں۔ اس نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا جو اس کے پاس ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا، گویا کہ حضور اکرم ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ آپ ﷺ کے متعلق جاننے والے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! گریہ بار نہ ہوں۔ محبت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے۔ اگر میں رب تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو خلیل بنانا چاہتا تو ابوبکر کو خلیل بنا لیتا، لیکن اسلام کی اخوت ہی (کافی) ہے۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے سارے دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔ امام عبدالرزاق نے قوی سند کے ساتھ حضرت طاؤس سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے۔ مجھے خزائن عطا کر دیے گئے ہیں۔ مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ میں باقی رہوں حتیٰ کہ میں اپنی امت کی فتوحات دیکھ لوں، یا جلدی رب تعالیٰ کے حضور چلا

جاؤں۔ میں نے وہاں جلدی جانے کو اختیار کرلیا۔ مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، لیکن مجھے تمہارے بارے دنیا کا خدشہ ہے کہ تم اس میں مقابلہ کرنے لگو گے۔

حضرت عقبہ نے فرمایا: یہ میرا آخری دیدار تھا جو میں نے آپ ﷺ کا کیا تھا۔

مرضِ وصال کا آغاز

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے ذوالحجۃ، محرم اور صفر کے ایام مدینہ طیبہ میں بسر کیے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ یہ ساری تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے اس مرض کی ابتداء ہوئی جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ جب رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی رحمت اور کرامت کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا۔ ماہ صفر کے کچھ ایام باقی تھے یا ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو آپ ﷺ کے مرض کی ابتداء ہوئی۔ یہ آغاز اس رات کی صبح کو ہوا جس میں آپ ﷺ حضرت ابومویہبہ کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے تھے۔

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کے مرضِ وصال کا آغاز بدھ سے ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ ایام مرض تیرہ دن تھے۔ ابوعمرو وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ سلیمان التیمی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ ہفتہ کے روز بیمار ہوئے تھے۔ خطابی کا یہی موقف ہے۔ امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ سوموار کے روز بیمار ہوئے تھے۔ اھ یہ صفر کی اکیس تاریخ تھی۔ یہ یعقوب بن سفیان کی روایت ہے۔ ابوعمر نے لکھا ہے کہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں۔ محمد بن قیس نے لکھا ہے کہ ابھی گیارہ راتیں باقی تھیں۔ حضرت عمر بن علی نے لکھا ہے کہ صفر کی ایک رات باقی تھی۔ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں دردِ سر شروع ہوا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس میں شدت آگئی۔ دوسرا قول حضرت زینب بنت جحش کا بھی ہے۔ ایک قول حضرت ریحانہ کے حجرے کا بھی ہے۔ حافظ نے لکھا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ اسے شیخین نے حضرت ام

المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سات ایام تشریف فرما رہے۔

ابن اسحاق اور امام احمد نے انہیں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک روز آپ ﷺ بقیع سے واپس تشریف لائے۔ آپ میرے حجرہ مقدسہ میں تشریف لائے آپ ﷺ کو دردِ سر تھا۔ میرے سر میں بھی درد ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: ہائے میرا سر! آپ نے فرمایا: بخدا! بلکہ، میں! میرا سر!۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ حجرہ مقدسہ کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو آپ ﷺ ایک بات فرماتے جس سے رب تعالیٰ مجھے فائدہ دیتا۔ ایک دن آپ ﷺ گزرے۔ دو یا تین بار آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ میں نے کہا: خادمہ! میرے لیے دروازے پر تکیہ رکھ دو۔ میں اسی پر آپ ﷺ کے رستے میں بیٹھ گئی۔ میں نے سر باندھ لیا۔ آپ ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ میرے سر میں درد ہے، پھر آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ جلد ہی آپ ﷺ کو اٹھا کر لایا گیا۔ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے اگر تمہارا وصال مجھ سے قبل ہو جائے۔ میں تمہارے معاملہ کا والی بنوں۔ تم پر نماز جنازہ پڑھوں اور تمہیں دفن کروں۔ میں نے عرض کی: بخدا! میرا گمان ہے کہ کاش اس طرح ہوتا۔ آپ ﷺ دن کے آخری حصے میں اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ میرے حجرہ میں خلوت گزیں ہوں اور ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کریں۔ یہ سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے، پھر آپ ﷺ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔ پھر آپ ﷺ کا مرض اس وقت شدید ہوا جب آپ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابویعلیٰ اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم شفیع معظم ﷺ میرے دروازے کے پاس سے گزرتے۔ آپ ﷺ ایک ایسا کلمہ ارشاد فرماتے جس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی۔ ایک دن

آپ ﷺ گزرے، مگر آپ ﷺ نے مجھے شرفِ ہم کلامی نہ بخشا۔ دوسرے روز بھی آپ ﷺ نے یہ شرف نہ بخشا۔ میں نے کہا: کسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ میں نے سر باندھ لیا۔ میرا چہرہ زرد ہو گیا۔ میں نے حجرہ مقدسہ کے دروازہ کے پاس تکیہ رکھا۔ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا۔ میری طرف دیکھا۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں بیمار ہوں۔ مجھے دردِ سر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہائے میرا سر کہہ رہی ہو، حالانکہ میں کہہ رہا ہوں: ہائے میرا سر! کچھ ہی دیر کے بعد آپ ﷺ کو اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ میں نے تیمارداری کی۔ میں نے کسی مریض کی اس طرح تیمارداری نہ کی تھی۔

ابن سعد نے حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ بقیع تشریف لے جائیں اور اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ ﷺ بقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کی۔ آپ ﷺ نے یوں دعا مانگی: اللّٰھم اغفر لاھل البقیع پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے چلیں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ آپ ﷺ وادیٔ احد میں تشریف لے گئے۔ شہدائے احد کے لیے دعا کی۔ جب واپس تشریف لائے تو سرِ اقدس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ یہ اسی درد کا آغاز تھا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

ابو طاہر المخلص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اذن عطا فرمائیں تاکہ میں آپ کی تیمارداری کروں۔ میں آپ ﷺ کی دیکھ بھال کرنے کی سعادتِ عظمٰی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! اگر میں اپنی ازواج مطہرات اور نورانِ نظر کو اپنی دیکھ بھال کرنے والا نہ پاؤں تو پھر میں نے ان پر اپنی مصیبت (فراق) کو زیادہ کر دیا۔ ربِ تعالیٰ کے ہاں تمہیں اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

مرض کی حالت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں جلوہ نمائی

ابن سعد نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی قدر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو کپڑے میں اٹھا کر لایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ مریض تھے آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں ان کی باری کے روز تشریف لے جاتے تھے۔ علامہ بلاذری نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تو آپ ﷺ کو کپڑے میں اٹھا کر لے جایا جاتا تھا۔ حضرات ابو موہیبہ، شقران، ثوبان اور ابو رافع (آپ ﷺ کے خدام جانثار) رضی اللہ عنہم اطراف سے کپڑے کو اٹھاتے تھے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ تم پر چکر لگاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں سات روز تک قیام فرمایا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے یہ پیغام دے کر بھیجا: آپ ﷺ پر یہ گراں گزر رہا ہے کہ آپ ﷺ تمہارے پاس چکر لگائیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔

ابن اسحاق، امام بخاری، ابن سعد اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اذن طلب کیا کہ آپ ﷺ کی تیمارداری میرے حجرہ مقدسہ میں ہی کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے درد ہے۔ میں تمہارے حجرات کا چکر نہیں لگا سکتا۔ اگر تم چاہو تو تم مجھے اذن دے دو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ کو اذن مل گیا۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ آپ ﷺ کے قدمین شریفین زمین پر رگڑ کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ امام مسلم کی روایت میں

ہے: آپ ﷺ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک اور شخص کا سہارا لے کر نکلے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان دو اشخاص میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ وہ حضرات قدسی حضرات اسامہ اور فضل تھے ابن حبان نے حضرت بریرہ اور حضرت نوبہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن سعد نے ایک اور سند سے حضرت فضل اور حضرت ثوبان کا ذکر کیا ہے۔ ان سب روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ متعدد بار کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور متعدد بار ان متفرق اصحاب کرام کے ساتھ ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے۔

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس مرض میں آپ ﷺ کا وصال ہوا آپ اس میں پوچھتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا۔ کل کس زوجہ محترمہ کی باری ہے؟ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا ارادہ کیے ہوئے تھے، حتیٰ کہ ان کے ہاں ہی آپ کا وصال ہوا۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا وصال اسی روز ہوا جس میں آپ ﷺ میرے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سوموار کے دن ان کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ اگلے سوموار کے روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تھا۔

اسماعیلی نے روایت کیا ہے: جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے آج کہاں جانا ہے؟ آپ ﷺ کی آرزو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ تھا۔ انہوں نے فرمایا: جب میری باری کا دن آیا تو آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ امام بخاری اور اسماعیلی اور برقانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں فرمایا: میں آج کہاں ہوں گا؟ میں آج کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر تھے۔ جب میرا دن آیا تو آپ ﷺ کا اسی روز وصال ہوا۔ آپ ﷺ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ میرے حجرہ مقدسہ میں ہی آپ ﷺ مدفون ہوئے۔

بزار نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور رحمت عالم ﷺ

میرے حجرہ مقدسہ کے پاس سے گزرتے تو میرے ساتھ ایسا کلام فرماتے جو میرے لیے فائدہ مند ہوتا۔ ایک روز آپ ﷺ نے ایسی گفتگو نہ کی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے اپنا سر باندھ لیا۔ میں زمین پر ہی سو گئی۔ آپ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میرے سر میں درد ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے وصال کی خبر دے دی تھی، کچھ دن آپ ﷺ کو چادر میں رکھ کر اٹھا لیا جاتا تھا۔ چار افراد آپ ﷺ کو اٹھاتے تھے۔ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے۔ فرمایا: عائشہ! دیگر ازواج مطہرات سے معذرت کر لو۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئیں تو فرمایا: میں تمہارے ہاں اب چکر نہیں لگا سکتا۔ مجھے اذن دے دیں۔ میں عائشہ کے حجرہ میں رہوں۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں قیام فرما ہو گئے۔

آپ ﷺ پر درد کی شدت (زادہ اللہ فضلا و شرفا)

ابن حبان اور ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کو درد شدید ہوا۔ آپ ﷺ اپنے بستر پر الٹ پلٹ ہونے لگے۔ میں نے عرض کی: کاش! یہ درد ہم میں سے کسی کو ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کا درد بہت شدید ہوتا ہے۔ امام احمد، شیخین اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے مس کیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کو تو شدید بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو افراد کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: اس کی وجہ سے آپ ﷺ کا اجر بھی دوگنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی مرض وغیرہ سے جو اذیت پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ اس سے لغزشوں کو یوں مٹاتا

ہے جیسے درخت (موسم خزاں میں) پتے گراتا ہے۔

ابن سعد، شیخین اور بلاذری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جسے آپ سے زیادہ شدید درد ہوتا ہو۔

امام احمد، ابن سعد اور بخاری نے الادب میں، ابن ابی الدنیا، ابن ماجہ، ابو یعلی اور امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ کو بخار ہوتا تو آپ ﷺ کو اتنا سخت بخار ہوتا تھا حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ پر ہاتھ نہ پھیر سکتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ پر چادر تھی۔ میں نے چادر کے اوپر سے آپ ﷺ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کے اوپر سے بھی حرارت پائی۔ ہم تسبیح بیان کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام سے بڑھ کر کسی کو شدید آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ جیسے ہم پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں ایسے ہی ہمارا اجر بھی دوگنا ہوتا ہے، حتیٰ کہ کسی نبی پر چیچڑی کو مسلط کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اسے شہید کر دیتی۔ حتیٰ کہ ایک نبی عریاں ہوتا۔ اس کے پاس صرف شرمگاہ ڈھانپنے کے لیے ایک چادر ہوتی۔ وہ آزمائش پر اسی طرح خوش ہوتے تھے جیسے آسائش پر خوش ہوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ، نسائی، حاکم اور ابن جوزی نے حضرت ابوعبیدہ سے، انہوں نے اپنی پھوپھی حضرت فاطمہ بنت یمان رضی اللہ عنہا سے، یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ہم خواتین آپ ﷺ کی عیادت کے لیے حاضر خدمت ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کی سمت ایک مشکیزہ لٹکایا گیا تھا۔ بخار کی شدت کی وجہ سے اس سے قطرات گر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کاش! آپ ﷺ رب تعالیٰ سے دعا کریں۔ وہ آپ کی اس تکلیف کو دور کر دے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے شدید آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر درجہ بہ درجہ۔ امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کو رات کے وقت درد نے آلیا۔ آپ ﷺ کو یہ درد

شدید ہو گیا۔ آپ ﷺ بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کاش! یہ درد ہم میں سے کسی کو ہو جاتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: صالحین کی آزمائش سخت ہوتی ہے۔ مؤمن کو جو کانٹا یا اس سے کم و بیش جو مصیبت بھی پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کی ایک خطا مٹادی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ بیمار ہو گئے۔ آپ ﷺ کا درد بہت شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کو اتنی تکلیف اور اذیت ہے۔ کاش! یہ تکلیف ہم میں سے کسی کو ہو جاتی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل ایمان پر آزمائش سخت ہوتی ہے کیونکہ جو بھی کانٹا کسی مومن کو چبھتا ہے، یا اس سے کم و بیش مصیبت پہنچتی ہے جو درد ہوتا ہے رب تعالیٰ اس کے طفیل اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ اس کے طفیل اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔ امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے۔) حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ اترے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ لوگ بھی مدینہ طیبہ کی طرف اترے۔ میں بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ خاموش تھے۔ آپ ﷺ گفتگو نہ فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمانوں کی طرف بلند کر دیئے، پھر مجھ پر رکھے۔ میں جان گیا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ ﷺ میرے کاشانہ اقدس میں تھے۔ میں آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو مس کرنے لگی اور آپ ﷺ کے لیے شفاء کی دعا کرنے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ میں تو رب تعالیٰ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں تاکہ میں حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے ساتھ سعادت مند ہو سکوں۔ امام احمد نے الزہد میں، ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کو بخار تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے مبارک کپڑے کے اوپر سے آپ ﷺ پر ہاتھ رکھا۔ میں

نے اس کی حرارت کپڑے کے اوپر سے محسوس کی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کو اتنا سخت بخار ہوا ہو۔ جس قدر سخت بخار آپ ﷺ کو ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہمارے لیے اجر بھی دگنا ہوتا ہے۔ لوگوں میں سے سب سے شدید آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر صالحین کی۔

ابن ابی شیبہ، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے برتن تھا، یا پانی تھا۔ آپ ﷺ پانی میں اپنا دستِ اقدس داخل کرتے اور اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے۔ آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ بلاشبہ موت کی سختیاں ہیں، پھر آپ ﷺ نے دست اقدس بلند فرمایا اور فرمایا: الرفیق الاعلیٰ میں۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن جوزی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ ﷺ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپ پیالے میں اپنا دستِ اقدس داخل کرتے پھر اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے، پھر یہ دعا مانگتے: مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔ بلاذری نے ان سے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد کہ میں نے آپ ﷺ پر نزع کی یہ شدت دیکھی۔ میں نے اس شخص پر رشک نہیں کیا جس میں موت خفیف ہو۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں: حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے کسی کے لیے موت کی سختی کو ناپسند نہیں کیا۔

آپ ﷺ کا حکم کہ آپ ﷺ پر پانی انڈیلا جائے تا کہ نفس پاک کو تقویت نصیب ہو

شیخین، ابن سعد اور حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ کی طبیعت گراں ہوئی اور درد نے شدت اختیار کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسے مشکیزوں کے پانی ڈالو جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں۔

شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ ہم نے آپ ﷺ کو بھرے لگن (ٹب) میں بٹھایا۔ یہ لگن حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ہم ان مشکیزوں کا پانی آپ ﷺ پر انڈیلنے لگے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ بس کرو۔ آپ ﷺ باہر صحابہ کرام کی طرف تشریف لائے اور انہیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

ابن اسحاق نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں فرمایا: مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے مجھ پر انڈیلو تا کہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور انہیں وصیت کر سکوں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نے آپ ﷺ کو حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے لگن میں بٹھایا۔ آپ ﷺ پر پانی انڈیلا۔ پانی آپ ﷺ پر چھڑکا۔ آپ ﷺ نے کچھ سکون پایا۔ سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ شہدائے احد کے لیے مغفرت طلب کی، پھر فرمایا: اما بعد! انصار میرے راز داں ہیں۔ میں انہیں کے ہاں آیا ہوں۔ ان کے معزز کی عزت کرو۔ ان کے بروں سے تجاوز کرو۔ سوائے حد کے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور ان نعمتوں کے مابین اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں۔ اس نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا جو اس کے پاس ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔ وہ جان گئے کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی اپنی ہی ذات بابرکات ہے۔ وہ رونے لگے۔ انہوں نے عرض کی: بلکہ ہم اپنی جانیں آپ ﷺ پر فدا کر دیں گے۔ اپنے بیٹے آپ ﷺ پر نثار کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ذرا ٹھہرو۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے سارے دروازے بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔ میں صحابہ کرام میں سے کسی کو نہیں جانتا جس کا احسان ابوبکر سے زیادہ ہو۔ دوسری روایت میں ہے: اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو ابوبکر صدیق کو اپنا خلیل بنا لیتا لیکن صحبت، اخوت اور ایمان (کا رشتہ کافی ہے) حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمیں اپنے ہاں جمع فرما لے۔ امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ اس مرض میں تشریف لائے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے سر اقدس پر سیاہی مائل پٹی باندھ رکھی تھی۔ مبارک شانوں پر

چادر ڈال رکھی تھی۔ آپ ﷺ منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی بھی نہیں جس نے اپنے نفس اور مال کے لحاظ سے ابوبکر سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہو۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے۔ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مہم میں دیر کی۔ آپ ﷺ کو اس وقت درد تھا۔ آپ ﷺ اپنے سر اقدس کو باندھے ہوئے باہر تشریف لائے، حتیٰ کہ منبر پر رونق افروز ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے بارے میں کہا تھا: آپ ﷺ نے نوخیز لڑکے کو جلیل القدر مہاجرین و انصار پر امیر بنا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: اے لوگو! حضرت اسامہ کی مہم کے لیے جلدی کرو۔ بخدا! اگر تم نے ان کی امارت کے بارے میں گفتگو کی تو تم نے اس سے قبل ان کے والد گرامی کی امارت کے بارے میں بھی گفتگو کی تھی۔ یہ بھی امارت کے مستحق ہیں جیسے ان کے والد گرامی امارت کے مستحق تھے، پھر آپ ﷺ منبر پاک سے نیچے تشریف لائے۔ لوگوں نے تیاری میں تیزی کی۔ حضور اکرم ﷺ کا درد ابھی تک برقرار تھا۔ حضرت اسامہ نکلے۔ ان کا لشکر بھی عازم سفر ہوا۔ وہ جرف کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ایک فرسخ دور تھی۔ لشکر وہیں خیمہ زن ہو گیا۔ سارے صحابہ کرام ان کے پاس آ گئے۔ آپ ﷺ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی۔ حضرت اسامہ اور ان کا لشکر وہیں ٹھہر گیا تاکہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کے متعلق کیا فیصلہ کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ باہر جلوہ افروز ہوئے سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے۔ جب منبر پر رونق افروز ہو گئے تو صحابہ کرام نے منبر پاک کو گھیر لیا وہ آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ اقدس میں میری جان ہے۔ میں ابھی حوض پر کھڑا ہوں، پھر آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اس کے بعد سب سے پہلے غزوۂ احد کے

شہداء کے لیے مغفرت طلب کی، پھر فرمایا: رب تعالیٰ کے ایک بندۂ (خاص) کو دنیا اور ان نعمتوں کے مابین اختیار دیا گیا جو رب تعالیٰ کے ہاں ہیں۔ اس بندۂ (خاص) نے اس نعمتوں کو پسند کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رونے لگے۔ ہم ان کے رونے پر متعجب ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! ہم آپ ﷺ پر اپنے آباء، مائیں، جانیں اور اموال قربان کر دیں گے۔ حضور اکرم ﷺ وہ ہستی پاک تھے جسے اختیار دیا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کو جانتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے: ابو بکر! ٹھہرو۔

صحابہ کرام سے فرمانا کہ وہ آپ سے قصاص لے لیں

ابن سعد، ابو یعلی، طبرانی، ابن جریر، بیہقی، ابو نعیم اور ابن جوزی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرا سر (اقدس) باندھو۔ شاید میں مسجد کی طرف نکلوں۔ میں نے ایک پٹی کے ساتھ آپ کا سر اقدس باندھ دیا، پھر آپ ﷺ دو صحابہ کرام کی ٹیک لے کر مسجد نبوی کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، پھر فرمایا: لوگوں کو بلاؤ۔ میں نے صحابہ کرام کو باآواز بلند بلایا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اما بعد! اے لوگو! میں تمہارے پاس اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس جہان رنگ و بُو کو الوداع کہنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں بشر (کامل) ہوں۔ جس کی کمر پر میں نے مارا ہو تو میری کمر یہ ہے۔ وہ اس سے قصاص لے لے۔ جس کا مال میں نے لیا ہو تو یہ میرا مال ہے۔ وہ اس سے لے لے۔ جسے میں نے برا بھلا کہا ہو تو یہ میری عزت ہے وہ اس سے قصاص لے لے۔ کوئی یوں نہ کہے: مجھے حضور اکرم ﷺ سے دشمنی کا خوف تھا۔ آگاہ ہو جاؤ! بغض و کینہ میری طبیعت میں شامل ہی نہیں۔ نہ ہی یہ میری شان کے لائق ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! تم میں سے میرے نزدیک بہترین وہ ہو گا جس نے مجھ سے وہ لے لیا جو اس کا حق تھا، یا میرے لیے اسے حلال کر دیا، تاکہ میں خوشگوار نفس کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مجھے مستغنی نہ

کرے گا حتیٰ کہ میں تم میں کئی بار کھڑا ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نیچے تشریف لائے۔ نمازِ ظہر ادا کی، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اپنے پہلے فرمان کو دھرایا۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر یہ بات ہے تو پھر میرے آپ ﷺ پر تین دراہم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کسی کہنے والے کو نہیں جھٹلاؤں گا۔ میں کسی سے قسم نہیں لوں گا۔ یہ دراہم مجھ پر کس وجہ سے ہیں؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ یاد فرمائیں وہ دن جب ایک مسکین آپ ﷺ کے پاس سے گزرا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا۔ میں نے اسے تین دراہم دیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فضل! اسے تین دراہم دے دو، پھر فرمایا: اے لوگو! جس پر کوئی چیز ہو وہ اسے ادا کرے۔ تم میں سے کوئی شخص یوں نہ کہے۔ دنیا کی رسوائی۔ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان تر ہے، پھر آپ ﷺ نے پہلا فرمان دہرایا، پھر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جس کے پاس مالِ غنیمت سے (چرایا گیا) کچھ مال ہو وہ اسے واپس کر دے۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس تین دراہم تھے جنہیں میں نے راہِ خدا سے حاصل کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے وہ کیوں لیے؟ اس نے عرض کی: میں اس کا محتاج تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فضل! اس سے یہ لے لو، پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! جسے اس کے نفس سے کچھ اندیشہ ہو وہ آئے۔ میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: میں کاذب اور فحش گو ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے صدق عطا فرما۔ اس کا جھوٹ اس سے دور لے جا۔ جب یہ ارادہ کرے۔ ایک اور شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں منافق ہوں۔ میں بخیل اور بزدل ہوں۔ میں بہت زیادہ سوتا ہوں۔ میں بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے شخص! تو نے خود کو رسواء کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن خطاب! دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان ہے، پھر یہ دعا مانگی: مولا! اسے ایمان اور صدق عطا فرما۔ اس کی نیند اس سے دور لے جا۔ نفس کے بخل کو ختم فرما۔ اس کی بزدلی کو شجاعت میں تبدیل فرما۔

حضرت فضیل نے فرمایا: میں نے اس شخص کو دیکھا وہ کسی میدان جنگ میں تھا۔ ہم میں سے کوئی شخص اس سے سخی نہ تھا۔ نہ اس سے بہادر تھا۔ نہ ہی اس سے کم کسی کی نیند تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی۔ آپ ﷺ مسکرا پڑے۔ پھر فرمایا: عمر میرے ساتھ اور میں عمر کے ساتھ ہوں۔ حق عمر کے ساتھ ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ ایک عورت اٹھی۔ اس نے اپنی انگلی سے خواتین کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں، پھر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے سر پر شاخ رکھی اس کے لیے دعا کی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی دعا سے آگاہ نہ تھی۔ جب وہ کہتی تھی: عائشہ! اپنی نماز کو عمدہ کرو۔

تنبیہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں حضرت عکاشہ کا قصہ ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے قصاص کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے شاخ منگوائی۔ اسے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر سے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ لایا گیا۔ یہ روایت باطل ہے اسے طبرانی نے عبدالمنعم بن ادریس سے روایت کیا ہے۔ وہ کذاب اور اشر تھا۔ اس کے موضوع ہونے کے متعلق رازی نے کتاب العلل میں، ابن جوزی اور ذہبی نے العلو الالٰہی المقدس اور شیخ وغیرہ نے کہا ہے۔ اس سے بچو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت کا حکم

آپ ﷺ کا مرضِ وصال کتنے ایام پر محیط تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اکثر سیرت نگاروں نے یہ مدت تیرہ روز لکھی ہے۔ کسی نے ایک دن کم اور کسی نے ایک دن زائد لکھی ہے۔ ایک قول نو ایام کا بھی ہے یہ روایت علامہ بلاذری کی ہے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ایک قول دس ایام کا ہے۔ اسی کو حضرت سلیمان تیمی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لے جاتے رہے سوائے تین ایام کے۔ العیون میں ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ایک روایت کے مطابق سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اسے بلاذری نے ابوبکر بن ابی سبرۃ سے روایت

کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

امام احمد، ابوداؤد اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن زمعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ کے مرض میں اضافہ ہوا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، کچھ اور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے بلایا۔ فرمایا: کسی کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائے۔ انہوں نے فرمایا: میں باہر نکلا۔ صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غائب تھے۔ انہوں نے فرمایا: عمر! اٹھیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب انہوں نے تکبیر کہی اور آپ نے ان کی آواز سنی۔ وہ ایک بلند آواز شخص تھے۔ آپ ﷺ اٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، نہیں نہیں۔ لوگوں کو صرف ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ (ابوبکر) ہی نماز پڑھائیں گے۔ آپ ﷺ نے ناراضگی سے فرمایا: ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اسی امر کا انکار کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق نے وہ نماز پڑھالی تو انہوں نے مجھے فرمایا: ابن زمعہ! تمہاری خیر! تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ جب تم نے مجھے حکم دیا تو میں نے سمجھا تھا کہ تمہیں حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا۔ اگر یوں گمان نہ ہوتا تو میں لوگوں کو کبھی بھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے عرض کی: بخدا! مجھے حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے اس طرح حکم نہ دیا تھا لیکن میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا اور تمہیں دیکھا تو میں نے حاضرین میں سے تمہیں سب سے زیادہ مستحق سمجھا۔

شیخین، ابن سعد، بلاذری، بیہقی اور ابن اسحاق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ مرضِ وصال میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی۔ نماز کا وقت آگیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں، یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کے منتظر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے اسی طرح کیا۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا پھر آپ ﷺ جانے کے لیے اٹھے لیکن بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے۔ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول

اللہ! ﷺ وہ آپ ﷺ کے منتظر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے اسی طرح کیا۔ آپ ﷺ نے غسل کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی: نہیں! وہ آپ ﷺ کے منتظر ہیں۔ لوگ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ آپ ﷺ انہیں نماز عشاء پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کی: ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں۔ جب آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو رونے کی وجہ سے کچھ نہ سنا سکیں گے۔ دوسری روایت میں ہے: وہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ نے پہلے فرمان کی طرح فرمایا۔ فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ آپ ﷺ سے عرض کریں کہ جب ابوبکر آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگ ان کے رونے کی وجہ سے کچھ نہ سن سکیں گے۔ آپ ﷺ عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ نے اسی طرح عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو زنانِ یوسف ہو۔ ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے یہ بار بار گذارش اس لیے کی تھی تاکہ لوگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بدفالی نہ لیں۔ دوسری روایت میں ہے: بخدا! میں نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کیونکہ مجھے یہ پسند تھا کہ رب تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس امر کو پھیر دے۔ میں جانتی تھی کہ لوگ اس شخص سے محبت نہیں کریں گے جسے وہ آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑے دیکھیں گے۔ ہر واقعہ سے وہ ان سے بدفالی لیں گے۔ میں پسند کرتی تھی کہ یہ امر ان سے پھر جائے۔ اور ایک روایت میں ہے: میں جانتی تھی کہ آپ ﷺ کی جگہ جو بھی کھڑا ہوگا لوگ اس سے بدفالی لیں گے۔ میں نے پسند کیا کہ یہ امر ان کے علاوہ کسی اور کی طرف پھر جائے۔ آپ ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رقیق القلب انسان تھے۔ قرآن پڑھتے وقت وہ اپنے آنسو نہ روک سکتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: عمر! لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ اس (سعادت) کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان ایام میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نمازیں پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے کچھ آرام محسوس کیا تو دو

افراد کا سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔نماز ظہر کا وقت تھا۔گویا کہ میں اب بھی آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کو دیکھ رہی ہوں وہ زمین پر گھسٹ رہے تھے۔یہ درد کی شدت کی وجہ سے تھا۔جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔آپ ﷺ نے ان دو صحابہ کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیں۔آپ ﷺ ان کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔آپ ﷺ نے اسی جگہ سے پڑھنا شروع کیا جہاں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چھوڑا تھا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے جبکہ حضور اکرم ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔دوسری روایت میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اقتداء میں اور صحابہ کرام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔

ابن اسحاق، ابن سعد اور بلاذری نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ اس روز نماز سے فارغ ہوئے جب آپ ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف نماز ادا کی تھی۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کی اور فرمایا: آپ ﷺ نے ان کے ساتھ باآواز بلند کلام فرمایا۔آپ ﷺ کی آواز مسجد سے باہر بھی آرہی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! آگ کو بھڑکا دیا گیا ہے۔تاریک رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے آگئے ہیں۔بخدا! لوگ مجھ پر کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔میں نے وہی حلال کیا ہے جسے قرآن پاک نے حلال کیا۔میں نے اس چیز کو حرام کیا جسے قرآن پاک نے حرام کیا۔اے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، اے صفیہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی! اس کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں عمل کرو۔میں تمہیں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔جب آپ ﷺ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طرح ہو گئے ہیں جیسے آپ ﷺ پسند کرتے ہیں۔آج بنت خارجہ کی باری ہے۔میں ان کے پاس چلا جاؤں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضور اکرم ﷺ حجرہ مقدسہ میں آگئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس السنح تشریف لے گئے۔

امام احمد، نسائی، بیہقی اور ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے اپنے مرض وصال میں اس طرح کیا۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا۔ صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا رکھی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نبوت کی بشارات میں سے اب وہ اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان دیکھتا ہے یا اس کو دکھائے جاتے ہیں۔ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن پاک پڑھوں۔ رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کیا کرو۔ سجدوں میں دعا کی کوشش کیا کرو۔ یہ دعا اس امر کی مستحق ہے کہ اسے تمہاری طرف سے قبول کر لی جائے۔

طبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے مرضِ وصال میں حجرہ مقدسہ کا دروازہ کھولا۔ پردہ اٹھایا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ یہ دیکھ کر خوش ہو گئے۔ ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جن ایام میں حضور اکرم ﷺ بیمار تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ جب سوموار کا دن آیا۔ صحابہ کرام صفیں بنائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حجرہ مقدسہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا۔ آپ ﷺ کھڑے تھے۔ گویا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور مصحف کا ورق تھا۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے تبسم فرمایا۔ ہم مسرت سے کھل اٹھے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: مسلمانوں نے گمان کیا کہ وہ آپ ﷺ کی وجہ سے نماز میں آپ ﷺ پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے، تاکہ آپ ﷺ صف تک پہنچیں۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید آپ ﷺ نماز کی طرف آنے لگے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز مکمل کریں۔ آپ ﷺ حجرہ مقدسہ میں داخل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پردہ لٹکا دیا۔ اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں نے آخری بار آپ ﷺ کی زیارت کی تھی وہ سوموار کا دن تھا۔ آپ ﷺ نے پردہ اٹھایا۔ صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا رکھی تھیں۔ جب صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے آواز نکالی۔ آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرو۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا گویا کہ وہ مصحف کا ورق تھا، پھر آپ نے پردہ لٹکا دیا۔ اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

آپ ﷺ کا ارادہ کہ آپ ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے نوشتہ لکھوا دیں مگر آپ ﷺ نے نہ لکھوایا

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر سے فرمایا: میرے پاس کندھے کی ہڈی یا تختی لے کر آؤ تاکہ میں صدیق اکبر کے لیے نوشتہ لکھ دوں تاکہ ان کے متعلق اختلاف نہ ہو۔ جب حضرت عبدالرحمان چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں کہ تمہارے بارے میں اختلاف ہو۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں صدیق اکبر اور ان کے لختِ جگر کی طرف پیغام بھیجوں تاکہ میں عہد لکھوا دوں تاکہ کوئی بات کرنے والا بات نہ کر سکے اور تمنا کرنے والا تمنا نہ کر سکے، پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے۔ مؤمنین دفاع کرتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ دفاع کرتا ہے اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے مرضِ وصال میں آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے اپنے والد گرامی ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک نوشتہ لکھوا دوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا یا کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں مگر صدیق اکبر ہی خلیفہ ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نوشتہ لکھوانے کا ارادہ کیا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ کیا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے لیے نوشتہ لکھوانے کا ارادہ کیا

شیخین نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جمعرات! کیا ہے جمعرات، پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے تر ہو گئے۔ میں نے عرض کی: ابن عباس! جمعرات! اور کیا ہے جمعرات۔ اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لے کر آؤ جس پر میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھوا دوں جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کو شدید درد ہے۔ تمہارے پاس قرآن پاک ہے۔ کتاب الٰہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اہل بیت کا اختلاف ہو گیا۔ وہ باہم تکرار کرنے لگے، کچھ کہہ رہے تھے۔ قریب کر دو۔ آپ ﷺ تمہارے لیے کچھ لکھ دیتے ہیں۔ کچھ حضرت عمر فاروق کا قول دھرا رہے تھے۔ وہ باہم تکرار کرنے لگے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایسا تکرار بھی نہیں ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا: آپ ﷺ کے متعلق اختلاط کا اندیشہ تو نہیں اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اٹھو۔ جب انہوں نے آپ کے پاس تکرار اور بحث زیادہ کی تو فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔ میں اس حالت میں اس سے بہت بہتر ہوں جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ آپ ﷺ نے انہیں اس وقت تین وصیتیں کیں۔ فرمایا: مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا، جو وفد تمہارے پاس آئیں انہیں اسی طرح انعامات دیتے رہنا جس طرح میں دیتا تھا۔ تیسری وصیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہ گئے، یا انہوں نے فرمایا: میں اسے بھول گیا ہوں۔ یہ مصیبت تھی پوری طرح مصیبت جو آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی کتابت کروانے کے مابین حائل ہو گئی۔ یہ صحابہ کرام کے اس بحث و تکرار کی وجہ سے ہوا۔ ابو یعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے وقتِ وصال ایک صحیفہ منگوایا تاکہ آپ ﷺ اس میں کچھ لکھوا دیں تاکہ لوگ اس کے بعد گمراہ نہ ہوں، یا اس میں اپنی امت کے لیے ایسا نوشتہ لکھوا دیں جس کی وجہ سے نہ وہ کسی پر ظلم کریں نہ ان پر ظلم کیا جائے۔ حجرہ

مقدسہ میں شور تھا۔ حضرت عمر نے اسے چھوڑ دیا۔ حضورا کرم ﷺ نے اسے ترک فرما دیا۔
طبرانی نے اللیث بن ابی سلیم کی سند سے، بقیہ افراد ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے شانے کی ہڈی منگوائی۔ فرمایا: یہ ہڈی لے کر آؤ تا کہ میں تمہیں نوشتہ لکھوا دوں تا کہ تم میرے بعد اختلاف نہ کرنے لگو۔ آپ ﷺ اس سے یہ پکڑی جو آپ ﷺ کے پاس تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے ایک عورت نے کہا: تمہاری خیر! حضورا کرم ﷺ تمہیں وصیت کرنے لگے ہیں، بعض قوم نے کہا: تو خاموش ہو جا۔ تیرے پاس عقل نہیں ہے۔ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس عقلیں نہیں ہیں۔

امام احمد اور ابن سعد نے (اس کی سند میں ضعف ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے پاس طبق لے کر آؤں تا کہ آپ ﷺ اس میں کچھ لکھ دیں تا کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت گمراہ نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ ﷺ کی روح مجھ سے قبل پرواز نہ کر جائے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں یاد رکھوں گا۔ آپ ﷺ نے نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے متعلق وصیت کی۔

تنبیہات

۱۔ امام بیہقی اور امام ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے درد کی شدت دیکھی تو آپ ﷺ سے تخفیف کا ارادہ کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے دین حق کو مکمل کر دیا ہے۔ اگر یہ نوشتہ وحی الٰہی ہوتا تو حضورا کرم ﷺ اسے ضرور لکھوا دیتے۔ صحابہ کرام کا بحث وتکرار اس میں خلل نہ ڈالتا، کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔
جیسے دیگر امور کی تبلیغ سے آپ ﷺ کو مخالفین کی مخالفت اور دشمنوں کی عداوت نہ

روک سکی۔ آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا جیسے حضرت سفیان بن عیینہ نے اپنے سے ماقبل کے علماء کرام سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھیں۔ جب آپ ﷺ کو تقدیرِ الٰہی کا علم ہو گیا تو اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی کتابت کو ترک کر دیا۔ جیسے آپ ﷺ نے اپنے مرضِ وصال کے ابتداء میں فرمایا تھا جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: اے میرے سر! پھر آپ ﷺ کے لیے عیاں ہوا کہ اسے نہ لکھا جائے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان انکار کرتے ہیں سوائے ابوبکر کے، پھر آپ ﷺ کی امت کو ان کی خلافت سے آگاہ کر دیا گیا کیونکہ آپ ﷺ نے نماز میں انہیں اپنا نائب مقرر کیا تھا، جبکہ آپ ﷺ خود مسجد نبوی میں نماز کے لیے تشریف نہ لے جا سکے۔

امام بیہقی نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔ امام مازری نے لکھا ہے۔ آپ ﷺ کے حکم کی صراحت کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا اس نوشتہ میں اختلاف جائز ہے، کیونکہ بعض اوقات اوامر میں بھی ایسے قرائن پائے جاتے ہیں جو انہیں وجوب سے منتقل کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے کسی ایسے قرینہ کا اظہار ہوا جس سے اس امر پر دلالت ہو کہ یہ حکم لزوم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اختیار پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے اجتہاد میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امتناع پر عزم مصمم کر لیا، کیونکہ ان کے پاس ایسے قرائن تھے کہ آپ ﷺ نے اسے قصد جازم کے بغیر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کا عزم یا تو وحی کی وجہ سے یا اجتہاد کی بناء پر تھا۔ اسی طرح اس کا ترک بھی اگر وحی کی وجہ سے تھا تو وحی کی وجہ سے تھا۔ اگر اجتہاد کی بنا پر تھا تو اجتہاد کی وجہ سے تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے۔ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان: ہمیں رب تعالیٰ کی کتاب زندہ کافی ہے۔ ان کے فہم کی قوت اور نظر کی دقت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ ایسے امور نہ لکھ دیے جائیں جن سے لوگ عاجز آ جائیں اور وہ سزا کے مستحق بن جائیں، کیونکہ وہ منصوص ہوں گے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ علماء کرام کی طرف سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انکار نہ کیا۔ ان کے موقف کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے کہا تھا۔ ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے، کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:۳۸)

ترجمہ: نہیں نظرانداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس امر کے معارض نہیں ہے کیونکہ وہ ان سے قطعی طور پر زیادہ فقیہ تھے۔ یوں نہ کہا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن پاک پر اکتفاء نہ کیا حالانکہ حبر القرآن تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر سے سارے لوگوں سے زیادہ آگاہ تھے، لیکن انہیں اسی تفصیل اور بیان کے رہ جانے پر افسوس تھا جس سے استنباط کرنا زیادہ عمدہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مال عطا فرمانا، غلام آزاد کرنا

ابن سعد اور طبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سات دینار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا ہوا تھا۔ مرضِ وصال میں فرمایا: عائشہ! وہ سونا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو۔ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے امور میں مشغول ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے کئی بار انہیں فرمایا، پھر آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی۔ آپ ﷺ نے انہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ سوموار کی رات کو آپ ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کسی عورت کے پاس اپنا چراغ بھیجا، فرمایا: اپنی شیشی میں سے کچھ تیل اس چراغ میں ڈال دو۔ حضور اکرم ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔

ابن سعد نے حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس وقت آپ ﷺ کا سر اقدس ان کے سینے پر تھا۔ عائشہ! تم نے اس سونے کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: وہ میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں خرچ (صدقہ) کر دو، پھر آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ ﷺ ان کے سینہ اقدس پر ہی تھے۔ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: عائشہ! کیا تم نے وہ سونا صدقہ کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں! بخدا! یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ ﷺ

نے وہ دینار منگوائے۔ انہیں اپنے دستِ اقدس پر رکھا۔ انہیں شمار کیا یہ چھ تھے۔ فرمایا: محمد عربی ﷺ کا اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں کیا گمان ہوگا۔ اگر انہوں نے اس کے ساتھ اس حال میں ملاقات کر لی کہ یہ ان کے پاس ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ سارے دینار صدقہ کر دیے۔ اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

مسدد، ابن ابی عمر، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے مرضِ وصال میں فرمایا: تم نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ وہ میرے پاس ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے آؤ۔ میں نے اسے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے دستِ اقدس میں رکھا۔ یہ پانچ اور سات کے مابین تھے۔ دستِ اقدس بلند فرمایا۔ فرمایا: انہیں خرچ کر دو۔ فرمایا: محمد عربی (ﷺ) کا کیا گمان ہوگا اگر انہوں نے اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کر لی کہ یہ ان کے پاس ہوں؟ انہیں خرچ کر دو۔

ابو طاہر مخلص نے حضرت سہل بن یوسف سے، انہوں نے اپنے باپ اور جدِ امجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں چالیس غلام آزاد کیے۔

اپنی نورِ نظر حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا

ائمہ خمسہ، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل بیت پاک میں سے عفت مآب خواتین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ تھی۔ یہ آپ ﷺ کے مرضِ وصال کا واقعہ ہے۔ میں نے کسی کو خصلت، چال اور وضع میں اس قدر آپ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا جس طرح اٹھنے بیٹھنے میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے مشابہ تھیں۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آتیں تو آپ ﷺ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کا سر چومتے اور انہیں اپنی

جگہ پر بٹھا لیتے۔ جب آپ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی طرح کرتیں۔ آپ ﷺ کے مرضِ وصال میں وہ چلتی ہوئی آئیں۔ ان کی چال آپ ﷺ کی چال کے بالکل مشابہ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری نورِ نظر کو خوش آمدید! انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھالیا۔ وہ آپ ﷺ پر جھک کر آپ ﷺ کا بوسہ لینے لگیں۔ آپ ﷺ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ وہ رونے لگیں، پھر دوسری بار کان میں کچھ فرمایا تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے کہا: آج تک میں نے مسرت کو غم کے اتنا قریب نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا: حضور اکرم ﷺ نے آپ کو رازوں کے لیے مختص کیا ہے۔ جب آپ اٹھیں تو میں نے عرض کی: مجھے بتائیں کہ آپ ﷺ نے تمہیں کیا سرگوشی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں آپ ﷺ کا راز افشا نہ کروں گی۔ جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ میں نے کہا: میں آپ کو اس حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں جو میرا تم پر ہے۔ مجھے اس راز کے متعلق بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! اب وقت ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے سرگوشی فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل ہر سال مجھ سے قرآن پاک کا دور ایک مرتبہ کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دوبار دور کیا ہے۔ ہر نبی کے بعد تشریف لانے والا نبی اپنے سے ماقبل نبی کی زندگی کے نصف حصہ کو جہانِ رنگ و بو میں بسر کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے مجھے بیان فرمایا کہ اسی مرض میں آپ ﷺ کا وصال ہو جائے گا۔ تم رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ تم صبر کرنا۔ مجھے جبرائیل امین نے بتایا ہے اہل ایمان کی خواتین میں سے کوئی عورت بھی فضیلت میں تم سے برتر نہیں ہے۔ صبر کے اعتبار سے سب سے کمتر نہ ہو جانا۔ میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی، پھر آپ ﷺ نے سرگوشی کی۔ فرمایا: کیا تم اس (سعادت) پر راضی نہیں ہو کہ تم اہل ایمان کی خواتین کی سردار ہو یا اس امت کی خواتین کی سردار ہو؟ یا فرمایا: تم مجھے اہل بیت میں سے سب سے پہلے ملو گی؟ میں مسکرا پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا۔

تنبیہ

حافظ نے لکھا ہے کہ اس امر پر روایات متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں پہلے کیا سرگوشی کی تھی اور وہ گریہ بار ہوئی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کا انہیں یہ بتانا تھا کہ اس مرض میں آپ ﷺ کا وصال ہو جائے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ دوسری بار سرگوشی کیا کی تھی جس پر آپ ﷺ مسکرا پڑیں۔ حضرت عروہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ ہی آپ ﷺ سے ملاقات کریں گی۔ مسروق کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملیں گی اسے پہلے قول کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ یہی قول راجح ہے شاید یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔

وصال کے وقت انصار کے بارے میں وصیت

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سیاہی مائل پٹی سر اقدس کے ساتھ باندھی ہوئی تھی۔ مبارک شانوں پر چادر ڈال رکھی تھی۔ آپ ﷺ منبر پاک پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: امابعد! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے۔ انصار کم ہوتے جائیں گے، حتیٰ کہ یہ لوگوں میں یوں ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ تم میں سے اگر کوئی کسی ایسے امر کا والی بنے جس سے وہ کسی قوم کو نفع دے سکتا ہو اور دوسری قوم کو نقصان دے سکتا ہو تو وہ ان میں سے پاکباز سے قبول کر لے اور ان میں سے گناہ گار سے تجاوز کرے۔ آپ ﷺ کی یہ آخری محفل تھی جس میں آپ رونق افروز ہوئے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ایوب بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مرضِ وصال میں باہر تشریف لائے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ حمد و ثناء کے بعد آپ ﷺ نے شہدائے احد کا ذکر کیا۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا: اے گروہ مہاجرین! تم

بڑھنے لگو گے۔ انصار میں اضافہ نہ ہوگا۔ یہ میرے خواص ہیں جن کی طرف میں آیا ہوں۔ ان کے کریم کا احترام کرو۔ ان کے گناہ گار کو معاف کر دو۔

امام بخاری نے اور سیف بن عمر نے ''الفتوح'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما انصار کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ وہ رو رہے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمیں حضور اکرم ﷺ کی محفل پاک یاد آ گئی تھی۔ ان میں سے ایک بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گئے اور اس واقعہ کے متعلق بتایا۔ سیف نے تحریر کیا ہے۔ جب انصار نے آپ ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ کا درد شدید تھا۔ وہ مسجد نبوی کے ارد گرد گھوم رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ ان کا مقام اور خدشہ بیان کیا۔ حضرت فضل نے بھی اسی طرح بتایا، پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بھی اسی طرح بتایا۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ حضرات علی، فضل اور عباس کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، کسی چادر کے کنارے کے ساتھ آپ ﷺ نے سر اقدس کو باندھ رکھا تھا۔ ٹانگ مبارک زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپ ﷺ منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس پر جلوہ نما نہ ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام تیزی سے آپ ﷺ کی سمت بڑھے۔ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے علم ہوا ہے کہ تم اپنے سے قبل اپنے نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے غمزدہ ہو۔ کون ہے جسے تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اور وہ تم میں ہمیشہ رہا؟ خبردار! میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ تم بھی اس کے ساتھ ملاقات کرنے والے ہو۔ میں تمہیں مہاجرین اولین کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں مہاجرین کو آپس میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (العصر: ۱ تا ۳)

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے۔ بجز ان کے جو ایمان لے آئے

اور نیک عمل کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔

امور اذنِ الٰہی سے رواں ہوتے ہیں۔ کسی امر کا آہستہ آنا تمہیں اس کے جلد آنے پر نہ ابھارے۔ رب تعالیٰ کسی کی عجلت کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا، جو رب تعالیٰ پر غالب آنے کی سعی کرتا ہے رب تعالیٰ اس پر غالب آجاتا ہے۔ جو رب تعالیٰ سے دھوکہ کرتا ہے رب تعالیٰ اسے اس کے دھوکہ کی سزا دیتا ہے۔

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ﴿۲۲﴾ (محمد:۲۲)

ترجمہ: اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کر دو گے اپنی قرابتوں کو۔

میں تمہیں انصار کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ انہوں نے ہی پہلے گھروں میں ٹھہرایا۔ ایمان لائے، کیا انہوں نے تمہارے لیے پھلوں میں سے نصف مختص نہیں کر دیئے؟ کیا انہوں نے تمہارے لیے اپنے گھر کشادہ نہیں کیے؟ کیا انہوں نے تمہیں خود پر ترجیح نہیں دی حالانکہ انہیں خود ضرورت تھی؟ انہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ اب ان کا حق باقی ہے۔ تم میں سے جو شخص دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے کا والی بنے تو وہ ان کے محسن سے قبول کر لے۔ ان کے برے کو معاف کر دے۔ خبردار! ان پر دوسروں کو ترجیح نہ دینا۔ خبردار! میں تمہارا پیش رو ہوں۔ تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ خبردار! ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے۔ جسے پسند ہو کہ وہ کل وہاں آئے تو اسے اپنی زبان اور ہاتھ کو روک لینا چاہیے۔ اے لوگو! گناہ نفوس کو بدل دیتے ہیں۔ قسمت تبدیل کر دیتے ہیں۔

صحابہ کرام کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جمع فرمانا اور ان کے لیے وصیت کرنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے نبی کریم اور

حبیب لبیب ﷺ نے اپنے وصال کے متعلق بتا دیا تھا۔ جب فراق کا وقت قریب آیا تو ہمیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جمع کیا۔ آپ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا۔ چشمانِ مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ آپ ﷺ نے زمین کی سمت دیکھا پھر فرمایا: تمہیں خوش آمدید! رب تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے۔ رب تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ رب تعالیٰ تمہیں پناہ دے۔ رب تعالیٰ تم سے قبول کرلے۔ میں تمہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ کے حضور تمہاری خیر کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ میں تم پر اسے جانشین مقرر کرتا ہوں۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے تمہارے پاس نذیر اور بشیر بن کر آیا ہوں۔ رب تعالیٰ کے بندوں اور شہروں میں اس پر سرکشی نہ کرو۔ رب تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ (القصص: ۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کردیں گے اس کو ان لوگوں کے لیے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾ (الزمر: ۶۰)

ترجمہ: کیا نہیں ہے ٹھکانہ جہنم میں تکبر کرنے والوں کا؟

ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کا وصال کب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ لوٹ کر رب تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنۃ الماویٰ، فردوس اعلیٰ کاس (جام) اوفی لبریز، عیش اور مبارک حصہ کی طرف ذوزنگی ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کو غسل کون دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل بیت میں سے کچھ افراد درجہ بہ درجہ۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ ﷺ کو کس میں کفن دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو انہی کپڑوں میں، یا مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمنی حلہ میں۔ ہم نے عرض کی: آپ ﷺ پر نماز جنازہ کون پڑھے گا؟ آپ رونے لگے۔ ہم بھی

رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: اطمینان سے، رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ تمہارے نبی کریم ﷺ کی طرف سے تمہیں عمدہ جزاء دے۔ جب تم مجھے غسل دے لو۔ مجھے کفن دے لو۔ مجھے اس چارپائی پر رکھ لو تو اسے میری قبر انور کے کنارے پر رکھ دینا، پھر کچھ دیر کے لیے مجھ سے دور چلے جانا۔ سب سے پہلے میرے خلیل اور دوست حضرت جبرائیل امین علیہ السلام مجھ پر درود و سلام پیش کریں گے پھر حضرات میکائیل و اسرافیل درود و سلام پیش کریں گے، پھر فرشتہ اجل اپنے سارے لشکر کے ہمراہ مجھ پر درود و سلام پیش کریں گے، پھر گروہ در گروہ میرے پاس آنا۔ مجھ پر درود و سلام پیش کرنا۔ کوئی تمہاری امامت نہ کرائے۔ نہ مجھے شور و غل سے تکلیف دینا۔ اپنے آپ ﷺ پر میری طرف سے سلام بھیجنا۔ میرے جو صحابہ کرام یہاں موجود نہیں انہیں میری طرف سے سلام دینا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہر اس شخص پر سلام بھیجا ہے جو اسلام میں داخل ہوا۔ میرے دین کی اتباع کی۔ یہ سعادت مندی روز حشر تک ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کو قبر انور میں کون داخل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت میں سے مرد حضرات، درجہ بہ درجہ۔ ان کے ہمراہ کثیر فرشتے ہوں گے۔ وہ تمہیں دیکھتے ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھتے۔ اس روایت کے راوی درج ذیل ہیں:

اسے بزار نے محمد بن اسماعیل بن سمرہ الاحمسی سے، انہوں نے عبدالرحمان بن محمد محاربی سے، انہوں نے ابن الاصبہانی سے، انہوں نے مرہ بن عبداللہ سے، عبدالرحمان نے مرہ سے نہیں سنا جیسے بزار نے کہا ہے۔ اس کے اور اس کے مابین دو راوی ہیں۔ جیسے ابن منیع اور طبرانی نے روایت کیا ہے یا تین راوی ہیں جیسے ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ اسے طبرانی، خلاد بن مسلم اور اشعث بن طلیق سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے جرح اور تعدیل کا ذکر نہیں کیا۔ اسے حسن عرنی اور خلاد بن مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابو مسلم کوفیوں میں سے ثقہ ہیں۔ میں نے اپنے والد گرامی اور ابو زرعہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا۔ اسے ازدی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی روایت صحیح نہیں ہے، لیکن انہوں نے اپنے والد گرامی کا نام مٹا دیا ہے اور

فرمایا ہے: انہوں نے مطابقت کی ہے۔ حسن عرنی ابن عبداللہ ثقہ ہیں۔ ان سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد نے اپنے شیخ محمد بن عمر سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے، انہوں نے ابن ابی عون سے، اور انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسے احمد بن منیع نے اپنی مسند میں، طبرانی نے الدعاء میں، ابن اصبہانی سے اور انہوں نے اشعث بن طلیق سے روایت کیا ہے، انہوں نے حسن عرنی سے روایت کیا ہے، وہ مرہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ ابن جریر نے محمد بن عمر صباح ہمذانی سے، انہوں نے یحیٰی بن عبدالرحمان سے، انہوں نے مسلم بن جعفر البجلی سے، انہوں نے عبدالملک بن اصبہانی سے، انہوں نے خلاد اسدی سے، اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد نے محمد بن عمر سے، انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے، انہوں نے ابوعون سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

طبرانی نے "الدعاء" میں ابن عیینہ کی سند سے روایت کیا ہے، انہوں نے نبیط بن شریط سے، انہوں نے عبدالملک بن عبدالرحمان الاصفہانی سے، انہوں نے اشعث بن طلیق سے، انہوں نے حسن عرنی کو سنا، وہ مرۃ سے روایت کرتے تھے۔ اسی طرح محمد بن ابان بلخی نے عمرو بن محمد عبقری سے، انہوں نے عبدالملک الاصبہانی سے، انہوں نے خلاد بن صفار سے، انہوں نے اشعث بن طلیق سے اور انہوں نے حسن مرنی سے اور انہوں نے مرہ سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے سلام بن سلیم الطویل کی سند سے، انہوں نے عبدالملک بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: سلام الطویل اس روایت میں منفرد ہیں لیکن سابقہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہوگا کہ سلام منفرد نہیں ہیں۔ ابوالحسن بن ضحاک نے سیف کی سند سے بشر بن فضل سے، انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوبکر! اس دین حق کے اولین افراد میں سے چالیس افراد میرے لیے جمع کریں۔ ان کے ساتھ عمر فاروق کو بھی بلانا۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ یہ آپ ﷺ کے وصال سے پندرہ روز قبل کا واقعہ ہے۔ آپ نے ان کے لیے محبت کا

اظہار کیا۔ ان کے لیے دعا کی۔ ان سے عہد لیے۔ انہیں گواہ بنایا۔ یہ آخری وصیت تھی جو آپ نے کی تھی۔"

ابن ابی شیبہ، ابو یعلیٰ، نسائی نے الکبریٰ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے کہ سب سے آخر میں آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بات کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا اس روز آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں تھے۔ آپ ہر صبح کئی بار پوچھتے: "علی آئے ہیں۔" حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ ﷺ نے انہیں کسی ضروری کام کے لیے بھیجا تھا۔ ہم حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ اس کے پاس بیٹھ گئے، میں دروازے کے سب سے زیادہ قریب تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ پر جھک گئے۔ آپ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ ان کے کان میں کچھ کہنے لگے۔ اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ سب سے آخر میں آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئے تھے۔"

نماز اور امورِ دین کی وصیت

امام احمد، شیخین، نسائی، ابن ماجہ، ابن سعد، بیہقی اور ابن جوزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آیا اور روحِ مبارک حلقوم تک پہنچی تو آپ ﷺ کی عام وصیت یہ تھی "نماز اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "نماز ادا کرو اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔" حتیٰ کہ انہی الفاظ پر آپ ﷺ کے سینہ اقدس میں غرغرہ پیدا ہو گیا۔ یہی کلمات آپ کی زبانِ اقدس سے نکل رہے تھے۔"

امام بخاری کے علاوہ محدثین کے ایک گروہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے دینار، درہم، بکری اور اونٹ نہ چھوڑا نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔" امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن سعد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز! نماز! اور غلاموں کے ساتھ حسنِ

سلوک۔" آپ ﷺ اسی سے گفتگو کرنے لگے یہی آپ ﷺ کے آخری کلمات تھے۔"

ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا۔ فرمایا: "غلاموں کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ان کی کمروں پر عمدہ کپڑے پہناؤ۔ ان کے پیٹوں کو سیر کرو۔ اور ان کے لیے نرم بات کرو۔" محدثین کی ایک جماعت نے (سوائے ابوداؤد کے) طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "کیا حضور اکرم ﷺ نے وصیت کی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے عرض کی: "آپ ﷺ نے لوگوں کو کیسے لکھوایا۔ انہیں حکم دیا مگر وصیت نہ کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آپ ﷺ نے کتاب الٰہی کے مطابق وصیت کی تھی۔" ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا آخری کلام یہ تھا۔ "نماز اور غلاموں سے حسنِ سلوک۔" اسی سے آپ ﷺ کے نفس میں غرغرہ پیدا ہوگیا۔

آپ ﷺ کا خدشہ کہ کہیں آپ کی قبر انور کو مسجد نہ بنالیا جائے

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ اپنے چہرۂ انور پر چادر ڈال دیتے تھے، پھر اسے چہرۂ انور سے ہٹا لیتے تھے۔ آپ ﷺ اس کیفیت میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء (کرام) کی قبور کو مساجد بنا لیا۔" حضرت ام المومنین نے فرمایا: "آپ ﷺ نے اس طرح کے عمل سے محتاط رہنے کا حکم دیا جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبور کو مساجد بنالیا۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اگر یوں نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر انور کو

واضح کر دیا جاتا۔" آپ ﷺ کو خدشہ تھا کہ آپ ﷺ کی قبر انور کو مسجد نہ بنالیا جائے۔" طیالسی، امام احمد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا: "میرے صحابہ کرام کو میرے پاس بلاؤ۔" وہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے مٹیالے رنگ کی چادر مبارک اوڑھ رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنالیا تھا۔"

ابن ابی شیبہ، حارث اور ابو یعلیٰ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ بیمار تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ آرام فرما تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا چہرۂ انور عدنی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: "رب تعالیٰ یہود پر لعنت کرے وہ بکری کی چربی کو حرام کرتے تھے اور اس کی قیمت کھا جاتے تھے۔" حارث نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مرضِ وصال میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے بٹھاؤ۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سینہ اقدس تک بٹھایا۔

آپ ﷺ کا آخری کلام

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب آپ ﷺ کی علالت میں اضافہ ہوا اور درد نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: "ہائے میرے والد گرامی کا درد!" آپ ﷺ نے فرمایا: "آج کے بعد تمہارے والد گرامی کو کوئی درد نہ ہوگا۔" یہ امام احمد کی روایت ہے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: "تمہارے والد گرامی کے وصال کا وقت آگیا ہے جس سے رب تعالیٰ کسی کو نجات دلانے والا نہیں تاکہ روزِ حشر کے وعدہ کو پورا کرے۔"

ابن سعد اور شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سنا کرتی تھی کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا مگر اسے دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دیا جاتا ہے۔ مرض

وصال میں آپ ﷺ کا گلا بیٹھ گیا۔ میں نے آپ ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء:۶۹)

ترجمہ: ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں ان کے ساتھی۔

میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے۔"

امام احمد، ابن سعد، شیخین اور بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ بیمار ہو جاتے تھے تو حضرت جبرائیل امین آپ ﷺ کو دم کرتے تھے۔" دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کلمات سے دم کرتے تھے:

اذهب الباس رب الناس اشف انت الشافی شفاء لا يغادر سقما۔

جب آپ ﷺ کی مرض نے شدت اختیار کی تو میں نے آپ ﷺ کا دستِ کرم تھاما۔ میں اسے چھونے لگی اور دم کرنے لگی۔ آپ ﷺ نے میرے ہاتھ سے اپنا دستِ اقدس چھین لیا۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ ہاتھ مجھ سے اٹھا لو۔ یہ مجھے کبھی فائدہ دیتا تھا۔" حاکم نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے آخری کلمات یہ نکلے تھے "جلال ربی الرفیع۔"

نسائی اور حارث بن ابی اسامہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ ﷺ میری گود میں تھے۔ میں آپ ﷺ کو چھونے لگی اور ان کلمات کے ساتھ آپ ﷺ کے لیے شفاء کی دعا کرنے لگی: "اذهب الباس رب الناس"۔ آپ ﷺ کو افاقہ ہوا۔ اپنا دستِ اقدس میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں تو رب تعالیٰ سے حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ الرفیق الاعلی الاسعد کا سوال کرتا ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ آئے۔ انہوں نے پوچھا: ''امیر المومنین! حضور اکرم ﷺ نے آخری گفتگو کیا فرمائی تھی؟'' انہوں نے فرمایا: ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔'' انہوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''نماز نماز!'' حضرت کعب نے فرمایا: ''انبیائے کرام کی آخری گفتگو اسی طرح ہوتی ہے۔'' بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے حجرۂ مقدسہ کا پردہ اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے پٹی باندھی ہوئی تھی۔ یہ آپ ﷺ کے مرضِ وصال کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے کہا: ''مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''مبشرات النبوۃ میں سے صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔ جنہیں پاکباز بندہ دیکھتا ہے یا اس کو دکھائے جاتے ہیں۔''

امام احمد نے دو اسناد سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ کا آخری کلام یہ تھا: ''اہلِ حجاز کے یہودیوں اور اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ جان لو! لوگوں میں سے شریر افراد وہ ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنالیا تھا۔''

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے چمڑے یا لکڑی کا برتن تھا۔ جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے ہاتھ پانی میں داخل کرتے۔ اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے پھر فرماتے: ''لا الٰہ الا اللہ۔'' بلاشبہ موت کے لیے سکرات (سختیاں) ہیں، پھر دایاں دست اقدس بلند فرما دیتے اور فرماتے: ''الرفیق الاعلیٰ۔'' حتیٰ کہ آپ ﷺ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ آپ ﷺ کا ہاتھ پانی میں مائل ہو گیا۔

ابن سعد اور بیہقی نے روایت کیا ہے امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے وصال سے تین روز قبل فرمایا تھا ''رب تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھو۔'' امام احمد، ترمذی، نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ پر نزع کی کیفیت دیکھی۔ آپ ﷺ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ

ﷺ پیالے میں اپنا دستِ اقدس ڈالتے پھر چہرۂ انور پر مل لیتے۔ یہ عرض کرتے: ''مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔''

امام احمد نے اس سند سے روایت کیا ہے۔ جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس سے مجھ پر وصال آسان ہوگیا ہے کہ میں نے جنت میں عائشہ کے ہاتھ کی سفیدی دیکھی ہے۔'' ابن سعد نے اسے امام شعبی سے مرسلاً روایت کیا ہے یہ آپ ﷺ کی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی علامت ہے۔

آخری نماز جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو پڑھائی

امام بخاری اور امام بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سر اقدس کو پٹی سے باندھا ہوا تھا۔ آپ کا مرضِ وصال تھا۔ آپ نے ایک کپڑا لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے ہمیں نمازِ مغرب پڑھائی۔ اس میں سورۃ المرسلات تلاوت کی۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی، حتیٰ کہ آپ نے رب تعالیٰ سے ملاقات کرلی، یعنی اس کے بعد صحابہ کرام کو نماز نہ پڑھائی۔

امام بیہقی نے دو اسناد سے، ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''وہ آخری نماز جسے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ پڑھا تھا وہ ایک چادر میں تھی۔ جس کی طرفوں کو آپ ﷺ نے لٹکا رکھا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: ''میرے لیے اسامہ بن زید کو بلاؤ۔ اپنی کمر ان کے سینے کے ساتھ لگا دی۔ یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے پڑھائی تھی۔''

امام بیہقی نے لکھا ہے ''اس میں اس امر پر دلالت ہے کہ وہ نماز جسے آپ ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھا تھا۔ وہ سوموار کے روز نمازِ صبح تھی۔ اسی روز آپ کا وصال ہوا تھا۔ یہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے پڑھی تھی، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سوموار کے روز بوقتِ چاشت وصال فرمایا تھا۔'' ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عقبہ اور عروہ نے

ان کی اتباع کی ہے۔ یہ ضعیف قول ہے، بلکہ یہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ ادا کی تھی، پھر یہ درست نہیں کہ یہ یومِ وصال کے پیر کے روز کی نمازِ صبح ہو، کیونکہ وہ نماز آپ ﷺ نے جماعت کے ساتھ نہ پڑھی تھی، بلکہ ضعف کی وجہ سے اسے گھر میں ہی ادا کیا تھا۔ اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو آپ ﷺ کی تاریخ وصال کے بارے میں ہے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ آپ نے پیر کے روز نمازِ صبح صحابہ کرام کے ساتھ ادا نہ کی تھی، بلکہ آپ ﷺ اس روز ان کی طرف نہ نکلے تھے۔ اسی طرح آخری نماز جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ ادا کی تھی وہ نمازِ ظہر تھی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ واضح روایت مروی ہے۔ یہ سیدنا ابوبکر کی نماز کے بارے میں ہے یہ جمعرات کا دن تھا۔ ہفتہ کا روز نہ تھا نہ ہی اتوار کا دن تھا جیسے امام بیہقی نے مغازی ابن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے، جیسے کہ ہم نے تحریر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ آپ ﷺ جمعۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار کے روز ان سے منقطع نہ ہوئے تھے۔ یہ تینوں ایام مکمل تھے۔"

وصال سے قبل مسواک کا استعمال

شیخین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے جو مجھ پر انعام فرمایا تھا وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال میرے حجرہ مقدسہ میں ہوا تھا۔ آپ ﷺ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اور میرے تھوک مبارک کو جمع کر دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی یا سبز شاخ تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ میں نے دیکھا آپ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں جان گئی کہ آپ ﷺ مسواک کو پسند فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کی: "کیا میں آپ ﷺ کو مسواک پیش کروں؟" آپ ﷺ نے سر اقدس کا اشارہ کیا: "ہاں! میں نے اسے توڑا۔ اسے چبایا۔ اور اسے آپ ﷺ کو پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے خوبصورت انداز سے مسواک کی جیسے کہ آپ ﷺ کرتے تھے۔"

محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں سر اقدس بلند کیا۔ میں نے اسے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ حضرت اسامہ بن زید آئے اور ان کے ہاتھ میں اراک کی تر مسواک تھی۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ لیا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ نے مسواک کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے اسے پکڑا۔ اسے اپنے منہ میں چبایا۔ میں نے آپ ﷺ کو مسواک پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے پکڑا منہ مبارک کے قریب لے گئے۔ ہاتھ پر لرزہ طاری ہوا۔ مسواک ہاتھ سے گر پڑی۔"

حارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی شیبہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ پر نزع کی کیفیت دیکھی تو اس کے بعد کسی کی موت کی شدت کو ناپسند نہیں کرتی۔" ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ ﷺ پر نزع کے عالم کی شدت دیکھ کر مومن کی موت کی شدت پر رشک کرتی تھی۔"

تنبیہ

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس مسواک والی روایت میں از روئے فقہ نظافت و پاکیزگی کا درس ملتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جسے شہادت یا موت کا خدشہ ہو اس کے لیے زیر ناف بال صاف کرنا مستحب ہے، کیونکہ وہ بارگاہِ ربوبیت میں جانے لگا ہے، جیسے نمازی رب تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ نظافت دونوں امور کے لیے ضروری ہے۔

اپنے نفسِ پاک کو عتاب

ابن سعد نے حضرت ابو الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب بھی آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے جب مرضِ وصال آیا تو آپ ﷺ نے شفاء کے لیے دعا نہ کی۔ آپ ﷺ یوں فرمانے لگے: "اے نفس! تجھے کیا ہے۔ تجھے پوری طرح پناہ مل جائے گی۔"

روایت ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو قبض کر لیا گیا آپ ﷺ نے جنت میں اپنا مقامِ رفیع دیکھا، پھر آپ ﷺ کی طرف روح کو لوٹا دیا گیا، پھر آپ ﷺ کو اختیار دے دیا گیا

امام احمد، شیخین، ابن سعد، طبرانی اور ابو نعیم نے صحیح سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے: "ہر نبی کی روح مبارک کو قبض کر لیا جاتا ہے۔ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتا ہے۔ پھر اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔" مجھے یہ حدیث پاک یاد تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا لمحہ بھر کے لیے آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک جھک گئی۔ میں نے کہا: "آپ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔" میں اسے پہچان گئی جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ نے حجرہ مقدسہ کی چھت کی طرف دیکھا۔ نظر کرم بلند فرمائی۔ فرمایا: "بخدا! پھر تو میں رفیق اعلیٰ کو ہی اختیار کروں گا۔ حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ، انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے ان کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔" میں جان گئی کہ آپ ﷺ نے ہمیں جو حدیث پاک بیان کی تھی وہ صحیح ہے۔" حافظ نے مغازی میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اسی حالت میں حضرت جبرائیل آپ ﷺ پر نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو اختیار دیا۔ پہلے اس موضوع کے متعلق روایات گزر چکی ہیں۔

حضرت جبرائیل امین کا آپ ﷺ کی خدمت میں آنا، فرشتۂ اجل کا اذن طلب کرنا، آسمانِ دنیا کے فرشتے حضرت اسماعیل کو دیکھنا، روح مبارک کو قبض کرنا، اس کے باہر نکلنے کی کیفیت اور ان کپڑوں کی صفت جن میں روح قبض کی گئی تھی

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے

مفصل روایت کیا ہے، امام شافعی نے اپنی سند میں، طبرانی نے ابوالحسین سے مرسلاً روایت کیا ہے، محمد بن یحییٰ اور بقی بن مخلد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال سے تین روز قبل حضرت جبرائیل امین آپ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: ''محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم یا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر، فضیلت اور خصوصیت کے لیے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ ﷺ سے پوچھے کہ آپ ﷺ کیسے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔

ابن جوزی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ''حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں، اے جبرائیل! میں خود کو مکروب پاتا ہوں۔'' دوسرے روز حضرت جبرائیل دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ یہ آپ ﷺ کی عزت و فضیلت اور خصوصیت ہے۔ وہ آپ ﷺ سے پوچھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے متعلق آپ ﷺ سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ خود کو کیسے پاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں۔ جبرائیل! میں خود کو مکروب (درد والا) پاتا ہوں۔''

تیسرے روز حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ساتھ فرشتۂ اجل بھی تھا۔ ان کے ہمراہ ایک اور فرشتہ بھی تھا، جو ہوا کو پرسکون کرتا تھا۔ وہ نہ تو کبھی آسمان کی طرف چڑھا تھا نہ ہی زمین کی طرف اترا تھا۔ اسے اسماعیل کہا جاتا تھا۔ وہ ستر ہزار فرشتوں کا سردار تھا۔ ان میں سے ہر ہر فرشتہ ستر ستر ہزار فرشتوں پر مقرر تھا۔ حضرت جبرائیل ان سے قبل حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر اور فضیلت کی وجہ سے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ آپ ﷺ سے پوچھ رہا ہے کہ آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟ حالانکہ وہ آپ ﷺ سے زیادہ جانتا ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ابن جوزی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضرت

جبرائیل امین نے عرض کی: ''محمد مصطفیٰ ﷺ رب تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیج رہا ہے۔ وہ پوچھ رہا ہے کہ آپ ﷺ خود کو کیسے پاتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل! میں اپنے آپ کو مغموم پاتا ہوں۔ جبرائیل! میں اپنے آپ کو مکروب پاتا ہوں۔''

امام بیہقی نے حضرت ابوالحویرث سے روایت کیا ہے کہ سیدنا جبرائیل امین نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''رب تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ ﷺ سے فرماتا ہے'' اگر آپ ﷺ پسند کریں تو میں آپ ﷺ کو شفاء دے دیتا ہوں۔ آپ ﷺ کی کفایت کرتا ہوں۔ اگر آپ ﷺ پسند کریں تو میں آپ کا وصال کراتا ہوں اور آپ (کی امت) کی مغفرت کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میرے رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ مجھ سے جو چاہے کرے۔'' پھر فرشتہ اجل نے دروازے پر اذن طلب کیا۔ سیدنا جبرائیل امین نے عرض کی: ''احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ملک الموت ہیں جو آپ ﷺ سے اذن طلب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے قبل انہوں نے کسی سے اذن طلب نہیں کیا نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی سے اذن طلب کریں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اذن دے دو۔'' انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ ﷺ کا رب تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے۔'' انہوں نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ فرشتہ اجل نے نہ تو آپ ﷺ سے قبل کسی گھرانہ والوں پر سلام بھیجا نہ آپ ﷺ کے بعد بھیجے گا۔'' وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ ﷺ مجھے حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ کی روح قبض کر لیتا ہوں اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ ﷺ مجھے حکم دیتے ہیں تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فرشتہ اجل جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔'' انہوں نے عرض کی: ''ٹھیک ہے مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر اس حکم پر عمل کروں جو آپ مجھے دیں۔'' سیدنا جبرائیل نے عرض کی: ''احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ آپ ﷺ سے ملاقات کرنے کا

مشتاق ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے فرشتۂ اجل! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو۔" سیدنا جبرائیل امین نے عرض کی: "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" اب یہ میرا زمین پر آنا آخری بار تھا۔"

ابن جوزی نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "اب میرا زمین پر آنا آخری بار تھا۔ میں آپ ﷺ کے بعد کسی مرنے والے سے اذن طلب نہ کروں گا۔ نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کبھی زمین پر اتروں گا۔" آپ ﷺ نے سکرات الموت کو پالیا۔" امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ آپ ﷺ کا سر اقدس میرے کندھے پر تھا آپ ﷺ کا سر اقدس میرے سر کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید آپ ﷺ کو میرے سر سے کوئی ضرورت ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے منہ مبارک سے ٹھنڈا ذرہ نکالا۔ وہ میرے سینے پر گر پڑا۔ میری جلد لرز اٹھی۔ میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ میں نے کپڑے سے آپ کو ڈھانپ دیا۔

طبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے دست اقدس کو بڑھانے لگے۔ فرمایا: "جبرائیل! وہ اسی کو قبض کرتا ہے وہ اسی کو پھیلاتا ہے۔" ابن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ کچھ دیر تک آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری رہی۔ پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے نگاہِ پاک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا۔"

حضرت ابوالحویرث نے امام بیہقی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔ جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔" حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے وہ کچھ سنا جو میں نے پہلے نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے "جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔" وہ عرض کر رہے تھے: "لبیک لبیک لبیک!" محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! زمین پر یہ میرا آنا آخری بار تھا۔ دنیا میں میرا مدعا آپ ﷺ ہی تھے۔" ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو فرشتۂ اجل روتا ہوا آسمان کی طرف چلا گیا۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے آسمان سے صدا سنی جس میں کہا گیا تھا "وا محمداہ"۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا درد شدید ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج دیا۔ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ ہر ہر ام المؤمنین رضی اللہ عنہن نے اپنے اپنے گھر پیغام بھیج دیا۔ وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ ﷺ کا سر اقدس حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر تھا۔"

علامہ بلاذری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک دن آپ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرخ تھا۔ جبین اطہر سے پسینے کے قطرات گر رہے تھے۔ میں نے اس سے قبل کسی کو عالم نزع میں نہ دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "مجھے اٹھاؤ۔" میں نے آپ ﷺ کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ پر رکھا۔ آپ ﷺ کا سر اقدس پھر گیا۔ میں نے ہاتھ اٹھایا۔ اس سے ایک ٹھنڈا قطرہ میرے سینے پر گرا، پھر آپ ﷺ بستر پر آ گئے۔ ہم نے آپ ﷺ کو چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ آپ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔"

امام احمد، بزار اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ کی روح مبارک نکلی تو میں نے اتنی عمدہ خوشبو سونگھی کہ اتنی اچھی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی۔" ابو یعلیٰ اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "پھر آپ ﷺ نے میری طرف چہرۂ انور کیا۔ جب آپ ﷺ کا منہ مبارک میرے سینے کے سامنے تھا تو اس سے ایک ٹھنڈا ذرہ گرا۔ جس سے میری جلد لرز اٹھی۔ میرے چہرے پر سے مشک کی خوشبو اٹھی۔ آپ ﷺ کا سر اقدس مائل ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو پکڑا۔ آپ ﷺ کو بستر پر لٹا دیا اور چہرۂ انور ڈھانپ دیا۔"

امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے

اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینۂ اقدس پر رکھا۔ اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ اب پوری مدت گزر چکی ہے۔ میں کھاتی ہوں۔ وضو کرتی ہوں لیکن میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہیں گئی۔" علامہ بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی روح مبارک قبض ہوگئی تو آپ ﷺ کو کپڑے سے لپیٹ دیا گیا۔ ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ ہم رو رہے تھے۔ ایک آنے والا آیا اس کی آہٹ تو ہم سن رہے تھے اس کا وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "السلام علیکم یا اهل البیت و رحمة الله و بر کاتهٔ۔" بلاذری نے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آلِ عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کا ذائقہ اور پوری مل کر رہے گی تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

رب تعالیٰ ہر جانے والے کا جانشین مقرر فرماتا ہے، ہر مصیبت سے صبر وہی عطا فرماتا ہے۔ ہر جانے والی چیز کا بدل وہی عطا کرتا ہے۔ تم رب تعالیٰ پر ہی اعتماد رکھو۔ اسی کی طرف رجوع کرو۔" ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: "تمہاری نظر حضور اکرم ﷺ پر اور اپنی مصیبت پر ہے۔ مصیبت زدہ وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم کر دیا جائے۔"

بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہمارا گمان تھا وہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وہ ہمارے ساتھ تعزیت کرنے آئے تھے۔" امام شعبی نے حضرت بقی بن مخلد سے اور مدائنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تمہارے نبی کریم ﷺ کی تم سے تعزیت کرنے آئے تھے۔" امام بخاری، طبرانی اور ابن سعد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے کہا: "اے میرے والد گرامی! آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہہ دیا۔" والد گرامی! جنت الفردوس کو

اپنا مقام بنا لیا۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ ﷺ کے وصال کی خبر دی، والد گرامی! آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے کتنے قریب ہیں۔" امام احمد اور شیخین نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے ایک تہہ شدہ چادر اور موٹا ازار بند نکالا۔ فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ان دونوں کپڑوں میں ہوا تھا۔"

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ میرے سینے پر تھے۔ اس روز میری باری تھی۔ میں نے اس میں کسی پر ظلم نہ کیا تھا۔ یہ میرا بھولا پن اور نوعمری تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ آپ ﷺ میرے حجرے میں تھے۔ میں نے آپ ﷺ کا سر اقدس تکیہ پر رکھا اور اٹھ کر خواتین کے ساتھ رونے لگی۔

بزار اور ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے مرضِ وصال میں آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور اور طلعتِ زیبا پر پسینے کے قطرات تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "مجھے بٹھاؤ۔ میں نے آپ ﷺ کو اپنی طرف بٹھایا۔ میرا ہاتھ آپ ﷺ کو لگا۔ آپ ﷺ نے سر اقدس پھیرا۔ میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ میرا خیال تھا کہ آپ ﷺ نے میرے سر سے کسی چیز کا ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کے منہ مبارک سے ایک ٹھنڈا ذرہ میرے سینے پر گر پڑا۔ آپ ﷺ جھک گئے۔ آپ ﷺ بستر پر آ گئے۔ میں نے آپ ﷺ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ میں نے اس سے قبل کسی کو عالمِ نزع میں نہ دیکھا تھا۔"

تنبیہات

۱- "رب تعالیٰ آپ ﷺ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔" اس کا مفہوم یہ ہے اس نے آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔ آپ ﷺ کو دنیا سے آخرت کی طرف لے کر جا رہا ہے تاکہ آپ ﷺ کے قرب اور عزت و کرامت میں اضافہ ہو جائے۔

۲- امام بیہقی اور ابو نعیم نے واقدی کی سند سے ان کے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کے وصال کے متعلق شک گزرا۔ بعض نے کہا: "آپ ﷺ کا

وصال ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا: "آپ ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔" حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے مبارک شانوں کے مابین ہاتھ رکھا۔ انہوں نے فرمایا: "مبارک شانوں کے مابین سے مہر نبوت کو اٹھا لیا گیا ہے۔" اسی سے آپ ﷺ کے وصال کی پہچان ہو گئی۔"

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ واقدی ضعیف ہیں۔ ان کے شیوخ کے نام نہیں لیے گئے۔ یہ ہر حالت کے اعتبار سے منقطع روایت ہے۔ یہ صحیح روایت کے مخالف ہے۔ اس میں شدید غرابت ہے۔" میں کہتا ہوں "الزھر" میں ہے کہ امام حاکم نے اسے تاریخ نیشاپور میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ میں نے تاریخ منگوائی تاکہ اس کی سند دیکھوں۔ میں نے اس کی کئی جلدیں دیکھیں۔ میں نے وہاں مطالعہ کیا۔ میں نے وہاں یہ نہ دیکھا۔ ان کے حالات تحریر کیے جائیں۔ اس کے متعلق بہت سے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔"

۳- سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے یہ مشہور ہے کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد زمین پر نہیں آئے۔ شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس چیز کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے بطلان کی دلیل وہ روایت ہے۔ جیسے امام طبرانی نے حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا جنبی سو سکتا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس حالت میں اس کا سونا پسند نہیں حتیٰ کہ وہ وضو کر لے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ مر جائے گا اور جبرائیل امین اس کی تیاری نہ کریں گے۔" اسی طرح نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دجال مکہ مکرمہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہاں ایک عظیم مخلوق ہو گی۔ وہ اس سے پوچھے گا تم کون ہو؟" وہ کہے گا: "میں میکائیل ہوں۔ مجھے رب تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں دجال کو اس کے حرم سے روکوں۔" وہ مدینہ طیبہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہاں بھی ایک عظیم مخلوق ہو گی۔ وہ اس سے پوچھے گا۔ "تو کون ہے؟" وہ کہے گا: "میں جبرائیل ہوں۔ مجھے رب تعالیٰ نے اس لیے

بھیجا ہے تاکہ تجھے اس کے حرم سے روکوں۔" ضحاک نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ (القدر:۴)

ترجمہ: اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے۔

اس جگہ روح سے مراد سیدنا جبرائیل امین ہیں۔ وہ شب قدر کو فرشتوں کے ہمراہ نیچے اترتے ہیں اور ہر سال مسلمانوں کو سلام بھیجتے ہیں۔"

اہلِ کتاب کا آپ ﷺ کے وصال کے بارے بتا دینا

امام بخاری نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں یمن میں تھا میں اہلِ یمن میں سے دو افراد سے ملا۔ ایک کا نام ذوکناع اور دوسرے کا نام ذوعمرو تھا۔ میں ان کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ انہوں نے مجھے کہا: "اگر تم سچے ہو تو تمہارے صاحب کا وصال ہوئے تین روز گزر چکے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آئے۔ جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو مدینہ طیبہ کی طرف سے ایک کارواں گیا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے ہیں۔ لوگ پاکباز ہیں۔" انہوں نے مجھے کہا: "اپنے صاحب کو بتاؤ کہ ہم آ گئے ہیں۔ شاید ہم واپس چلے جائیں۔"

وہ یمن آ گئے۔ میں نے ان کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا: "تم انہیں میرے پاس کیوں نہ لے کر آئے۔" بعد میں مجھے ذوعمرہ نے کہا: "جریر! تم میرے ہاں بڑے معزز ہو۔ میں تمہیں ایک بات بتانے لگا ہوں۔ اے گروہِ عرب! تم بھلائی پر رہو گے۔ جب تم میں سے کوئی ایک امیر وصال کر جائے تو تم دوسرا امیر بنا لینا، لیکن جب معاملہ تلوار کے ساتھ طے ہوگا تو وہ بادشاہ ہوں گے۔ وہ بادشاہوں کی طرح ناراض اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے۔"

امام بیہقی نے ایک اور سند سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے یمن

میں ایک عالم ملا۔ اس نے مجھے کہا: "اگر تمہارے صاحب نبی ہیں تو سوموار کو ان کا وصال ہو گیا ہے۔" حضرت کعب بن عدی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اہل حیرہ کے ایک وفد میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا، پھر حیرہ چلے گئے۔ ہمیں جلد ہی آپ ﷺ کے وصال کی خبر مل گئی۔ میرے ساتھی مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "اگر آپ ﷺ نبی ہوتے تو آپ ﷺ کا وصال نہ ہوتا۔" میں نے کہا: "آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام بھی تو وصال کر چکے ہیں۔" میں اسلام پر ثابت قدم رہا۔ میں مدینہ طیبہ کے ارادہ سے عازم سفر ہوا۔ میں ایک راہب کے پاس سے گزرا۔ ہم اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے۔ میں نے اسے یہ بتایا۔ اس نے ایک کتاب نکالی۔ اسے غور سے پڑھا۔ وہاں آپ ﷺ کا مبارک سراپا اسی طرح تحریر تھا جیسے میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تھی۔ اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ آپ ﷺ کا وصال اس وقت ہو گا۔ یہ وہی وقت تھا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ میرے ایمان کی بصیرت میں اضافہ ہو گیا۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں یہ واقعہ بتایا۔ میں ان کے پاس ہی قیام پذیر رہا۔ انہوں نے مجھے مقوقس کے پاس بھیجا۔ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بھیجا۔ میں ان کا خط لے کر اس کے پاس گیا۔ اس وقت جنگ یرموک رونما ہوئی تھی۔ مجھے اس کے متعلق علم نہ تھا۔ اس نے مجھے کہا: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ اہلِ روم نے دشمن کو قتل کر دیا ہے۔ انہیں شکست سے دوچار کر دیا ہے۔" میں نے کہا: "ہرگز نہیں۔" اس نے کہا: "کیوں؟" میں نے کہا: "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دین اسلام کو سارے ادیان پر غلبہ دے دے گا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" اس نے کہا: "بخدا! تمہارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ بخدا! رومی عاد کی مانند قتل ہوئے ہیں۔" پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں کے متعلق پوچھا۔ میں نے اسے بتایا۔ عمرو نے ان کی طرف تحفے بھیجے۔ اس نے حضرات علی المرتضیٰ، عبدالرحمٰن، زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے لیے تحائف بھیجے۔ حضرت کعب نے فرمایا: "میں زمانہ جاہلیت میں کاروبار میں یمن میں عمرو کا شریک تھا۔ جب رجسٹر میں حصے مقرر کیے گئے تو انہوں نے بنو

عدی بن کعب میں میرا حصہ مقرر کیا۔

ابن سعد محمد بن عمرو اسلمی سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے عمان کے عامل (گورنر) تھے ایک یہودی ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''کیا میں تم سے کوئی سوال کروں تو تم مجھے کچھ کہو گے تو نہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے کہا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں ہمارے پاس کس نے بھیجا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''واللہ! حضور اکرم ﷺ نے۔'' یہودی: ''کیا تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول (محترم ﷺ) ہیں۔'' حضرت عمرو: ''بخدا! ہاں!'' یہودی: ''اگر وہ سچ ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو تو آج ان کا وصال ہو گیا ہے۔'' پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ تک آپ ﷺ کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔''

ابن سعد اور ابو نعیم نے حارث بن عبد اللہ الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم، سراپا کرم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا۔ اگر مجھے گمان ہوتا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو جائے گا تو میں آپ ﷺ سے جدا نہ ہوتا۔ میرے پاس یہودیت کا ایک عالم آیا۔ اس نے مجھے کہا: ''محمد عربی ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔'' میں نے پوچھا: ''کب؟'' اس نے کہا: ''آج'' اگر میرے پاس اسلحہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔'' کچھ مدت بعد ہی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے میرے پاس مکتوب آ گیا۔ میں نے اس عالم کو بلایا۔ میں نے پوچھا: ''تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟'' اس نے کہا: ''وہ نبی (اکرم ﷺ) ہیں۔ ہم ان کا ذکرِ خیر اپنی کتاب میں پاتے ہیں کہ فلاں فلاں روز ان کا وصال ہو جائے گا۔'' میں نے پوچھا: ''آپ کے بعد حالات کیسے رہیں گے؟'' اس نے کہا: ''پینتیس سال تمہارے کجاوے محو گردش رہیں گے۔'' ایک دن کا بھی اضافہ نہ ہوا۔''

ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے عازم سفر ہوا۔ میں ذو قربات حمیری سے ملا۔ اس نے مجھے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے اسے بتایا تو اس نے کہا: ''اگر وہ سچے نبی ہیں تو ان کا وصال ہو گیا ہے۔'' میں عازم سفر ہوا۔ مجھے ایک شہسوار ملا۔ اس نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم

ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔"

ابن عساکر نے ابو ذویب خویلد سے روایت کیا ہے یا راوی ابن حارث ھذلی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں خبر ملی کہ حضور اکرم ﷺ بیمار ہیں۔ میں غمزدہ ہو گیا۔ میں نے طویل رات بسر کی۔ نہ اس کی ظلمت دور ہوتی تھی نہ اس کا نور ظاہر ہوتا تھا۔ میں اس کی طوالت کا اندازہ لگانے لگا۔ جب سحری کا وقت قریب ہوا تو میں سو گیا۔ مجھے ہاتف کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا:

خطب اجل اناخ بالاسلام
بين النخيل و مقعد الآطام
قبض النبی محمد فعيوننا
تذری الدموع عليه بالستجام

ترجمہ: کھجوروں اور ٹیلوں کے مابین اسلام پر بہت بڑی آفت آئی ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے ہماری آنکھیں لگاتار آپ پر آنسو بہا رہی ہیں۔

میں گھبرا کر اٹھا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ میں نے صرف سعد الذابح کو دیکھا۔ میں نے اسی سے اسی ذبح کی فال لی جو عرب میں واقع ہوتا ہے۔ میں نے جان لیا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ کا وصال اس بیماری کی وجہ سے ہوا تھا۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا۔ میں عازمِ سفر ہوا۔ وقت صبح میں نے کوئی چیز تلاش کی جس سے میں اسے ڈانٹ سکوں۔ میرے سامنے سیہی آئی۔ اس نے سانپ پر غلبہ پا رکھا تھا۔ وہ اس پر لپٹا ہوا تھا۔ سیہی اسے کاٹ رہی تھی، حتیٰ کہ اس نے اسے کھا لیا۔ میں نے اس سے فال لی۔ میں نے کہا: "سیہی ایک اہم جانور ہے۔ سانپ کا اس پر لپٹنا۔ میں نے اسے یہ فال لی کہ آپ ﷺ کے بعد کچھ لوگ حق سے مڑ جائیں گے اور کچھ لوگ اسی پر قائم رہیں گے۔ اس کے بعد سیہی کا سانپ کھا لینا۔ میں نے اس سے یہ فال لی کہ آپ ﷺ کے بعد حق پر قائم رہنے والے دوسروں پر غلبہ پا لیں گے۔ میں نے اونٹنی کو چلایا۔ جب ہم غابہ پہنچے تو میں نے پرندے سے فال لی۔ اس نے مجھے آپ ﷺ کے وصال کی خبر دی، پھر رستے میں کوا بولا۔ اس نے بھی

مجھے آپ ﷺ کے وصال کی خبر دی۔ راستے میں مجھے جن امور کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے ان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ میں مدینہ طیبہ پہنچا تو اہلِ مدینہ کے رونے کی اسی طرح آواز آرہی تھی جیسے حاجی احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: ''کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ میں مسجد نبوی آیا۔ میں نے اسے خالی پایا۔ میں آپ ﷺ کے حجرہ مقدسہ میں آیا تو وہاں صحابہ کرام کا اژدہام تھا۔'' آپ ﷺ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اہل بیت آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

میری حیات طیبہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب رب تعالیٰ کسی امت کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے پہلے اس کے نبی کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ وہ اسے اس کا پیش رو بنا دیتا ہے۔ جب وہ کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ وہ اس کی امت کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ان کی ہلاکت سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اس نبی کو ستایا ہوتا ہے۔ اس کے حکم کی نافرمانی کی ہوتی ہے۔'' حضور اکرم ﷺ کا وصال بھی آپ ﷺ کی امت کے لیے بہتر تھا، کیونکہ اگر اسے آپ ﷺ سے قبل قبض کر لیا جاتا تو ان کے اعمال منقطع ہو جاتے۔ جب رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو ان کی بقاء کے ساتھ ان کی بھلائی کو برقرار رکھا وہ ان عبادات اور حسن معاملات کی حفاظت کرتے رہے جن کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ وہ نسل بعد نسل اور اولاد بعد اولاد اس پر عمل پیرا ہوتے رہے۔''

ابن سعد، اسماعیل القاضی نے ثقہ راویوں سے حضرت بکر بن عبداللہ المازنی سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حیاتی خیر لکم و وفاتی خیر لکم۔'' میری حیات طیبہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر

ہے۔تم گفتگو کرتے ہو۔تمہارے لیے گفتگو کر دی جاتی ہے۔جب میرا وصال ہو جائے گا تو میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔اگر میں بھلائی دیکھوں گا تو میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں گا۔اگر میں برائی دیکھوں گا تو میں تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔" شیخ نے اپنے "فتاویٰ" میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان "خیراً" فعل تفضیل نہیں ہے۔"خیر" کے لفظ کے دو استعمال ہیں۔

۱- اس سے تفضیل کے معانی مراد ہوں۔افضلیت مراد نہ ہو۔اس کی ضد شر ہے۔یہ کلمہ اپنی اصل پر باقی ہے اس میں سے کچھ بھی حذف نہیں کیا گیا۔

۲- یہ افضلیت کے معنی میں ہو۔اس کا صلہ "مِنْ" ہوتا ہے۔اس کی اصل "اخیر" ہے ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا جاتا ہے۔اس کے بالمقابل شر ہے جس کی اصل اشر ہے الصحاح میں ہے کہ خیر شر کی ضد ہے۔شاعر نے کہا ہے:

فما کنانة فی خیر بخائرة
ولا کنانةُ فی شر باشرار

اس کی تانیث خیرۃ ہے اس کی جمع خیرات آتی ہے،یعنی وہ خواتین جو ہر اعتبار سے افضل ہوں۔جیسے ارشادِ ربانی ہے:

فِيهِنَّ خَيْرَٰتٌ حِسَانٌ ۝ (الرحمٰن:۷)

ترجمہ:ان میں اچھی صورت والیاں اچھی سیرت والیاں ہوں گی۔

أُولَٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَٰتُ (التوبۃ:۸۸)

ترجمہ:اور انہی لوگوں کے لیے ساری بھلائیاں ہیں۔

اس سے انہوں نے افعل کا معنی مراد نہیں لیا۔اگر تم تفضیل کا معنی مراد لو تو تم کہو "فلانة خیر الناس" تم خیرہ نہ کہو "فلان خیر الناس" تم اخیر نہ کہو۔اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا،کیونکہ یہ افعل کے معنی میں ہے۔

راغب نے مفردات القرآن میں لکھا ہے۔خیر اور شر دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں:

۱- یہ دونوں اسم ہوں جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آلِ عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: ضرور ہونی چاہیے تم میں سے ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف۔

۲- یہ دونوں وصف ہوں۔ اس میں وہ ہی مقدر ہو جو افعل میں مقدر ہوتا ہے جیسے "هذا خير من ذاك و افضل" جیسے ارشادِ ربانی ہے:

نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ (البقرۃ: ۱۰۶)

ترجمہ: تو لاتے ہیں بہتر اس سے۔

یا اسم اور وصف دونوں کا احتمال ہو جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرۃ: ۱۸۴)

ترجمہ: اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لیے۔

ابوحیان نے "البحر" میں لکھا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط (البقرۃ: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار رہتے تو ثواب اللہ کے ہاں بہت اچھا ہوتا ہے۔

یہ خیر افعل تفضیل نہیں، بلکہ یہ تفضیل کے لیے ہے۔ افضلیت کے لیے نہیں۔ جیسے رب تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خير۔ (فصلت: ۴۰)

ترجمہ: تو کیا جو پھینکا جائے گا آگ میں وہ بہتر ہے۔

خير مستقر۔ (الفرقان: ۲۴)

ترجمہ: بہت اچھا ٹھکانہ ہوگا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فشرّ کما لخير، کما فداء" جب تم نے یہ جان لیا ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ حدیث پاک میں "خیر" پہلی قسم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس سے تفضیل مراد ہے افضلیت مراد نہیں ہے۔ اس کا صلہ "من" نہیں ہے۔ یہ افعل کے معنی میں نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور وصال میں سے ہر ایک میں بھلائی ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ

اس سے بہتر ہے یا وہ اس سے بہتر ہے۔“

آپ ﷺ کے وصال کی وجہ سے مسلمانوں پر عظیم مصیبت، مدینہ طیبہ پر تاریکی چھا گئی، قلوب و احوال متغیر ہو گئے اور آپ ﷺ کے وصال کے بارے میں کچھ اشعار

ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ نے وہ دروازہ کھولا جو آپ ﷺ کے اور لوگوں کے مابین تھا، یا کپڑا (پردہ) اٹھایا تو لوگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے اس حسنِ حال پر رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے امید کی رب تعالیٰ آپ ﷺ کا جانشین اسے مقرر کر دے گا، جو اس نے انہیں دکھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے لوگو! اہلِ ایمان یا لوگوں میں سے جسے کوئی مصیبت پہنچے وہ اس مصیبت سے تسلی حاصل کرے جو مجھے پہنچی ہے میرے بعد میری امت میں سے کسی کو اتنی شدید مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جتنی سخت آزمائش کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔“ ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت عطاء سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں جسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو میری اس آزمائش کو یاد کر لے۔ یہ سارے مصائب سے بڑی ہے۔“ امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہمیں جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا وہ اس سے کم ہی تھی جب آپ ﷺ کی مصیبت کا ذکر کر لیتے۔“

ابن سعد نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ’میرے وصال کے بعد عنقریب لوگ اس مصیبت کو یاد کر کے خود کو تسلی دیا کریں گے جس کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔ لوگ کہتے: ”یہ کیا ہے؟ جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو لوگ ایک دوسرے سے ملتے اور وہ ایک دوسرے کو آپ ﷺ کے وصال کی وجہ سے تسلی دیتے۔ رب تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

واصبر لکل مصیبة و تجلد
و اعلم بان المرء غیر مخلد

ترجمہ: ہر مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھامو اور استقامت سے کام لو۔ جان لو کہ کسی انسان نے ہمیشہ نہیں رہنا۔

واصبر کما صبر الکرام فانها
نوب تنوب الیوم تکشف فی غد

ترجمہ: اسی طرح صبر کرو جس طرح کریم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ یہ ایک مصیبت ہے جو آج آئی ہے تو کل یہ ختم ہو جائے گی۔

و اذا اتتك مصیبة تسجی بها
فاذکر مصابك بالنبی محمد

ترجمہ: جب تم پر ایسی مصیبت آئے جو تم پر چھا جائے تو اپنی اس مصیبت کو یاد کرو جو تمہیں محمد عربی ﷺ کے فراق کی وجہ سے پہنچی۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

تذکرت لما فرّق الدهر بیننا
فعزیت نفسی بالنبی محمد

ترجمہ: جب زمانے نے ہمارے مابین فراق ڈال دیا تو میں نے یاد کیا۔ میں نے نفس کو حضور اکرم ﷺ کے وصال سے تسلی دی۔

و قلت لها ان المنایا سبیلنا
فمن لم یمت فی یومه مات فی غد

ترجمہ: میں نے اسے کہا: موتیں ہی ہمارا راستہ ہیں، جو آج نہ مرا وہ کل مر جائے گا۔

ابن منیر نے لکھا ہے: ”جب سرورِ کائنات ﷺ کا وصال ہو گیا اور ملائکہ نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ لوگ مبہوت ہو گئے۔ اس میں ان کے احوال مختلف تھے۔ بعض مضمحل تھے بعض مختلط تھے۔ کچھ مضطرب تھے اور کچھ بیٹھ گئے تھے۔ کچھ خاموش ہو گئے تھے۔ لوگ اپنی گفتگو پر

قادر نہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باآواز بلند گفتگو فرما رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا، بلکہ آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے پاس گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس وقت گئے تھے جب وہ چالیس راتیں اپنی قوم سے دور گئے تھے، پھر ان کے پاس آ گئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سکتے کا عالم طاری تھا وہ بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مہر بلب ہو گئے تھے۔ وہ گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا ضبط غم سے وصال ہو گیا تھا۔"

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام نے کہا: "آپ ﷺ کی روح کو اسی طرح اٹھا لیا گیا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھا لیا گیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ ﷺ میں اسی طرح تبدیلی آ گئی ہے جیسے بشر میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابن راہویہ نے ان راویوں سے روایت کیا ہے جو امام بخاری کے راوی ہیں لیکن حضرت عکرمہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ اگر ان کے مابین واسطہ حضرت عبداللہ بن عباس ہوں تو پھر صحیح ہے۔

امام طبرانی نے اسے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ امام بخاری کی شرط پر ہے۔

حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے "یہ جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ موقوفاً آپ سے منقول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے اسے عادت پر اجتہاد کیا تھا۔ ضروری نہیں کہ یہ اسی طرح واقع ہو۔" جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو جنتیں آپ ﷺ کی روح کریم کے استقبال کے لیے سج گئیں۔ جیسے اس روز مدینہ طیبہ سجا تھا جب آپ ﷺ نے اس شہر خوباں کو رشک فردوس بنایا تھا۔ آپ ﷺ کے ایک صحابی کے وصال فرمانے سے عرش الٰہی مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھا تھا۔ روح الارواح کی آمد آمد پر اس کی فرحت و انبساط کا عالم کیا ہوگا؟ آپ ﷺ کے فراق کے درد سے جمادات پھٹ جاتی تھیں۔ اہلِ ایمان کے قلوب کا عالم کیا ہوگا؟ جب اس تنے نے آپ ﷺ کو نہ پایا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد

فرماتے تھے تو رونے اور چلانے لگا۔ حضرت حسن جب یہ روایت بیان فرماتے تو رو پڑتے تھے۔ فرماتے: "جب یہ لکڑی آپ ﷺ سے محبت کرتی ہے تو تم اس امر کے زیادہ مستحق ہو کہ تم آپ ﷺ سے محبت کرو۔"

فلو ذاق من طعم الفراق رضوی
لکان من وجده یمید
فقد حمّلونی عذاب شوق
یعجز عن حمله الحدید

ترجمہ: اگر فراق وجدائی کا درد رضوی پہاڑ چکھ لیتا تو وہ اس دردِ ہجراں کی وجہ سے ڈگمگا جاتا۔ انہوں نے شوقِ فراواں کی اذیت مجھ پر رکھ دی ہے جسے اٹھانے سے لوہا بھی عاجز ہے۔

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

و قد کان یدعی لابس الصبر حازماً
فاصبح یدعی جازما حین یجزع

ترجمہ: صبر کا لباس پہننے والے کو حازم (احتیاط کرنے والا) کہا جاتا تھا۔ پس اسے حازم اس وقت کہا جانے لگا جب اس نے جزع وفزع کا اظہار کیا۔

ابو علی بن شاذان نے حضرت سالم بن عبید اشجعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو سب لوگوں سے زیادہ بے تاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔" ابوالحسن بلاذری نے جید سند کے ساتھ حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر آئے انہیں عشقِ مصطفیٰ ﷺ نے متحیر وسرگرداں کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگے: "حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔"

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو لوگ رونے لگے۔ پردہ نشین خواتین بھی چلانے لگیں۔ قریب تھا کہ گھر شور وغل کی وجہ سے گر جاتے۔" ابن عساکر نے حضرت ابوذویب الہذلی سے روایت کیا

ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ وہ مدینہ طیبہ آئے تو رونے کی صدائیں اس طرح آ رہی تھیں جیسے حاجی تلبیہ کہتے وقت صدا بلند کرتے ہیں۔''

ابن سعد نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی صحابی کی بصارت چلی گئی۔ ان کے دوست ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے ان آنکھوں کی ضرورت اس لیے تھی کیونکہ میں ان سے حضور اکرم ﷺ کا دیدار کرنا چاہتا تھا۔ جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اب مجھے پرواہ نہیں کہ مجھے ان کے عوض بتالہ کے ہرنوں میں سے کوئی ہرن ملے۔

امام احمد، ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ، ابن ابی شیبہ، بزار اور طبرانی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے انصار میں سے ایک ثقہ شخص نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا: ''میں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ''جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو کچھ لوگوں کو وسوسے آنے لگے۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہیں وسوسے آ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا۔ میں نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا۔ مجھے ان کے سلام کا علم بھی نہ ہو سکا۔''

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن عدی، دار قطنی نے الافراد میں عقیلی اور بیہقی نے الشعب میں اور ضیاء نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وصال کی وجہ سے، بہت زیادہ غمزدہ ہو گئے تھے، حتیٰ کہ قریب تھا کہ بعض میں وسوسے پیدا ہونے لگیں۔ میں ان افراد میں سے ایک تھا۔ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس سے قبل کہ میں آپ ﷺ سے اس امت مرحومہ کی نجات کے متعلق پوچھتا'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کر لیا جسے میں نے اپنے چچا کے سامنے پیش کیا تھا جو انہوں نے اسے رد کر دیا تھا۔ یہ اس کے لیے نجات ہے۔''

امام احمد، امام ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور بیہقی نے اس سند سے روایت کیا ہے جسے ابن کثیر نے صحیحین کی شرط پر کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب

سرورِ سروراں ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ نما ہوئے تو شہرِ خوباں کی ہر چیز جگمگا اٹھی۔ جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ اس روز اس شہر کی ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی۔"

دوسری روایت میں ہے "مدینہ طیبہ پر تاریکی چھا گئی حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی اپنا ہاتھ پھیلاتا تو اسے نہ دیکھ سکتا تھا۔" دوسری روایت میں ہے "میں نے اس سے ناپسندیدہ دن کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہم آپ کی تدفین سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو عجیب پایا۔"

امام احمد، امام مسلم اور امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ام ایمن رونے لگیں۔ انہیں عرض کی گئی: "ام ایمن! آپ کیوں روتی ہیں، حالانکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے لیے بہتر ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر عزتوں کا تاج سجایا ہے۔ آپ ﷺ کو جنت میں داخل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کو دنیاوی مشقت سے راحت عطا کی ہے؟" انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ جو کچھ آپ ﷺ کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں ہے وہ آپ ﷺ کے لیے بہترین ہے، لیکن میں اس لیے رو رہی ہوں کہ وحی آسمان سے منقطع ہو گئی ہے۔ وہ ہر صبح و شام ہمارے پاس تر و تازہ آتی تھی۔" لوگوں نے ان کے فرمان پر تعجب کیا۔"

ابو ربیع نے اس روز یعنی پیر کے دن کے متعلق لکھا ہے کہ کتنی ہی بھلائیاں ہیں جو اس روز اہلِ زمین پر نہ کی گئیں۔ اس میں رات کے وقت کون سی مصیبت اتری جس سے طول و عرض تنگ ہو گئے۔

و هل عدلت يومًا رزيئة هالك
رزيئة يوم مات فيه محمد
فيا لها والله مصيبةً احرقت الاكباد
و غمرت بالاسف والحزن الابناء والآباء
وزراً ثقيلا الى كاهل الايمان منه ما اباد

و خطبا جليلا او دى بكل جميل او كاد

ترجمہ: کیا کبھی کسی ہلاک ہونے والے کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جیسی مصیبت کا اس دن سامنا کرنا پڑا جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا۔ بخدا وہ ایسی مصیبت تھی جس نے جگروں کو جلا کے رکھ دیا تھا۔ باپ اور بیٹوں کو دکھ اور غم نے چاروں طرف گھیر لیا تھا۔ یہ ایک بہت بھاری بوجھ تھا۔ اس شخص کے لیے جس کا ایمان مضبوط تھا۔ جو کچھ اس نے ہلاک کیا۔ یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی جس نے ہر خوبصورت چیز کو برباد کر دیا یا قریب تھا کہ وہ ہلاک کر دیتی۔

ایک انصاری صحابی نے یہ شعر کہا:

فالصبر يحمد فى المصائب كلها

الا عليك فانه مذموم

ترجمہ: صبر کرنا تمام مصائب میں قابل ستائش ہے سوائے آپ پر۔ یہ مذموم ہے۔

اگر آپ کے بعد رب تعالیٰ اہلِ ایمان کے قلوب کو محکم نہ کرتا تو ان کی جگہ غم واندوہ ہوتا۔

ابوالفتح نے کیا خوب فرمایا ہے:

فيا لهٔ من خطب جُلّ على الخطوب

و مصاب دمع العين كيف يصوب

ترجمہ: ہائے وہ مصیبت جو تمام مصیبتوں سے بڑی ہے اور آنکھ کے آنسوؤں کا برسنا کیسا ہے۔

ورزّء عزيت له النيران

ولا تعلل شروقها والغروب

ترجمہ: یہ ایسی تکلیف ہے جس کے لیے آگ بھڑک اٹھی ہے اور اس کا روشن ہونا اور غروب ہونا اس کا کوئی مداوا نہیں کر سکتے۔

و جادت هجمة الموت فلانجا

منها هارب ولا فرار منه لمطلوب

ترجمہ: موت کا حملہ بہت سخت ہوتا ہے اس سے بھاگنے والا نجات نہیں پا سکتا اور نہ ہی

کسی اور مطلوب کے لیے فرار ممکن ہے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ رونے لگے ان کی آنکھوں سے بہت زیادہ آنسو بہے اور دل بھی غمزدہ ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی شانِ رفیع میں یوں مدح سرائی کی۔(ابن سعد)

اجدك ما يعنك لا تنام
كان جفونها فيها كلام

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ تجھے بانصیب کرے) تمہاری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں گویا کہ ان کی پلکوں میں کوئی تکلیف ہے۔

بوقع مصيبة عظمت و جلّت
فدمع العين اهونه انسجام

ترجمہ: ایسی عظیم مصیبت واقع ہونے کی وجہ سے جو بہت بڑی ہے پس آنکھوں کے آنسوؤں کے لیے بہنا بہت آسان ہے۔

فجعنا بالنبي و كان فينا
مقدّمنا و سيدنا الامام

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہمیں اذیت پہنچی ہے۔ آپ ہمارے پیش رو تھے ہمارے سردار اور امام تھے۔

و كان قوامنا والراس فينا
فنحن اليوم ليس لنا قوام

ترجمہ: آپ ہمارے نگران تھے ہمارے رئیس تھے، لیکن آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہمارا کوئی نگران نہیں ہے۔

ننوح و نشتكي ما قد لقينا
و يشكو فقده البلد الحرام

ترجمہ: ہم نوحہ کناں ہیں۔ ہم اس تکلیف کا شکوہ کرتے ہیں جو ہمیں پہنچی ہے آپ کے

غائب ہونے کی شکایت تو شہر مکہ بھی کر رہا ہے۔

كان انوفنا لاقين جدعا
لفقد محمد فيها اصطلام

ترجمہ: گویا کہ ہمارے ناک عیب دار ہو گئے ہیں، کیونکہ حضور ﷺ ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں اور ان میں کٹ لگا ہوا ہے۔

لفقد اغرّ ابيض هاشمي
امام نبوة ربه الختام

ترجمہ: کیونکہ ہم سے وہ ذات پاک غائب ہوئی ہے جو سفید رنگ والے تاباں چہرے والے اور ہاشمی تھے۔ نبوت کے امام تھے اور آپ پر ہی نبوت کا اختتام ہوا۔

امين، مصطفى للخير يدعو
كضوء البدر زايله الظلام

ترجمہ: آپ امین تھے برگزیدہ تھے۔ بھلائی کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ بدر کامل کی اس روشنی کی طرح تھے جن سے ظلمتیں دور ہو گئی ہوں۔

ساتبع هديه ما دمت حيّا
طوال الدهر ما سجع الحمام

ترجمہ: جب تک میں زندہ ہوں سارا زمانہ میں آپ کی ہدایت کی اتباع کرتا رہوں گا۔ جب تک کبوتر آواز نکالتے رہیں گے۔

كانّ الارض بعدك طار فيها
فاشعلها لساكنها ضرام

ترجمہ: گویا کہ آپ کے بعد زمین میں آگ بھڑک اٹھی ہو اور اس نے اپنے ساکن کو شعلہ بار کر دیا ہو۔

و فقد الوحي اذ ولّيت عنا
و ودّعنا من الله الكلام

ترجمہ: جب آپ ہم سے الوداع ہو گئے تو وحی بھی ہم سے جدا ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام پاک نے بھی ہمیں الوداع کہہ دیا۔

سوی ان قد ترکت لنا سراجا
تواریه القراطیس الکرام

ترجمہ: سوائے اس کے کہ آپ نے ہمارے لیے ایسا سورج چھوڑا ہے۔ جسے مبارک کاغذوں نے چھپا رکھا ہے۔

لقد ورّثنا مرآة صدق
علیك به التحیة والسلام

ترجمہ: آپ نے ہمیں صداقت کے آئینے کا وارث بنا دیا ہے۔ آپ پر اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو۔

من الرحمٰن فی اعلی جنان
من الفردوس طاب بها المقام

ترجمہ: آپ رحمان کی طرف سے جنت کے بلند درجے پر فائز ہوں۔ جہاں آپ کا مقام بہت پاکیزہ ہو۔

رفیق ابیك ابراهیم فیه
وما فی مثل صحبته ندام

ترجمہ: جہاں آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے ساتھی ہوں۔ ان جیسے پاکیزہ افراد کی صحبت میں کوئی ندامت نہیں ہوتی۔

و اسحاق و اسماعیل فیه
بما صلّوا لربهم و صاموا

ترجمہ: اسی جگہ حضرت اسحاق بھی ہوں حضرت اسماعیل بھی ہوں، کیونکہ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔

انہوں نے اپنے فراق اور جدائی کا اظہار اس طرح بھی کیا۔ (ابن سعد)

یا عین فابکی ولا تسأمی
و حق البکاء علی السید

ترجمہ: اے آنکھ! خوب رو لے اور رونے سے اکتاہٹ محسوس نہ کر۔ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے شایانِ شان رونا ہی ہے۔

علی خیر خندف عند البلاء
امسی یغیب فی الملحد

ترجمہ: ایسے سردار پر جو آزمائش کے وقت کامیاب ہوتے ہیں آج کی رات وہ قبر انور میں جلوہ نما ہو گئے ہیں۔

فصلی الملیك وليّ العباد
و رب البلاد علی احمد

ترجمہ: مالک (الملک) اور بندوں کا رب تعالیٰ اور شہروں کا رب غفور احمد مجتبیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

فکیف الحیاة لفقد الحبیب
و زین المعاشر فی المشهد

ترجمہ: حبیب لبیب ﷺ کے چلے جانے کے بعد زندگی میں کیسا لطف ہے، حالانکہ آپ محفل میں موجودین کے لیے باعثِ زینت تھے۔

فلیت الممات لنا کلّنا
و کنّا جمیعاً مع المهتدی

ترجمہ: اے کاش! موت ہم سب کے مقدر میں ہو جاتی دراں حالیکہ ہم سب اسی ہدایت یافتہ ہستی کے ساتھ ہوتے۔

انہوں نے اپنے دردِ جدائی کا اظہار یوں بھی کیا:

لمّا رائیت نبینا متجدّلا
ضاقت علیّ بعرضهن الدور

ترجمہ: جب میں نے اپنے نبی کریم ﷺ کو زمین کے اندر دفن ہوتے ہوئے دیکھا۔
تو گھر اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔

وارتعت روعة مستهام واله
و العظم منى واهن مكسور

ترجمہ: اور میں اس عاشق کی طرح خوف زدہ ہو گیا، جو عالم فزع میں سرگرداں ہو اور
میری ہڈی کمزور اور شکستہ ہو گئی۔

أعتيق و يحك ان حبك قد ثوى
و بقيت منفردا و انت حسير

ترجمہ: اے صدیق (عتیق) تیری ہلاکت ہو تیرا محبوب تو زیر زمین چلا گیا، اور اب تو تنہا
رہ گیا ہے اور تو افسوس کرنے والا ہے۔

يا ليتنى من قبل مهلك صاحبى
غيبت فى جدث علىّ صخور

ترجمہ: اے کاش میں اپنے محبوب کریم ﷺ سے پہلے ہی وفات پا جاتا مجھے کسی قبر
میں غائب کر دیا جاتا اور مجھ پر پتھر رکھ دیے جاتے۔

فلتحدثن بدائع من بعده
تعيا بهن جوانح و صدور

ترجمہ: آپ کے بعد ایسے نئے واقعات پیش آئیں گے جن کی وجہ سے پسلیاں اور
سینے تھک جائیں گے۔

انہوں نے آپ کے درد و فراق میں اپنے جذبات کی ترجمانی یوں کی۔ (ابن سعد)

باتت تاوّبنى هموم حشد
مثل الصخور فامست هدّت الجسدا

ترجمہ: رنج و الم کے کوہِ گراں مجھ پر لوٹ کر آتے رہے، جو چٹانوں کی طرح تھے۔ وہ
شب بھر میرے جسم کو شکستہ کرتے رہے۔

یا لیتی حیث نبئت الغداۃ بہٖ
قالوا الرّسول قد امسی میتا فقدا

ترجمہ: اے کاش! میرا وصال اسی روز ہو جاتا جس دن مجھے یہ خبر دی گئی۔لوگوں نے کہا: حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔

لیت القیامۃ قامت بعد مہلکہٖ
ولا نری بعدہ مالا و لا ولدا

ترجمہ: کاش آپ کے وصال کے بعد قیامت قائم ہو جاتی۔ہم نہ آپ کے بعد مال و ثروت کو دیکھ سکتے اور نہ ہی اولاد کو۔

واللہ أثنی علی شیءِ فجعت بہٖ
من البریّۃ حتّٰی ادخل اللحدا

ترجمہ: قسم بہ خدا میں ہمیشہ اس عظیم چیز کی تعریف کرتا رہوں گا مخلوق میں سے جو مجھ سے مفقود ہو چکی ہے حتیٰ کہ میں قبر میں داخل ہو جاؤں گا۔

کم لی بعدك من ھم ینصّبنی
اذا تذکرت انی لا اراك ابدا

ترجمہ: آپ کے بعد مجھے کون سا غم تکلیف دے گا، جبکہ مجھے یہ یاد آئے گا کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔

کان المصفّاء فی الاخلاق قد علموا
و فی العفاف فلم نعدل بہ احداً

ترجمہ: اخلاق میں آپ ایسے پاکیزہ صفت تھے کہ سارے لوگ آگاہ تھے اور ہم پاک دامنی میں بھی کسی کو آپ کے ہمسر نہیں سمجھتے ہیں۔

نفسی فداءك من میت و من بدن
ما اطیب الذکر والاخلاق والجسدا

ترجمہ: میری جان آپ کے جسم اطہر پر قربان آپ کے تابوت پر قربان۔آپ کا ذکر

مبارک کتنا پاکیزہ ہے اخلاق مبارک کتنا عمدہ اور جسم مبارک کتنا معطر ہے۔
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ستائش یوں کی:

تطاول لیلی و اعترتنی القوارع
و خطب جلیل للبلیة جامع

ترجمہ: میری رات طویل ہوگئی۔ مجھے ان سخت مصائب اور مشکلات نے آلیا جو کئی حادثات کے جامع تھے۔

غداة نعی الناعی الینا محمدا
و تلك التی تستكُّ منها المسامع

ترجمہ: موت کی خبر دینے والے نے وقت صبح ہمیں آپ کی وصال کی خبر دی۔ یہ خبر ایسی افسوسناک تھی جس سے کان بہرے ہوجاتے تھے۔

فلو ردّ میتا قتل نفسی قتلتها
و لكنّه لا یدفع الموت دافع

ترجمہ: اگر میرا اپنے آپ کو قتل کر دینا کسی دوسرے کی زندگی کو لوٹا سکتا تو میں اپنے آپ کو آپ پر فدا کر دیتا لیکن کوئی بھی موت کو دور کرنے والا دور نہیں کرسکتا۔

فآلیت لا اثنی علی هلك هالكٍ
من الناس ما اوفی ثبیر و فارع

ترجمہ: میں نے قسم کھالی ہے کہ کسی مرنے والے کی اسی طرح تعریف نہیں کروں گا جب تک کوہِ ثبیر اور فارع قائم ہے۔

و لكننی باكٍ علیه و متبع
مصیبته انّی الی الله راجع

ترجمہ: لیکن میں آپ پر ضرور گریہ بار رہوں گا آپ کا اتباع ضرور کروں گا اور اس مصیبت میں میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔

و قد قبض الله النبيين قبله
و عاد اصيبت بالرُّزی والتبابع

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھی وصال طاری فرمایا۔ قوم عاد کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا اور تبع کی قوم پر بھی مصیبت پڑی۔

فيا ليت شعری من يقوم بامرنا
و هل فی قريش من امام ينازع

ترجمہ: اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ ہمارا معاملہ کس کے سپرد ہوگا۔ کیا قریش میں ایسا امام ہے جو آپ کا ہم پلہ ہو سکے۔

ثلاثة رهط من قريش هم هم
ازمّة هذا الامر والله صانع

ترجمہ: قریش میں تین ہی افراد ہیں۔ وہی اس امر کے اہل ہو سکتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہی امور کو سرانجام دینے والا ہے۔

علی او الصديق او عمر لها
و ليس لها بعد الثلاثة رابع

ترجمہ: وہ علی رضی اللہ عنہ یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جو اس منصب کے اہل ہے۔ ان تینوں کے بعد چوتھا کوئی نہیں ہے۔

فان قال منّا قائل غير هذه
ابينا و قلنا الله راء و سامع

ترجمہ: اگر کسی بات کرنے والے نے کوئی اور بات کی تو ہم اسے نہیں مانیں گے۔ اور ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔

فيا لقريش! قلّدوا لامر بعضهم
فانّ صحيح القول للناس نافع

ترجمہ: کیا عمدہ ہوتا اگر قریش اپنا معاملہ ان میں سے کسی ہستی کے حوالہ کر دیتے۔ صحیح

بات ہمیشہ لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔

ولا تبطؤ عنها فواقًا فانها

اذا قطعت لم يمن فيها المطامع

ترجمہ: اس میں ذرہ بھر بھی سستی نہ کرو کیونکہ جب اس کا نفاذ ہو گیا۔ تو لالچ اور حرص اس کی تمنا نہ کر سکے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے دردوفراق کا اظہار یوں کیا۔ (ابن سعد)

يا عين جودی بدمع منك اسبال

ولا تملّنّ من سحّ و اعوال

ترجمہ: اے میری آنکھ اتنی سخاوت سے آنسو بہا کہ آنسوؤں کا سیلاب آجائے۔ تو پیہم گریہ وزاری اور آہ و بکا سے اکتاہٹ محسوس نہ کر۔

لا ينفذن لی بعد اليوم دمعكما

انّی مصاب و انّی لست بالسّالی

ترجمہ: آج کے بعد تیرے یہ آنسو میرے لیے اختتام پذیر نہ ہو جائیں، کیونکہ مجھے مصیبت پہنچی ہے اور میں تسلی پانے والا نہیں ہوں۔

فان منعكما من بعد بذلكما

ايّای مثل الذی قد غر بالآل

ترجمہ: تمہاری اس سخاوت کے بعد تمہیں میرا روکنا اسی طرح ہے جیسے کسی کو سراب نے دھوکہ دیا ہو۔

لكن افيضی علی صدری باربعة

ان الجوانح فيها هاجس صالی

ترجمہ: لیکن تم میرے سینے پر چار چار آنسو بہاؤ، کیونکہ پسلیوں کے اندر جلا دینے والی تپش مخفی ہے۔

سحّ الشعيب و ماءِ الغرب يمنحنه
ساق يحمّله ساق بازلال

ترجمہ: تم رواں چشمہ اور مشکیزے کی طرح پانی بہاؤ، ایسا پانی جسے کسی نالے سے لے کر کوئی پانی پلانے والا اسے صاف کر لے اسے اٹھائے رکھے۔

جامي الحقيقة نسّال الوديقة
فكان العناة كريم ماجد، عال

ترجمہ: آپ حقیقت کے حامی تھے۔ انتہائی فیاض تھے، مصیبت زدہ کو نجات دلانے والے تھے۔ آپ انتہائی شریف اور کریم تھے بزرگ اور بلند شان والے تھے۔

على رسول لنا محض ضريبتهٗ
سمح الخليقة عفّ غير مجهال

ترجمہ: ایسے پیغمبر پر گریہ زاری کرو جو ہمارے اپنے تھے سراپا اخلاص تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ساری مخلوق میں سے حلیم تھے سراپا پاکیزگی تھے اور جاہل بالکل نہ تھے۔

كشّاف مكرمة، مطعام مسغبه
وهّاب عانية و جناء شملال

ترجمہ: آپ مصیبتوں کو دور فرمانے والے اور لوگوں کو بہت زیادہ کھانا کھلانے والے بڑے بڑے جرم بخشنے والے کریم شخص تھے۔

عف مكاسبه جزل مواهبه
خير البريّة سمح غير نكال

ترجمہ: آپ کے ہاں رزق انتہائی پاکیزہ تھا۔ عنایات بہت بڑی تھیں ساری مخلوق سے بہترین تھے۔ بہت زیادہ حلیم تھے مگر سست اور کمزور بالکل نہ تھے۔

و ارى الزناد و قوّاد الجياد الى
يوم الطراد اذا شبّت باجذال

ترجمہ: جہاد کے لیئے اعلان فرماتے گھوڑوں کو جنگ کے دن میدان جنگ کی طرف

لے جاتے۔ جب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوتی تو آپ ﷺ سب کے آگے ہوتے تھے۔

ولا ازكيّ على الرحمٰن ذا لبشر
لكن علمك عند الواحد العالى

ترجمہ: اللہ کی بارگاہ میں میں کسی بشر کا تزکیہ پیش نہیں کرتا، مگر اے محبوب کریم ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو خوب جانتا ہے کہ آپ خدائے واحد و برتر بزرگ کی بارگاہ میں کیسے ہیں۔

انّي ارى الدهر والايام يفجني
بالصّالحين و ابقى ناعم البال

ترجمہ: لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانے اور ایام نے مجھے پاک باز لوگوں کے وصال سے تکلیف دی ہے اور اب میں اس طرح باقی ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

يا عين فابكى رسول الله اذا ذكرت
ذات الا له فنعم القائد الوالى

ترجمہ: اے میری آنکھ جب اللہ رب العزت کا ذکر ہو تو آپ ﷺ پر بھی رویا کر آپ ﷺ کتنے اچھے قائد تھے اور کتنے عمدہ سرپرست تھے۔

ابن سعد نے ان کے یہ اشعار بھی رقم کیے ہیں:

يا عين فابكى بدمع ذرى
لخير البريّة والمصطفىٰ

ترجمہ: اے آنکھ بہت زیادہ آنسوؤں کے ساتھ گریہ وزاری کر اس ذات پر جو ساری مخلوق سے بہتر تھی اور برگزیدہ تھی۔

و بكيّ الرسول و حق البكاء
عليه لدى الحرب عند اللقاء

ترجمہ: حضور ﷺ پر رو اور رونے کا حق ادا کر دے۔ جب یہ جنگ سر پر آہی گئی ہے تو

تجھے آپ رونا بھی چاہیے۔

علی خیر من حملت ناقة

واتقی البریّة عند التقی

ترجمہ: تم اس ذات پر رو جو ان تمام لوگوں میں سے بہترین تھی۔ جن کو اونٹنیوں نے اٹھایا مخلوق میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار تھے اور متقی تھے۔

علی سیّد ماجد جحفل

و خیر الانام و خیرا للها

ترجمہ: ایسی ذات پر رو جو سراپا سردار تھے، جو رفیع شان مالک تھے۔ سارے لوگوں میں سے بہترین تھے سارے جہان سے عمدہ تھے۔

له حسب فوق کلّ الانام

من هاشم ذالك المرتجی

ترجمہ: آپ ﷺ کا حسب ونسب سارے لوگوں سے بالاتر ہے۔ آپ ہاشم کی اولاد میں سے تھے۔ ان ہی کی طرف پناہ حاصل کی جاتی تھی۔

نخصُّ بما کان من فضله

و کان سراجا لنا فی الدجی

ترجمہ: آپ میں جو فضائل تھے ہم اس کی وجہ سے آپکی تخصیص کرتے ہیں۔ آپ ﷺ تاریکی میں ہمارے لیے جہاں تاب خورشید تھے۔

و کان بشیرا لنا منذراً

و نورا لنا ضوءهٗ قد اضا

ترجمہ: آپ ﷺ ہمارے بشیر بھی تھے اور نذیر بھی۔ آپ ﷺ ہمارے لیے ایسا نور تھے جس کے اجالے نے ہمیں بھی روشن کیا تھا۔

فانقذنا الله فی نورهٖ

و نجّی برحمتهٖ من لظی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اسی نور کے ذریعے ہمیں بچالیا اور رحمت سے اسے نجات دی جو بچ گیا۔

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب نے یوں مدح سرائی کی:

عینیّ جودا طوال الدھر والنھر
سکبا و سحّا بدمع غیر تعذیر

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو! جب تک زمانے کی طوالت قائم ہے تم سخاوت کرتی رہو۔ آپ ﷺ پر رو کر حسرت نکالو اور ایسی فیاضی سے روؤ جس میں کوئی عذر نہ ہو۔

یا عین فاسحنفری بالدمع واجتھدی
حتّی الممات بسجل غیر منزور

ترجمہ: اے میری آنکھ! اچھی طرح آنسوؤں سے سخاوت کرو۔ تادم مرگ گریہ زاری کرلو۔ ایسے ڈولوں کے ساتھ رولو جن میں کمی واقع نہ ہو۔

یا عین فانھلی بالدمع و احتفلی
للمصطفی دون خلق اللہ بالنور

ترجمہ: اے میری آنکھ آنسوؤں سے سخاوت کر۔ حضور ﷺ پر خوب کوشش سے رولے، جو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نور لے کر آئے تھے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کسی پر نہ رو۔

بمستھلّ من الشؤیوب ذی سیل
فقد رُزئت نبیّ العدل والخیر

ترجمہ: اسی طرح رولو کہ سیل رواں آجائے۔ مجھے اس نبی کریم ﷺ کی وجہ سے تکلیف دی گئی ہے جو سراپا عدل و بھلائی تھے۔

و کنت من حذر للموت مشفقۃ
والذی خطّ من تلک المقادیر

ترجمہ: میں موت سے ڈرتی تھی، موت سے اجتناب کرتی تھی اور تقدیر میں جو کچھ مرقوم ہوچکا تھا اس سے ہراساں تھی۔

من فقد ازهر ضافی الخلق ذی فخر
صاف من العیب والعاهات والزور

ترجمہ: میں اس روشن ذات کے چلے جانے کی وجہ سے جن کے اخلاق بڑے وسیع ہیں جو قابل صد افتخار ہے ان کا دامن پاک ہر قسم کے عیوب، امراض اور جھوٹ سے پاکیزہ ہے۔

فاذهب حمیدا جزاك الله مغفرة
یوم القیامة عند النفخ فی الصور

ترجمہ: تم اس طرح جاؤ کہ تمہاری تعریف کی جائے۔ روز حشر کہ جب صور پھونکا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مغفرت عطا فرمائے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے دردِ فراق کا اظہار یوں کیا:

بطیبة رسم للرسول و معهد
منیر و قد تعفوا الرسوم و تهمد

ترجمہ: مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کے روشن نشانات ہیں۔ ضوفشاں مقامات ہے، جبکہ دیگر لوگوں کے نشان زمانے کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہو جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔

ولا تمتجي الآیات من دار حرمة
بها منبر الهادي الذی کان یصعد

ترجمہ: اس حرمت والی جگہ پر یہ نشانات کبھی ختم نہ ہوں گے، اسی جگہ آپ ﷺ کا وہ منبر پاک بھی ہے، جس پر آپ ﷺ جلوہ افروز ہوتے تھے۔

و واضح آثار و باقی معالم
و ربع له فیه مصلّی و مسجد

ترجمہ: اس میں آپ ﷺ کے روشن نشانات عیاں ہیں آپ ﷺ کی دیگر نشانیاں باقی ہیں۔ اس میں آپ ﷺ کا کاشانہ اقدس بھی ہے، آپ ﷺ کا مصلی مبارک اور مسجد نبوی بھی ہے۔

بها حجرات کان تنزل و سطها
من الله نور یستضاء و یوقد

ترجمہ: اسی شہر خوباں میں حجرات مقدسہ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نور اترتا تھا جن سے خوب روشنی حاصل ہوتی تھی جو خوب منور تھے۔

معارف لم تطمس علی العهد آیها
اتاها البلی فالآی منها تجدد

ترجمہ: یہ ایسی نشانیاں ہیں کہ مرورِ زمانہ بھی ان کے نقوش کو نہ مٹا سکے گا۔ جب ان کے پاس بوسیدگی آجاتی ہے تو یہ نشانیاں خود بخود تازہ ہو جاتی ہے۔

عرفت بها رسم الرسول و عهده
و قبرا بها واراه فی الترب ملجد

ترجمہ: میں نے اس جگہ آپ ﷺ کی نشانی کا عہد مبارک اور قبر انور دیکھی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی جبکہ آپ ﷺ کے جسم اطہر کو خاک پاک میں دفنا دیا گیا۔

ظللت بها ابکی الرسول فاسعدت
عیون و مثلاها من الجفن تسعد

ترجمہ: اسی جگہ میں سارا دن آپ ﷺ پر روتا رہا۔ میری آنکھوں نے بھی میری مدد کی۔ اسی طرح میری پلکوں نے بھی میری اعانت کی۔

تذکرن الاء الرسول وما اری
لها محصیا نفسی فنفسی تبلد

ترجمہ: یہ عفت مآب خواتین حضور ﷺ کی نعمتوں کو یاد کرا رہی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو شمار کر سکے۔ جب میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں تو حیران اور ششدر رہ جاتا ہوں۔

مفجعة قد شفها فقد احمد
فظلت لآلاء الرسول تعدد

ترجمہ: میں سخت اذیت میں ہوں۔ آپ ﷺ کے وصال نے مجھے سخت اذیت دی ہے اور میں سارا دن آپ ﷺ کی نعمتوں کو شمار کرتا رہا ہوں۔

وما بلغت من كل امر عشيره
ولكن لنفسي بعد ما قد توجد

ترجمہ: میرا نفس تو کسی نعمت عظمیٰ کے دسویں حصے تک نہ پہنچ سکا، لیکن میرا نفس پھر بھی آپ ﷺ کی جدائی کی وجہ سے غم زدہ اور غم ناک ہے۔

اطالت وقوفاً تذرف العين جهدها
على طلل القبر الذي فيه احمد

ترجمہ: میرے دل نے میرا وقوف لمبا کر دیا، جبکہ آنکھ اپنی کوشش سے آنسو بہا رہی ہے۔ اس قبر انور کی خاک پاک پر جس میں احمد مجتبیٰ ﷺ جلوہ افروز ہیں۔

فبوركت يا قبر الرسول و بركت
بلاد ثوى فيها الرشيد المسدّد

ترجمہ: اے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور تجھے سراپا برکت بنا دیا گیا ہے۔ ان شہروں کو بھی سراپا رحمت بنا دیا گیا ہے۔ جس میں ہدایت یافتہ ہستی تشریف فرما تھی۔

و بورك لحد منك ضمن طيبا
عليه بناء من صفيح منضّد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے قبر انور بھی سراپا برکت بن گئی۔ اس نے پاکیزہ ترین ہستی کو سمو لیا ہے۔ اس پر چوڑے پتھروں کو ترتیب سے لگا دیا گیا ہے۔

تهيل عليه الترب ايد و اعيون
عليه و قد غارت بذالك اسعد

ترجمہ: اس پر ہاتھ مٹی ڈال رہے ہیں۔ نظریں آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت میں محو

ہیں۔ساری بلند اقبالیاں تو اسی میں مدفون ہو رہی تھیں۔

لقد غیبّوا حلماً و علماً و رحمةً
عشیة علّواه الثری لا یوسّد

ترجمہ: انہوں نے اس رات بردباری، علم اور رحمت کو خاکِ پاک میں رکھ دیا تھا۔آپ ﷺ پر خاک ڈال دی گئی تھی۔اس میں آپ ﷺ کے لیے تکیہ بھی نہ رکھا گیا تھا۔

وراحوا بحزن لیس فیهم نبیّهم
و قد وهنت منهم ظهور و أعضد

ترجمہ: وہ سراپا غم وحزن بن گئے۔ان میں ان کے نبی کریم ﷺ جلوہ نمانہ رہے۔ان کی کمریں اور بازو کمزور ہو گئے تھے۔

یبکون من تبکی السمات یومه
و من قد بکته الارض فالناس اکمد

ترجمہ: وہ اس ہستیٔ پاک پر گریہ زار ہیں۔جس پر اس روز آسمان بھی آہ و بکا کر رہا ہے۔جس پر زمین بھی رو رہی ہے جبکہ لوگ اس سے بھی زیادہ غمزدہ تھے۔

و هل عدلت یوما رزیّة هالك
رزیة یوم مات فیه محمد

ترجمہ: کیا وہ دن جس میں کوئی ہلاک ہوا ہے وہ اس دن کی مصیبت کے برابر ہو سکتا ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے وصال کیا ہے۔

تقطع فیه منزل الوحی عنهم
و قد کان ذا نور یغور و ینجد

ترجمہ: اس روز وہ ذات بابرکات ان سے جدا ہو گئی جس پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔وہ ایسے نور سے منور تھے جو نشیب و فراز میں تابانیاں بکھیرتا تھا۔

یدلّ علی الرحمٰن من یقتدی به
و ینقذ من هول الخزایا و یرشد

ترجمہ: جو آپ ﷺ کی اتباع کرتا آپ اسے رب تعالیٰ رحمٰن تک پہنچا دیتے وہ اسے ذلت کی رسوائی سے بچا لیتے اور ہدایت پر گامزن کر دیتے۔

امام لهم يهد لهم الحق جاهدًا

معلم صدق ان يطيعه يسعد

ترجمہ: آپ ﷺ ان کے امام تھے۔ آپ ﷺ پوری سعی سے انہیں راہِ حق کی طرف گامزن فرماتے۔ آپ ﷺ انہیں سچائی کا درس دیتے۔ اگر لوگ آپ ﷺ کی اطاعت کرتے تو وہ سعادت مند ہو جاتے۔

عفو عن الزلات يقبل عذرهم

و ان يحسنوا فا الله بالخير اجود

ترجمہ: آپ ﷺ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے عذر قبول فرما لیتے تھے۔ اگر وہ عمدہ کام کرتے رب تعالیٰ بھلائی کے ساتھ زیادہ سخاوت فرمانے والا ہوتا ہے۔

و ان ناب امر لم يقوموا بحمله

فمن عنده تيسير ما يتشدّد

ترجمہ: اگر کوئی ایسا دشوار امر رونما ہوتا جسے وہ اٹھا نہ سکتے تو آپ کی طرف سے اس سخت مشکل کا حل ہو جاتا۔

فبينا هم فى نعمة الله بينهم

دليل به نهج الطريقة يقصد

ترجمہ: اسی اثناء میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سرشار تھے، آپ ﷺ ایسے عظیم راہ نما تھے جس کے ذریعے واضح راستہ پر چلا جا سکتا تھا۔

عزيز عليه ان يجوروا عن الهدى

حريص على ان يستقيموا و يهتدوا

ترجمہ: آپ ﷺ پر یہ امر گراں تھا کہ لوگ راہِ ہدایت سے منحرف ہو جائیں۔ آپ اس

امر پر حریص تھے کہ لوگ سیدھے ہو جائیں اور وہ ہدایت پا جائیں۔

عطوف علیهم لا یثنی جناحه
الی کنف یحنو علیهم و یمهد

ترجمہ: آپ ﷺ ان پر اتنے مہربان تھے کہ آپ ﷺ ان سے اعراض نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ان پر بہت زیادہ شفیق تھے آپ ﷺ ان کے لیے راستہ ہموار کرتے تھے۔

فبیناه فی ذالك النور اذ غدا
الی نورهم سهم من الموت مقصد

ترجمہ: اسی اثناء میں کہ لوگ اسی نور میں مستغرق تھے کہ موت کی طرف سے ایک تیر انہی کا قصد کیے ان کے نور کی طرف بڑھا۔

فاصبح محمود الی الله راجعا
یبکیه حق المرسلات و یحمد

ترجمہ: آپ ﷺ قابل ستائش بن کر اللہ رب العزت کی طرف لوٹ گئے۔ آپ ﷺ پر فرشتوں کی پلکیں اشک فشاں تھیں۔ آپ ﷺ کی تعریف کی جارہی تھی۔

امست بلاد الحرم وحشا بکاءها
لقبیة ما کانت من الوحی تعهد

ترجمہ: حرم کے سارے علاقے اور شہر وحشت کا منظر پیش کرنے لگے کیونکہ وہ وحی ختم ہو چکی تھی جس کے وہ عادی بن چکے تھے۔

قفارا سوی معمورة للحد صافها
فقید یبکیه بلاط و غرقد

ترجمہ: یہ سارے علاقے چٹیل میدان ہو گئے سوائے اس نور سے لبریز قبر انور کے جس میں حضور اکرم ﷺ جلوہ نما ہو گئے تھے آپ ﷺ پر شجر و حجر گریہ بار تھے۔

و مسجده فالموحشات لفقده
خلاء له فيه مقام و مقعد

ترجمہ: آپ ﷺ کی مسجد خالی ہے۔ سارے علاقے آپ ﷺ کے جلوہ افروز نہ ہونے کی وجہ سے وحشت کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ جن میں آپ ﷺ قیام فرما ہوتے اور تشریف رکھتے تھے۔

و بالجمرة الكبرىٰ له ثم اوحشت
ديار و عرصات و ربع و مولد

ترجمہ: آپ ﷺ کی وجہ سے جمرۃ الکبریٰ کے علاقے بھی خوفناک منظر پیش کرنے لگے۔ آپ ﷺ کی وجہ سے گھر، میدان، زمین کے ٹکڑے اور جائے ولادت سب دلخراش منظر پیش کر رہے تھے۔

و بكيّ رسول الله يا عين عبرة
ولا اعرفنك الدهر دمعك تجمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! تو حضور اکرم ﷺ پر آنسو بہا۔ میں ساری زندگی تجھے اس طرح نہ جانوں کہ تیرے آنسو منجمد ہو چکے ہوں۔

وما لكِ تبكين ذاالنعمة التي
على الناس منها سابغ و يتغمد

ترجمہ: تو اس نعمت والی ہستی پر کیوں نہیں روتی جس کی نعمت سارے لوگوں پر ہوتی تھی جو سب کو شامل تھی جو سب کو ڈھانپ لیتی تھی۔

فجودي عليه بالدموع و اعولي
لفقد الذي لا مثله الدهر يوجد

ترجمہ: تو آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر رونے کی وجہ سے سخاوت کر۔ خوب آہ و فغاں کر۔ اس ذات کے فراق و جدائی کی وجہ سے جن کا مثل زمانہ میں نہیں ہے۔

ما فقدا لماذون مثل محمد
لا مثله حتی القیامة یفقد

ترجمہ: سابقہ اقوام نے حضور اکرم ﷺ کی مثل کسی کو مفقود نہیں کیا نہ ہی تا حشر آپ جیسی کسی ذات کو مفقود کیا جائے گا۔

اعفّ فاوفی ذمه بعد ذمة
فاقرب منه نائلا ولا ینقد

ترجمہ: پس آپ نے عفت کی زندگی گزاری اور ذمہ داریوں کے بعد ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ فیض پانے اور فیض پہنچانے کے اعتبار سے کوئی بھی آپ کا قرب نہ پا سکا۔

و ابذل منه للطریف و تالد
اذا ضن معطاء بما کان یتلد

ترجمہ: اور نہ آپ ﷺ سے زیادہ نئی دولت اور وراثت والی دولت کو خرچ کرنے والا کوئی ہے جبکہ بہت زیادہ عطا کرنے والا بھی وراثت کی دولت میں بخل کر جاتا ہے۔

و اکرم سیتا فی البیوت اذا نتمی
و اکرم جدا ابطحیا یسود

ترجمہ: اور گھروں میں شہرت کے اعتبار سے سب سے معزز تھے، جبکہ نسبت خاندانوں کی طرف کی جاتی، اور آباء کے اعتبار سے وادیٔ بطحاء کے مکینوں میں سے زیادہ معزز سردار ہو۔

و امنع ذروات و اثبت فی العلی
دعائم عز شاھقات تشید

ترجمہ: جو رفعتوں کا زیادہ محافظ ہو۔ بلندیوں پر زیادہ محکم ہو۔ جو سرفرازیوں کے ایسے ستون ہوں جنہیں خوب مضبوط بنایا گیا ہو۔

واثبت فرعا فی الفروع و منبتا

و عودا غزاہ المزن فالعود اغید

ترجمہ: جو شاخوں میں مضبوط ترین شاخ ہو۔ جو جڑ اور لکڑی کے اعتبار سے زیادہ محکم بھی ہو جسے بادلوں نے سیراب کیا ہو۔ پس وہ لکڑی زیادہ لچکدار ہوگئی ہو۔

رباہ ولیدا فاستتمّ تمامہ

علی اکرم الخیرات رب ممجد

ترجمہ: آپ ﷺ کے بزرگ و برتر رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بچپن سے ہی تربیت فرمائی۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ خوبیوں پر تکمیل کی۔

تناھت وصاۃ المسلمین بکفہ

فلا العلم محبوس ولا الرأی یفند

ترجمہ: آپ ﷺ کے دستِ ہدایت بخش کی وجہ سے مسلمانوں کی حیثیت بہت مضبوط ہوگئی۔ نہ تو آپ ﷺ کا علم محدود ہے نہ ہی رائے میں کوئی نقص ہے۔

اقول ولا یلقی لقولی عائب

من الناس الا عازب العقل مبعد

ترجمہ: میں کہتا ہوں کوئی عیب لگانے والا میری اس بات میں عیب نہیں نکال سکتا مگر وہی جو عقل و دانائی سے عاری ہے۔

و لیس ھوای نازغا عن ثنائہ

لعلی بہ فی جنۃ الخلد اخلد

ترجمہ: میرا نفس آپ ﷺ کی اس تعریف کے مخالف نہیں ہے۔ میں آپ ﷺ کی اس ستائش کی وجہ سے ہمیشہ جنت میں رہوں گا۔

مع المصطفیٰ ارجوا بذلك جوارہ

و فی نیل ذاك الیوم اسعی واجھد

ترجمہ: میں اس تعریف سے آپ ﷺ کی ہمسائیگی کا متمنی ہوں۔ میں اسی کو حاصل

کرنے کے لیے میں سعیِ پیہم اور مسلسل کوشش کرتا ہوں۔

اور حضرت حسان بن ثابت نے ہی فرمایا:

ما بال عينك لا تنام كأنما
كحلت مآقيها بكحل الأرمد

ترجمہ: تمہاری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں ہے؟ گویا اس کے گوشہ ہائے چشم میں آشوبِ چشم کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

جزعا على المهدى اصبح ثاويا
يا خير من وطئ الحصى لا تبعد

ترجمہ: یہ ہدایت یافتہ نبی کریم ﷺ پر افسوس کرتے ہوئے یوں ہے جواب زیرِ خاک جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ اے ان لوگوں میں سے بہترین! جو زمین پر چلتے ہیں۔ مجھ سے دوری اختیار نہ کریں۔

و جهى يقيك التراب لهفى ليتنى
غيبت قبلك فى بقيع الغرقد

ترجمہ: میرا چہرہ آپ ﷺ کو خاک سے محفوظ رکھے۔ صد افسوس! کاش! میں آپ ﷺ سے پہلے ہی بقیع الغرقد میں غائب ہو چکا ہوتا۔

بأبى و أمى من شهدت وفاته
فى يوم الاثنين النبى المهتدى

ترجمہ: میرے والدین اس ہستیِ پاک پر فدا جس کے وصال کے وقت میں موجود تھا۔ ان کا وصال پیر کے روز ہوا تھا۔ وہ ہدایت یافتہ نبی تھے۔

فظللت بعد وفاته متبلدا
متلددا يا ليتنى لم أولد

ترجمہ: آپ ﷺ کے وصال کے بعد میں حیران و سرگرداں ادھر ادھر پھر رہا ہوں۔ ہائے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

أأقيم بعدك بالمدينة بينهم

يا ليتني صبحت سُم الاسودِ

ترجمہ: کیا میں آپ ﷺ کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کے مابین رہ سکوں گا؟ کاش! مجھے وقتِ صبح ہی سیاہ ناگوں کا زہر پلا دیا جاتا۔

أو حل امر الله فينا عاجلا

في روحة من يومنا أو من غد

ترجمہ: یا اللہ تعالیٰ کا امر جلد نازل ہو جاتا۔ آج ہی شام کے وقت یا کل۔

فتقوم ساعتنا فنلقى طيبا

محضا ضرائبه كريم المحتد

ترجمہ: ہماری قیامت قائم ہو جاتی اور اس پاکیزہ ہستی سے ملتے جن کی فطرت خالص اور جس کی اصل شریف ہے۔

يا بكر آمنة المبارك بكرها

ولدته محصنة بسعد الأسعد

ترجمہ: اے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر! جن کا فرزند ارجمند بہت بابرکت ہے۔ اس پاکیزہ ہستی نے آپ ﷺ کو ان گنت سعادتوں کے ساتھ جنم دیا۔

نوراً أضاء على البرية كلها

من يهد للنور المبارك يهتدي

ترجمہ: وہ ایک ایسا نور تھا جس نے سارے جہانوں کو منور کر دیا ہے۔ جسے اس نور مبارک سے راہِ ہدایت پر گامزن کیا جاتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

يا رب فاجمعنا معاً و نبينا

في جنة تثني عيون الحسد

ترجمہ: پروردگارِ عالم! ہمارے نبی کریم ﷺ اور ہمیں اس جنت میں جمع فرما دے جو حاسدین کی نگاہوں کو موڑ دے۔

فی جنۃ الفردوس فاکتبھا لنا
یا ذاالجلال و ذا العلا والسؤدد

ترجمہ: اے ذوالجلال، ذوالعلاء، ذوالسؤدد! یہ جنت ہمارے مقدر میں رقم فرمادے۔

واللہ أسمع ما بقیت بھالك
إلّا بکیت علی النبی محمد

ترجمہ: بخدا! میں جب تک زندہ رہوں گا میں کسی بھی مرنے والے کے متعلق سنوں گا تو میں حضور اکرم ﷺ پر ضرور گریہ کروں گا۔

یا ویح انصار النبی و رھطہ
بعد المغیب فی سواء الملحد

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کے انصار اور قبیلہ کی حالت کتنی نادیدنی ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ کو قبر انور میں اتار دیا گیا تھا۔

ضاقت بالانصار البلاد فاصبحوا
سوداً وجوھھم کلون الإثمد

ترجمہ: انصار کے لیے سارے شہر تنگ ہو گئے۔ ان کے چہرے سرمے کی رنگت کی طرح سیاہ ہو گئے۔

ولقد ولدناہ و فینا قبرہ
و فضول نعمتہ بنا لا تجحد

ترجمہ: ہم نے ہی آپ ﷺ کو جنم دیا۔ آپ ﷺ کی قبر انور بھی ہمارے ہاں ہی ہے۔ ہم ان احسانات کا انکار نہیں کرتے جو آپ ﷺ نے ہم پر کیے۔

واللہ أھداہ لنا وھدی بہ
أنصارہ فی کل ساعۃ مشھد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہمارے لیے سراپا ہدایت بنایا۔ آپ ﷺ کے ذریعے آپ ﷺ کے انصار کو ہر لمحہ ہدایت سے سرفراز کیا۔

صلی الالہ له و من یحف بعرشه
والطیبون علی المبارك احمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو رحمت سے سرفراز کرے۔اس کے فرشتے اور مبارک پاکیزہ لوگ احمد مجتبیٰ مبارک ﷺ پر درود شریف بھیجیں۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا:

نب المساکین ان الخیر فارقهم
مع النبی تولی عنهم سحرا

ترجمہ: مساکین کو آگاہ کر دو کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی بھلائی ان سے جدا ہو گئی ہے۔وقت سحر آپ ان سے جدا ہو گئے ہیں۔

من ذاالذی عنده رحلی و راحلتی
و رزق أهلی اذا لم یؤنسوا المطرا

ترجمہ: اب وہ کون ہوگا جس کے پاس میرا زادِ راہ اور سامانِ سفر ہوگا۔جس کے ہاں میرے اہلِ خانہ کا رزق ہوگا، جبکہ وہ جب وہ خشک سالی میں مبتلا ہوں گے؟

أم من نعاتب لا نغشی ضبادعه
اذا اللسان عتا فی القول أو عثرا

ترجمہ: یا وہ کون ہوگا جس سے اگر ہم ناراض ہو جائیں تو ہمیں اس کے فتنے کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ جب زبان حد سے بڑھ جائے یا خطا کرے۔

کان الضیاء و کان النور نتبعهٗ
بعد الالہ و کان المسمع والبصرا

ترجمہ: آپ ایسا نور اور اجالا تھے رب تعالیٰ کے بعد ہم آپ ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔آپ ﷺ ہمارے کان اور بصارت تھے۔

فلیتنا یوم واردہ بملحده
و غیبوه و ألقوا فوقه المدرا

ترجمہ: کاش! جس روز صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو قبر انور میں دفن کر دیا تھا۔ خاک پاک میں آپ ﷺ کو چھپا دیا تھا۔ آپ ﷺ پر خاک طیبہ ڈال دی تھی۔

لم يترك الله منا بعده أحدا

ولم يعش بعده أنثى ولا ذكرا

ترجمہ: تو رب تعالیٰ آپ ﷺ کے بعد ہم میں سے کسی کو نہ چھوڑتا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی عورت یا کسی مرد کو زندہ نہ رکھتا۔

ذلت رقاب بني النجار كلهم

و كان أمرا من أمر الله قد قدرا

ترجمہ: سارے بنونجار کی گردنیں جھک گئیں۔ یہ اللہ رب العزت کا وہ حکم تھا جو مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

واقتسم الفيئی دون الناس كلهم

و بددوه بهارا بينهم هدرا

ترجمہ: اس روز غنیمت تمام لوگوں کے بغیر تقسیم کیا گیا۔ انہوں نے اسے علی الاعلان لغو قرار دے کر منتشر کر دیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا:

آليت ما في جميع الناس مجتهدا

مني ألية بر غير إفناد

ترجمہ: میں نے ان اشیاء کے متعلق جو لوگوں میں موجود ہے بڑی کوشش سے قسم اٹھائی ہے کہ میں انہیں پورا کرنے کی بھرپور سعی کروں گا۔ یہ سچی قسم ہے۔ اس میں جھوٹ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔

تالله ما حملت انثى ولا وضعت

مثل الرسول نبي الامة الهادي

ترجمہ: بخدا! نہ کسی عورت نے پیٹ میں ایسا بچہ اٹھایا۔ اور نہ ہی کسی ایسے بچے کو جنم دیا

جو حضورا کرم ﷺ کی مثل ہو۔ آپ ﷺ اس ملت مرحومہ کے نبی کریم کو ہادی اعظم ﷺ ہیں۔

ولا برا الله خلقا من بريته
اوفى بذمة جار او بميعاد

ترجمہ: رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو پیدا نہیں کیا جو آپ سے زیادہ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے والا یا آپ ﷺ سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا ہو۔

من ذاالذی کان فينا يستضاء به
مبارك الأمر ذا عدل و إرشاد

ترجمہ: اس ہستیِ بالا سے بڑھ کر کون ہوگا جو ہم میں جلوہ افروز تھی جن سے اجالا حاصل کیا جاتا تھا۔ جن کا ہر معاملہ مبارک، آپ عدل کرنے والے اور ہدایت کرنے والے ہیں؟

أمسى نساؤك عطلن البيوت فما
يضربن فوق قفا ستر بأوتاد

ترجمہ: آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے گھروں کو معطل کر لیا ہے۔ اب وہ اپنے پردوں کے اوپر میخیں نہیں لگاتیں۔

مثل الرواهب يلبسن المباذل قد
ايقن بالبؤس بعد النعمة البادى

ترجمہ: اب یہ راہبوں کی مانند ہوگئی ہیں جو پرانے کپڑے پہنتی ہیں۔ انہیں نعمت کے بعد واضح آزمائش کا یقین ہوگیا ہے۔

يا افضل الناس إنى كنت فى نهر
أصبحت منه كمثل المفرد الصادى

ترجمہ: اے سارے لوگوں سے افضل ہستیِ پاک! میں دریائے (رحمت وسخاوت) میں تھا۔ اب میں ان سے دور ہو کر اس تنہا شخص کی طرح ہوگیا ہوں جو تشنہ لب ہو۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان الرزية لارزية مثلها
ميت بطيبة مثله لم يفقد

ترجمہ: بلاشبہ آپ ﷺ کی تکلیف وہ تکلیف ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کا وصال ہو گیا آپ ﷺ جیسی ہستی کو مفقود نہیں کیا جا سکتا۔

ولقد أصيب جميع أمته به
من كان مولوداً، و من لم يولد

ترجمہ: آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی ساری امت کو تکلیف پہنچائی گئی جو پیدا ہو چکے تھے اور جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

والناس كلهم بما قد عالهم
يرجو شفاعته بذاكْ المشهد

ترجمہ: سارے لوگ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے ہی ان کی ذمہ داری اٹھائی ہے وہ روزِ حشر آپ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔

حتى الخليل أبوه في اشياعه
و نجيه موسى النبي المهتدي

ترجمہ: حتیٰ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی، جو انبیاء کرام میں سے آپ ﷺ کے باپ ہیں۔ اس کے نجی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی جو ہدایت یافتہ نبی ہیں۔

متواضعين لربهم جرقابهم
تلك الفضيلة، و اجتماع السؤدد

ترجمہ: جو رب تعالیٰ سے عاجزی کرتے ہوئے اپنی گردنیں جھکانے والے ہیں۔ یہ فضیلت ہے اور سرداری کا جمع ہونا ہے۔

يا خير من شد المطية نحوه
وفد لحاجته يروم و يغتدي

ترجمہ: اے وہ بہترین ہستی جس کی طرف وفود اپنی ضروریات کے لیے سواریاں لے کر آتے ہیں وہ صبح و شام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

أنت الذی استنقذتنا فی حضرة
من یهو فیها من هواه یبعد

ترجمہ: آپ ﷺ نے ہی ہمیں آگ کے گڑھے سے بچا لیا جو اپنی خواہشات کی وجہ سے اس میں گر جاتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

فهدیتنا بعد الضلالة والردی
بهدی الإله إلیٰ السبیل الأرشد

ترجمہ: آپ ﷺ نے ہمیں ضلالت اور ہلاکت کے بعد ایسی ہدایت سے سرفراز کیا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت تھی وہ بالکل سیدھے راستے کی طرف جاتی ہے۔

فجزاك عنا الله خير جزائه
بمقام محمود المقام مسدد

ترجمہ: رب تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر دے۔ وہ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کرے جو ایک شرف والا مقام ہے۔

عاتکہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

يا عين، جودي، ما بقيت، بعبرة
سحا على خير البرية أحمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! جب تک تو باقی ہے تو آنسوؤں کی سخاوت کر۔ تو اس احمد مجتبیٰ ﷺ پر فیاضی کر جو ساری کائنات سے بہترین تھے۔

يا عين، فاحتفلي و سعي واسجمي
و ابكي على نور البلاد محمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! تو اہتمام کر، آمادہ ہو جا۔ خوب رو۔ اس ذات بابرکات پر جو محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو سارے شہروں کے نور ہیں۔

أنى لك الويلات! مثل محمد
فى كل نائبة تنوب و مشهد؟

ترجمہ: تیرے لیے ہلاکت! ہر حادثہ اور جنگ میں تجھے حضور اکرم ﷺ جیسی ذات کیسے ملے گی۔

فابكى المبارك والموفق ذا التقى
حامى الحقيقة ذا الرشاد المرشد

ترجمہ: تو اس ذات بابرکات پر رو لے جو سراپا برکت تھے۔ جنہیں توفیق دی گئی تھی جو متقی تھے جو حقیقت کے حامی ہدایت والے اور ہدایت عطا کرنے والے تھے۔

من ذا يفك عن المغلل غله
بعد المغيب فى الضريح الملحد؟

ترجمہ: اب وہ قبر انور میں پردہ فرما چکے ہیں ان کے بعد قیدیوں کو قید کی زنجیروں سے آزادی کون دلائے گا۔

ام من لكل مدفع ذى حاجة
و مسلسل يشكو الحديد مقيد؟

ترجمہ: اب اس ضرورت مند کی ضرورت کو کون پورا کرے گا جسے ہر طرف سے دھکے پڑ رہے ہوں جو مسلسل لوہے کی زنجیروں کا شکوہ کر رہا ہو اور پابند سلاسل ہو۔

ام من لوحى الله يترك بيننا
فى كل ممسى ليلة أو فى غد؟

ترجمہ: اب وہ وحی کیسے اترے گی جو رات کے وقت یا صبح کے وقت آتی تھی پھر وہ ہم میں رہ جاتی تھی۔

فعليك رحمة ربنا و سلامه
يا ذا الفواضل والندى والسودد

ترجمہ: اے ان گنت فضل و کرم کرنے والے، سخاوت کرنے والے، سردار آقا! آپ

ﷺ پر ہمارے رب تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

هلا فداك الموت كل ملعن
شكس خلايقه لئيم المحتد؟

ترجمہ: آپ ﷺ کے عوض ان لوگوں کو موت نے کیوں نہ آدبوچا جو ملعون ہیں، بداخلاق ہیں اور نسل کے اعتبار سے کمینے ہیں۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أعيني جودا بالدموع السواجم
على المصطفى بالنور من آل هاشم

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو! لگاتار آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرو، جو نور کے ساتھ چنیدہ تھے۔ ان کا تعلق خاندانِ ہاشم کے ساتھ تھا۔

على المصطفى بالحق والنور والهدى
و بالرشد بعد المندبات العظائم

ترجمہ: ان پر خوب رو لے جو بڑے بڑے واقعات کے بعد حق، نور، ہدایت اور رشد کے ساتھ منتخب ہو کر تشریف لائے تھے۔

و سحا عليه و ابكيا، ما بكيتما
على المرتضى للمحكمات العزائم

ترجمہ: تم آپ ﷺ پر گریہ کرو اتنا رو لو جتنا رو سکتی ہو جو پسندیدہ تھے۔ جن کے عزائم بڑے محکم تھے۔

على المرتضى للبر و العدل و التقى
و للدين والاسلام بعد المظالم

ترجمہ: اس ہستی پاک پر رو لو جو مظالم کے بعد پاکبازی، عدل، تقویٰ، دین اور اسلام کے لیے پسندیدہ تھے۔

علی الطاهر المیمون ذی الحلم والندی

وذی الفضل والداعی لخیر التراحم

ترجمہ: اس ہستی پاک پر رولو جو پاکیزہ تھی، بابرکت تھی، حلم وسخاوت والی تھی، فضل وکرم والی تھی، بہترین رحم وکرم کی طرف دعوت دینے والی تھی۔

أعینی ماذا، بعد ما قد فجعتما

به تبکیان الدهر من ولد آدم؟

ترجمہ: اے میری آنکھوں! اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے تمہیں تکلیف دی گئی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اولاد آدم میں سے کس پر روؤ گی؟

فجودا بسجل وا ندبا کل شارق

ربیع الیتامی فی السنین البوازم!

ترجمہ: اے آنکھوں! اچھی طرح آہ وفغاں کرلو۔اس ذات بابرکات پر رولو جو سخت قحط سالی کے دنوں میں یتیموں کا ملجا وماوی تھی۔

اَروی بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ألا یا عین! و یحك اسعدینی

بدمعك ما یقبت، و طاو عینی

ترجمہ: اے میری آنکھ! تیرے لیے ہلاکت! جب تک تو زندہ ہے آنسوؤں کے ساتھ میری مدد کر اور میری اطاعت بجالا۔

ألا یا عین ویحك و استهلی

علی نور البلاد و أسعدینی

ترجمہ: اے میری آنکھ! تیرے لیے ہلاکت! تو اس ہستی والا پر رولے جو سارے شہروں کے لیے نور تھے اور تو اس میں میری مدد کر۔

فإن عذلتك عاذلة فقولی

علام و فیم و یحك تعذلینی؟

ترجمہ: اگر کوئی ناصحہ تجھے نصیحت کرے تو تو اسے کہہ دینا کہ تیرے لیے ہلاکت کہ تو کس بات پر اور کس امر مجھے نصیحت کر رہی ہے۔

على نور البلد معا جمعياً

رسول الله أحمد فاتركيني

ترجمہ: میں اس ذات بابرکات پر رو رہی ہوں جو سارے شہروں کا نور تھے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ تھے وہ احمد مجتبیٰ ﷺ تھے تو مجھے چھوڑ دے۔

فإلا تقصري بالعذل عني

فلومي ما بدالك أو دعيني

ترجمہ: اگر تو مجھے نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کرنا چاہتی تو جیسے تیری مرضی ہو تو ایسے ملامت کر لے یا تو مجھے چھوڑ دے۔

لأمر هدني و أذل ركني

و شيب بعد جدتها قروني!

ترجمہ: اس مصیبت کی وجہ سے جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میری عظمت کو سست کر دیا ہے اس کے بعد کہ اس نے میرے بالوں کو بھی سفید کر دیا ہے۔

اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ألا يا رسول الله كنت رجاءنا

و كنت بنا برا و لم تك جافيا

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ ﷺ ہماری امیدوں کے مرکز تھے۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور ظالم نہ تھے۔

و كنت بنا رؤفا رحيما نبينا

ليبك عليك اليوم من كان باكيا

ترجمہ: آپ ﷺ ہمارے ساتھ رؤف اور رحیم ہمارے نبی تھے۔ رونے والے آج آپ ﷺ پر رولیں۔

لعمرك ما أبكي النبي لموته
ولكن لهرج كان بعدك آتيا

ترجمہ: مجھے آپ کی زندگی کی قسم! میں حضور ﷺ کے وصال کی وجہ سے نہیں رو رہی، لیکن میں اس مصیبت کی وجہ سے رو رہی ہوں جو آپ ﷺ کے بعد آنے والی ہے۔

كأن على قلبي لذكر محمد
و ما خفت من بعد النبي المكاويا

ترجمہ: میرا دل یادِ مصطفیٰ ﷺ اور ان کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے غم میں داغ داغ ہے۔

أفاطم، صلى الله، رب محمد
على جدث أمسى بيثرب ثاويا

ترجمہ: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ رب العزت حضرت محمد ﷺ کا پروردگار اس قبر انور پر رحمتیں نازل کرے جو مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کا مسکن بن گئی ہے۔

أبا حسن، فارقته و تركته
فيك بحزن آخر الدهر شاجيا

ترجمہ: اے ابوالحسن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ حضور ﷺ سے جدا ہو گئے ہیں اور تم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے تم آخری زمانہ تک حضور ﷺ پر درد و غم سے روتے ہوئے۔

فدا لرسول الله أمي و خالتي
و عمي و نفسي قصرة ثم خاليا

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پر میری امی جان، میری خالہ جان، چچا جان اور پھوپھی جان سب فدا ہو جائیں اور خود میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔

صبرت و بلغت الرسالة صادقا
و قمت صليب الدين أبلج صافيا

ترجمہ: آپ ﷺ نے صبر کیا۔ سچائی کے ساتھ اللہ رب العزت کا پیغام پہنچایا۔ دینِ حق

کو سیدھا کیا اور اسے صاف ستھرا بنا دیا۔

فلو أن رب الناس أبقاك بيننا
سعدنا، ولكن أمرنا كان ماضيا

ترجمہ: انسانوں کا پروردگار اگر آپ ﷺ کو ہمارے مابین رہنے دیتا تو یہ ہمارے لیے بہت بڑی سعادت مندی تھی لیکن ہمارے اس کام کا تو فیصلہ ہو چکا تھا۔

عليك من الله السلام تحية
و أدخلت جنات من العدن راضيا

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ رب العزت کی طرف سے آپ ﷺ پر سلام ہو اور آپ ﷺ کو یقیناً عدن کے باغات میں رضا و رغبت کے ساتھ داخل کر دیا گیا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و باكية حراء تحزن بالبكا
و تلطم منها خدها و المقلدا

ترجمہ: حراء کی رونے والی کی قسم جو رونے سے غم زدہ ہوتی ہے۔ غم کی وجہ سے اپنے رخسار پیٹتی ہے اور اپنے سینہ کوبی کرتی ہے۔

على هالك بعد النبى محمد
و لو علمت لم تبك إلا محمّدا

ترجمہ: اس مرنے والے پر جو حضور نبی کریم ﷺ کے بعد مرا اگر وہ جان لیتی تو وہ صرف محمد عربی ﷺ پر ہی روتی۔

فجعنا بخير الناس حيا و ميتا
و أدناه من رب البرية مقعدا

ترجمہ: ہمیں اس ہستی پاک کی وجہ سے تکلیف دی گئی جو حالت حیات اور حالت وصال میں سارے لوگوں سے بہترین ہے اور مقام و منصب کے لحاظ سے مخلوق کے رب کے سب سے قریب ہے۔

وَ أفظعهم فقدا على كل مسلم

و اعظمهم في الناس كلهم يدا

ترجمہ: ہر مسلمان پر آپ ﷺ کا فراق انتہائی ہول ناک اور تمام انسانوں پر آپ ﷺ کے احسان سب سے بڑے ہیں۔

لقد ورثت اخلاقه المجد والتقى

فلم تلقه إلا رشيدا و مرشدا

ترجمہ: آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ نے تقویٰ اور بزرگی کو پالیا ہے، اور تم آپ ﷺ سے اس حالت میں ملاقات کرو گے کہ آپ ﷺ ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے ہوں گے۔

صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

لهف نفسي و بت كالمسلوب

آرق الليل فصله المحروب

ترجمہ: مجھے اپنی جان پر بہت دکھ ہے۔ میں نے اس شخص کی طرح رات بسر کی جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو اور غم واندوہ کے ساتھ ساری رات بیدار رہا ہو۔

من هموم و حسرة ردفتني

ليت أني سقيتها بشعوب

ترجمہ: میری یہ حالت ان غموں اور پریشانیوں کی وجہ سے ہوئی ہے جنہوں نے مسلسل مجھے گھیر رکھا ہے۔ کاش یہ مصائب آہستہ آہستہ نازل ہوتے۔

حين قالوا: ءان الرسول قد امسى

وافقته منية المكتوب

ترجمہ: یہ اس وقت مجھ پر مصیبت ٹوٹیں جب لوگوں نے مجھے کہا کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے رقم کی گئی تقدیر کے ساتھ موافقت کر لی ہے۔

إذا رأينا ان النبی صریع
فأشاب القذال أی مشیب

ترجمہ: جب ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ عالم فانی سے تشریف لے گئے ہیں تو ہمارے سر کے بال بھی سفید ہو گئے۔

إذا رأينا بيوته موحشات
ليس فيهن بعد عيش حبيبی

ترجمہ: جب ہم نے آپ ﷺ کے حجرات مقدسہ کو دیکھا کہ وہ وحشت انگیز منظر پیش کر رہے ہیں۔ جہاں حضور نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے اور اب میرا محبوب ان میں تشریف فرما نہیں ہے۔

أورث القلب ذاك حزنا طويلا
خالط القلب فهو كالمرعوب

ترجمہ: اس حادثہ نے دل کو اتنا طویل دکھ دیا ہے جو دل میں مل گیا ہے اور وہ مرعوب شخص کی طرح ہے۔

ليت شعری! و كيف أمسی صحيحا
بعد أن بين بالرسول القريب؟

ترجمہ: کاش مجھے خبر ہوتی کہ میں کیسے صحیح ہو سکتی ہوں بلکہ اس کے کہ حضور ﷺ ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔

أعظمُ الناس فی البرية حقا
سيدُ الناس حبهُ فی القلوب

ترجمہ: آپ حقیقت میں سارے لوگوں سے عظیم تھے۔ سارے لوگوں کے سردار تھے۔ آپ ﷺ کی محبت دلوں میں جاگزین ہے۔

فإلی الله ذاك أشكو و حسبی
يعلم الله حوبتی و نحيبی

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بےکس پناہ میں اس کی شکایت کرتی ہوں۔ وہ ذات پاک مجھے کافی ہے۔ وہ میری تکلیف اور رونے کو خوب جانتا ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہا نے ہی فرمایا:

أفاطم، بكي ولا تسأمي
بصبحك، ما طلع الكوكب!

ترجمہ: اے خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ روتی رہیں، رونے سے اکتاہٹ محسوس نہ کرنا جب تک ستارے طلوع ہو رہے ہیں آپ ﷺ پر گریہ کرتے رہنا۔

هو المرءُ يبكي، و حق البكاء
هو الماجد السيد الطيب

ترجمہ: آپ ﷺ ایسے عظیم الشان نبی تھے کہ آپ ﷺ گریہ کے ہی مستحق تھے۔ آپ ﷺ بہت زیادہ عظیم شان والے سردار اور پاک باز تھے۔

فاوحشت الأرض من فقده
و أي البرية لا ينكب؟

ترجمہ: آپ ﷺ کے جہانِ فانی سے تشریف لے جانے سے زمین وحشت انگیز منظر پیش کر رہی ہے اور وہ کون سی مخلوق ہے جس پر مصیبت نازل نہ ہوئی ہو۔

فما لي بعدك حتى الممات
إلا الجوى الداخل المنصب

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد میرے لیے ہلاکت انگیز درد دل کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے۔

فبكي الرسول! و حقت له
شهود المدينة والغيب

ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ کے لیے رو لے اور مدینہ میں موجود اور وہاں سے غائب ہونے والوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ پر رو لیں۔

لتبكيك شمطاء مضرورة
إذا حجب الناس لا تحجب

ترجمہ: اس عورت کو بھی آپ پر رو لینا چاہیے جس کی بینائی اس طرح سے جاتی رہی ہو کہ وہ اس جگہ پردہ نہ کر سکے جہاں پردہ کرنے کا موقع ہے۔

ليبكيك شيخ ابو ولدة
يطوف بعقوبته أشهب

ترجمہ: آپ پر وہ عمر رسیدہ شخص بھی روئے جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور وہ قحط سالی میں انہیں لے کر پھر رہا ہو۔

و يبكيك ركب إذا أرملوا
فلم يلف ما طلب الطلب

ترجمہ: اور آپ پر وہ کاروان بھی روئے جب وہ چٹیل میدان سے گزرے گا اور وہ جس کی جستجو میں ہوں اسے نہ پا سکیں۔

و تبكي وعيرة من فقده
بحزن و يسعدها الميثب!

ترجمہ: تمام قبائل آپ ﷺ کے جانے کی وجہ سے بہت زیادہ روئیں اور بے تابی ان کی معاونت کرے۔

و تبكي الأباطح من فقده
و تبكيه مكة و الأخشب

ترجمہ: آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے وادی بطحا بھی روئے گی مکہ مکرمہ بھی روئے گا اور اخشب بھی روئے گا۔

فعيني مالك لا تدمعين؟
و حق لدمعك يستكب

ترجمہ: اے میری آنکھ تو آنسو کیوں نہیں بہاتی؟ تمہارے آنسوؤں کا یہ حق ہے کہ تو

آپ ﷺ پر دل کھول کر رو لے۔

صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ما لعيني لا تجودان ريا

إذ فقدنا خير البرية حيا

ترجمہ: اے میری آنکھوں! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم آنسوؤں کی بھرپور سخاوت نہیں کرتی ہو جبکہ ہم نے اس ہستیٔ پاک کو مفقود کیا ہے جو سارے لوگوں میں سے بہترین تھی؟

يوم نادى إلى الصلوة بلال

فبكينا عند النداءِ مليا

ترجمہ: جس روز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز کے لیے آذان دی تو اس صدا کے وقت ہم جی بھر کر رو دیے۔

لم أجد قبلها و لست بلاق

بعدها غصّة أمر عليا

ترجمہ: میں نہ تو آپ سے قبل اور نہ ہی آپ کے بعد ایسے غم سے ملی جو اس قدر تلخ اور بلند و برتر ہو۔

جل يوم أصبحت فيه عليلا

لا يرد الجواب منك إليا

ترجمہ: وہ دن کتنا عظیم تھا جس کی صبح کو میں مریض بن گئی اور تمہاری طرف سے میری طرف جواب نہ لوٹایا گیا۔

ليت يومي يكون قبلك يوما

أنضج القلب للحرارة كيا

ترجمہ: کاش! میرے وصال کا دن آپ ﷺ کے وصال سے ایک روز پہلے ہوتا جو دل کو محکم کرتا اور اس پر حرارت کا داغ ہوتا۔

خلقا عاليا، و دينا كريما

و صراطا يهدى إليه سويا

ترجمہ: آپ خلق عظیم کے مالک تھے۔ آپ کا دین کریم تھا۔ یہ ایسا راستہ ہے جو سیدھا راستہ ہے جس کی آپ ہدایت فرماتے ہیں۔

و سراجا يجلو الظلام منيرا

و نبيا مسددا عربيا

ترجمہ: آپ سراج منیر تھے جو ظلمتوں کو ختم کر دیتے تھے آپ نبی کریم، سردار اور عربی اور درست راہ نمائی کرنے والے تھے۔

حازما، عازما، حليما، كريما

عائدا بالنوال، برا تقيا

ترجمہ: آپ محتاط، عزم مصمم والے، حلیم اور کریم تھے۔ آپ عطیات سے سرفراز کرنے والے پاکباز اور متقی تھے۔

إن يوما أتى عليك ليوم

كورت شمسه و كانت جليا

ترجمہ: بلاشبہ کسی روز تم پر ایسا دن آجائے گا جس میں سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، حالانکہ وہ پہلے خوب روشن ہوگا۔

فعليك السلام منا و من

ربك بالروح بكرة و عشيا

ترجمہ: آپ ﷺ پر ہماری طرف سے اور آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے ساتھ صبح و شام سلام ہو۔

ہند بنت اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أشاب ذؤابتي و أذل ركني

بكاؤك فاطم، الميت الفقيدا

ترجمہ: اے سیدہ فاطمۃ الزہراء حضور ﷺ کے وصال پر آپ ﷺ کے رونے نے میرے بال بھی سفید کر دیے ہیں اور میرا قد بھی جھکا دیا ہے۔

فأعطيت العطاء فلم تكدر
و أخدمت الولائد و العبيدا

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ اس طرح عطا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو کسی سے کدورت نہ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ تو چھوٹی چھوٹی لڑکیوں اور غلاموں کی بھی خدمت کرتے تھے۔

و كنت ملاذنا فی كل لزب
إذا هبت شامية برودا

ترجمہ: ہر مشکل گھڑی میں آپ ﷺ ہمارے لیے پناہ گاہ تھے جب ٹھنڈی اور سرد ہوائیں چلتی تھیں تو آپ ہی آرام پہنچاتے تھے۔

و إنك خير من ركب المطايا
و أكرمهم إذا نسبوا جدودا

ترجمہ: آپ ﷺ ان تمام افراد میں سے بہترین ہیں جو سواریوں پر سوار ہوئے۔ آپ ﷺ ان تمام میں سے معزز ہیں جب وہ اپنے اپنے آباء و اجداد کی طرف منسوب ہوں۔

رسول الله فارقنا و كنا
نرجی أن يكون لنا خلودا

ترجمہ: حضور ﷺ ہم سے جدا ہو گئے ہیں ہمیں تو امید تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ ہمارے ہاں تشریف فرما رہیں گے۔

أفاطم فاصبری فلقد أصابت
رزيئتك التهائم و النجودا

ترجمہ: اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صبر کریں۔ آپ کی اس مصیبت نے تو تہامہ اور

نجد کو بھی غم زدہ کر دیا ہے۔

و أهل البر والأبحار طرا
فلم تخطئ مصيبته وحيدا

ترجمہ: خشکی والے اور سمندروں والے سب اس غم میں شریک ہیں۔ آپ ﷺ کی مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا ہے۔

و كان الخير يصبح في ذراه
سعيد الجد قد ولد السعودا

ترجمہ: آپ ﷺ کے دامن پاک سے خیر و برکت کی صبح طلوع ہو جاتی تھی۔ آپ ﷺ آباء و اجداد کے اعتبار سے نیک اور سعادت مند تھے اور سعادت مندی ہی آپ ﷺ سے پیدا ہوتی تھی۔

فموتي إن قدرتي أن تموتي
فقدت الطيب الرجل الحميدا

ترجمہ: اگر آپ کے بس میں وصال کر جانا ہے تو وصال کر جائیں۔ آپ نے پاک باز اور قابل تعریف ہستی کو مفقود کیا ہے۔

رسول الله خير الناس حقا
فلست أرى له أبدا مديدا

ترجمہ: حضور ﷺ درحقیقت سارے لوگوں سے بہتر تھے۔ اب میں ساری زندگی آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکوں گی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما زالت مذ وضع الفراش لجنبه
و ثوى مريضا خائفا أتوقع

ترجمہ: جب سے آپ ﷺ کے پہلوں کے لیے بستر بچھایا گیا اور آپ ﷺ مریض ہوئے تو مجھے اندیشہ اور توقع تھی۔

شفقا عليه أن يزول مكانه
عنا، فنبقى بعده نتوجع

ترجمہ: مجھے آپ ﷺ پر خدشہ تھا کہ آپ ﷺ ہم سے جدا نہ ہو جائیں اور آپ ﷺ کے بعد ہم اس طرح رہیں کہ ہم مصیبت سے کراہ اٹھیں گے۔

نفس فداؤك من لنا في أمرنا
أو من نشاوره إذا فترجع

ترجمہ: آپ ﷺ پر میری جان بھی قربان۔ اب ہمارے معاملہ کا والی کون ہوگا، یا اب ہم کس سے مشاورت کریں گے؟ پھر تو ہم انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ دیں گے۔

و إذا تحدثنا الحوادث! من لنا
بالوحي من رب رحيم يسمع

ترجمہ: جب ہم حادثات کے بارے گفتگو کریں گے تو ہمیں رب رحیم کی طرف سے وحی کے ساتھ کون سنے گا۔

ليت السماء تفطرت أكنافها
و تناثرت فيها النجوم الطلع

ترجمہ: کاش آسمان اطراف سے پھٹ جاتا اور اس میں طلوع ہونے والے تارے بکھر جاتے۔

لما رأيت الناس هد جميعهم
صوت ينادي بالنحي فيسمع

ترجمہ: جب لوگوں نے دیکھا تو اس آواز نے تمام کے تمام کو گرا دیا جو آپ ﷺ کے وصال کی خبر دے رہی تھی اور اسے سنا جا رہا تھا۔

و سمعت صوتا قبل ذلك هدني
عباس ينعاه بصوت يقطع

ترجمہ: اس سے پہلے میں نے ایک آواز سنی جس نے مجھے گرا دیا۔ میں نے حضرت عباس کو سنا وہ شکستہ آواز میں آپ کے وصال کا اعلان کر رہے تھے۔

فلیبکه أهل المدائن کلها
و المسلمون بکل أرض تجدع

ترجمہ: تمام شہروں کے باسیوں کو آپ ﷺ پہ رونا چاہیے تمام سرزمین کے مسلمان کمزور ہو جائیں گے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ألا طِرف الناعی بلیل فراعنی
و أرقنی لما استهل منادیا

ترجمہ: رات کے وقت آپ ﷺ کے وصال کی خبر دینے والے نے دروازے پر دستک دی تو مجھے خوف زدہ کر دیا جب اس نے بلند آواز سے آپ ﷺ کے وصال کی خبر دی تو میری نیند اُڑ گئی۔

فقلت له لما رأیت الذی أتی
أغیر رسول الله أصبحت ناعیا

ترجمہ: میں نے اس سے کہا جب میں نے اسے دیکھا جو آیا تھا کہ کیا تو وقت صبح حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کے وصال کی خبر دے رہا ہے۔

فحقق ما أشفیت منه و لم یُبل
و کان خلیلی عدتی و جمالیا

ترجمہ: وہ بات سچ ثابت ہو گئی جس کا مجھے خدشہ تھا آپ ﷺ لے پیدا نہ ہوئے تھے آپ ﷺ میرے خلیل میرا سہارا اور میرا حسن و جمال تھے

فو الله، لا أنساك أحمد ما مشت
بی العیس فی أرض و جاوزت وادیا

ترجمہ: اللہ کی قسم اے احمد مجتبیٰ ﷺ میں آپ کو بھلا نہ پاؤں گا جب تک اونٹنی مجھے زمین

میں چلتی رہے گی اور وادی کو عبور کرتی رہے گی۔

و کنت متی أهبط من الأرض تلعة
أجد أثرا منه جديدا و عافيا

ترجمہ: میں جب بھی بلند زمین سے نیچے اترا کرتا تھا تو میں اس کا نیا اور مٹا ہوا اثر پاتا رہتا ہوں۔

جواد تشظى الخيل عنه كأنما
برين به ليثا عليهن ضاريا

ترجمہ: آپ ﷺ ایسے شہسوار تھے گھوڑے آپ سے ایسے منتشر ہو جاتے تھے گویا کہ وہ آپ کے ساتھ خونخوار شیر دیکھتے جو ان پر حملہ آور ہو۔

من الأسد قد أحمى العرين مهابة
تفادى سباع الأرض منه تفاديا

ترجمہ: ان شیروں میں سے جو اپنے کچھار کی حفاظت رعب سے کرتے ہیں اور زمین کے درندے اس کو فدیہ دے کر اپنی حفاظت کرتے ہیں۔

شديد جرى النفس نهد مصدر
هو الموت مغد و عليه و غاديا

ترجمہ: آپ بہت سخت بہادر نفس والے تھے۔ بلند منصب والے تھے۔ مضبوط سینہ مبارک رکھتے تھے۔ صبح کے وقت آپ ﷺ پر وصال طاری ہو گیا۔

اس عظیم مصیبت کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہونا اور ان کی ثابت قدمی

بزار، بلاذری، دارقطنی، ابن خزیمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابو یعلی اور احمد نے ثقہ راویوں سے، طیالسی اور ترمذی نے الشمائل میں حسن سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، طبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے، ابن راہویہ نے حضرت عکرمہ سے، اور عبد بن حمید نے صحیح

سند کے ساتھ سالم بن عبید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔" دوسری روایت میں ہے کہ جب پیر کے روز حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طرح ہو گئے ہیں جیسے آپ ﷺ پسند کرتے ہیں۔ آج بنت خارجہ (ان کی زوجہ) کی باری ہے کیا میں اس کے پاس چلا جاؤں؟ آپ ﷺ نے انہیں اذن مرحمت فرما دیا۔ آپ ﷺ حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "سنخ" اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ ﷺ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اذن طلب کیا۔ ان کے ہمراہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ پردہ میں چلی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "اتنے وقت سے آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہے۔" انہوں نے آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ انہوں نے کہا: "ہائے! غشی! آپ ﷺ پر غشی کتنی شدید ہے؟" دوسری روایت میں ہے: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ فرطِ غم سے چکر لگانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے "اے اللہ تعالیٰ کے نبیِ پاک! اے اس کے برگزیدہ اور چنیدہ نبیِ کریم ﷺ! پھر انہوں نے آپ ﷺ کو ڈھانپ دیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہ کی۔ جب وہ دروازے کی دہلیز تک پہنچے تو انہوں نے کہا: "عمر! حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "تم خلافِ حقیقت بات کر رہے ہو۔ بخدا! آپ ﷺ کا وصال نہ ہو گا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کو منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں اسی طرح گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس کے پاس گئے تھے۔ وہ چالیس راتیں اپنی قوم سے علیحدہ رہے تھے۔ بخدا! حضور اکرم ﷺ ضرور واپس تشریف لائیں گے۔ آپ ﷺ ان کی ٹانگیں اور زبانیں کاٹ دیں گے۔" انہوں نے گفتگو کی اور خوب کھل کر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: "تم وہ شخص ہو جسے فتنے نے گھیر رکھا ہے۔" حضرت ابن ام مکتوم مسجد نبوی کے آخری کونے میں یہ

آیت طیبہ پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ (آلِ عمران:۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد ﷺ مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول۔

لوگ مضطرب تھے، وہ رو رہے تھے۔ وہ کسی کی بات نہ سن رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! کسی کے ساتھ حضور والیٔ بے کساں ﷺ کا عہد ہو وہ ہم سے گفتگو کرلے۔" لوگوں نے کہا: "نہیں۔" انہوں نے کہا: "حضرت عمر نے کہا: "کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے؟" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے لوگو! حضور اکرم ﷺ کے متعلق کسی کے ہاں کوئی عہد نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ کے وصال کے متعلق میرے پاس عہد ہے۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے جامِ وصال چکھ لیا ہے۔" اپنے صاحب کو دفن کردو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک پہلے مرچکا ہے کہ آپ ﷺ کے دو وصال ہوں۔ آپ ﷺ درگاہِ ربانیہ میں اس سے زیادہ معزز ہیں کہ وہ آپ ﷺ کو جامِ وفات دو دفعہ چکھائے اگر اس طرح ہوتا جیسے تم کہہ رہے ہو تو یہ رب تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ وہ آپ ﷺ سے خاک طیبہ ہٹالے گا اور آپ کو مرقد انور سے باہر نکال لے گا۔ ان شاء اللہ! آپ ﷺ کا وصال اس وقت تک نہ ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے شاہراہِ حیات کو خوب واضح کردیا حلال کو حلال فرمایا حرام کو حرام فرمایا۔ نکاح فرمایا۔ طلاق دی۔ جہاد کیا۔ صلح کی۔ کوئی بھیڑوں کا چرواہا، جس کا مالک اس کے پیچھے ہو وہ اپنے ڈنڈے کے ساتھ عضاہ کے پتے جھاڑتا ہو، جوان کا حوض اپنے ہاتھ سے درست کرتا ہو وہ آپ ﷺ سے زیادہ جانفشانی اور محنت سے کام نہ کرتا ہوگا۔ آپ ﷺ تم میں تشریف فرما تھے۔"

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے السنح کی طرف گئے۔ انہیں آپ ﷺ کے وصال کے متعلق بتایا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی جبکہ وہ السنح کے مقام پر تھے۔ وہ گھوڑے پر آئے۔ درِ رسول اللہ ﷺ پر اترے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے باتیں کررہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کی طرف توجہ نہ دی، حتیٰ

کہ وہ حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں گئے۔ آپ ﷺ ایک کونے میں تھے۔ جرہ کی چادر سے آپ ﷺ کو ڈھانپا گیا تھا۔

ابوربیع، ابویمن بن عساکر نے "اتحاف الزائر" میں لکھا ہے: "ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پسلیاں ان کے سینے میں فرطِ غم سے آگے پیچھے ہو رہی تھیں۔ چٹان کے ٹکڑے کی مانندان کے پٹھے بلند ہو گئے تھے، لیکن انہیں عقل اور گفتگو میں استقلال حاصل تھا، حتیٰ کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ اسے مس کیا۔ چشمانِ مقدس کے مابین بوسہ دیا۔ رونے لگے۔ عرض کرنے لگے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! آپ ﷺ حیاتِ طیبہ اور حالت وصال میں عمدہ ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال سے وہ چیز منقطع ہو گئی ہے جو کسی اور نبی کے وصال سے منقطع نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ کا منصب رفیع آپ ﷺ کے اوصاف بیان کرنے سے بالاتر ہے۔ آپ ﷺ گریہ و زاری سے عظیم تر ہیں۔ آپ ﷺ اتنے خاص ہوئے کہ ہمارے لیے بہار جاوداں بن گئے، اور اتنے عام ہوئے کہ آپ ﷺ ہم میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اگر آپ ﷺ کے وصال کے متعلق ہمیں اختیار ہوتا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اگر آپ ﷺ نے آپ ﷺ پر رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو معاملات کیسے ہوتے، البتہ وہ امر جس سے ہم اجتناب نہیں کر سکتے وہ غم پنہاں اور مرضِ فراق کا موت کے قریب کر دینا ہے۔ یہ باری باری آتے ہیں۔ یہ جدا نہیں ہوتے۔ مولا! ہماری طرف سے آپ ﷺ کو پیغام پہنچا دے۔ آقا! ہمیں اپنے رب تعالیٰ کے حضور یاد کرنا۔ آپ اس کے لیے ہو جائیں جو آپ ﷺ کے لیے آئے۔ مولا! اگر تو نے سکینہ کی تخلیق نہ کی ہوتی تو یہ اس وحشت کو کافی نہ ہوتی جسے تو نے بنایا ہے۔ مولا! ہمارے نبی کریم ﷺ کو ہماری طرف سے پیغام پہنچا دے۔ آپ ﷺ کی (اس عالم میں) حفاظت فرما۔" پھر وہ رونے لگے۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابویعلی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کی

طرف سے آئے۔ عرض کی: "اے نبی کریم ﷺ!" پھر اپنا منہ نیچے کیا چہرۂ انور پر بوسہ دیا، پھر عرض کی: "ہائے اس کے صفی!" پھر سر کو اٹھالیا۔ منہ نیچے کیا اور طلعت زیبا پر بوسہ دیا، پھر عرض کی: "واہ اس کے خلیل! حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔" امام احمد اور امام ابو یعلی نے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ ﷺ پر غشی طاری ہے۔" وہ آپ ﷺ کے قریب ہوئے۔ چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا، اور کہا: "واہ غشی! یہ غشی کتنی شدید ہے۔" چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا اور آپ ﷺ کے وصال کو جان لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے کہا: "راہِ خدا میں وحی منقطع ہو گئی ہے۔ جبرائیل امین کا میرے حجرہ مقدسہ میں آنا بند ہو گیا ہے۔" پھر انہوں نے اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی طلعتِ زیبا پر رکھے۔ اپنا منہ جبین اطہر پر رکھا حتیٰ کہ ان کے آنسو بہنے لگے۔ آنسو آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر گرنے لگے۔" دوسری روایت میں ہے: "وہ آپ ﷺ پر جھکے۔ آپ ﷺ کو بوسہ دیا، پھر عرض کی: "میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! جو جامِ وصال رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے لکھا ہے۔ وہ آپ ﷺ نے پی لیا ہے اس کے بعد یہ آپ ﷺ کبھی نہ پئیں گے، پھر آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر چادر ڈال دی اور لوگوں کے پاس چلے گئے۔"

ابو ربیع نے یہ اضافہ کیا ہے: "وہ مصیبت، پریشانی اور تکلیف میں تھے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ وہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "عمر! خاموش ہو جاؤ۔" انہوں نے تین بار اسی طرح کہا، مگر انہوں نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ خاموش نہیں ہو رہے تو انہوں نے لوگوں کی طرف توجہ کی۔ جب لوگوں نے ان کی گفتگو سنی تو انہوں نے ان کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ منبر پر چڑھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔" ابو ربیع اور ابوالیمن نے روایت کیا ہے۔ "پھر انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا اکثر حصہ حضور اکرم ﷺ پر درودِ پاک تھا۔ انہوں نے اس میں فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اس

کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب حق اسی طرح ہے جیسے نازل ہوئی۔ دین حق اسی طرح ہے جیسے مشروع ہوا۔ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان ہوئی۔ فرمانِ اسی طرح ہے جیسے فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ ہی حق مبین ہے۔

پھر فرمایا: "اے لوگو! جو محمد عربی ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو محمد عربی ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے۔ جو رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تو رب تعالیٰ حیٌّ (زندہ) ہے۔ اسے موت نہیں پھر انہوں نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

(آلِ عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

ابن عقبہ نے ان آیات بینات کا اضافہ کیا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ (الزمر: ۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ (آلِ عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو۔

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿ۚ۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿ۚ۲۷﴾

(الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔

ابو ربیع اور ابو یمن نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں تم سے آگے ہے۔ اسے گھبرا کر نہ پکارو۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے ان نعمتوں کو پسند کیا جو اس کے پاس ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ (النحل:۹۶)

ترجمہ: جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو (رحمت کے خزانے) اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہیں گے۔

وہ آپ ﷺ کو اپنے اجر و ثواب کی طرف لے گیا ہے۔ اس نے تم میں اپنی کتاب اور اپنے رسولِ مکرم ﷺ کی سنت پاک کو چھوڑا ہے۔ جس نے انہیں تھام لیا اس نے عرفان پا لیا۔ جس نے ان کے مابین فرق کیا اس نے انکار کر دیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (النساء:۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم ہونے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لیے۔

تمہارے نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے شیطان تمہیں (کسی ناجائز امر کی طرف) مشغول نہ کر دے۔ وہ تمہیں تمہارے دین حق سے منحرف نہ کر دے۔ شیطان کو شرمندہ کر کے اس کے ساتھ مقابلہ کرو اور اسے عاجز کر دو۔ تم اسے مہلت نہ دو کہ وہ تمہارے ساتھ مل جائے۔''

ابن عقبہ نے یہ اضافہ کیا ہے۔

''رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حیاتِ طیبہ عطا کی۔ انہیں بقاء عطا کی حتیٰ کہ آپ نے دین اسلام کو قائم فرمایا۔ رب تعالیٰ کے امر کو غالب فرمایا۔ ربّ تعالیٰ کا پیغام حق پہنچایا۔ رب تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) آپ ﷺ اسی (صراطِ مستقیم) پر تھے۔ اسی پر تمہیں چھوڑا۔ ہلاک ہونے والا ہلاک نہ ہوگا مگر دلیل کے بعد۔ شفاء کے بعد۔ جس کا رب تعالیٰ اللہ رب العزت ہے تو وہ زندہ جاوید ہے۔ اسے موت

نہیں۔ جو محمد عربی ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ انہیں معبود سمجھتا تھا تو اس کا معبود وفات پا گیا ہے۔ اے لوگو! اللہ رب العزت سے ڈرو۔ اپنے دین حق کو مضبوطی سے تھام لو۔ اپنے رب تعالیٰ پر توکل کرو۔ دین الٰہی قائم ہے۔ اس کا کلمہ باقی ہے۔ رب تعالیٰ اس کی نصرت فرماتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے دین متین کو غالب کر کے رہے گا۔ کتاب الٰہی ہمارے سامنے ہے۔ وہ سراپا نور اور شفاء ہے۔ اسی کے ساتھ رب تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو منزلِ مقصود تک پہنچایا۔ اسی میں رب تعالیٰ کے حلال کردہ اور حرام کردہ امور ہیں۔ بخدا! ہم پرواہ نہیں کریں گے کہ رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے کون ہم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی تلواریں سونتی ہوئی ہیں۔ ہم نے ابھی تک انہیں رکھا نہیں ہے۔ ہم اسی کے ساتھ جہاد کریں گے جس نے ہماری مخالفت کی۔ جیسے ہم نے آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا تھا ہر ایک تو اس کے نفس پر ہی محفوظ رکھا جائے گا۔"

دوسری روایت میں ہے: "بخدا! گویا کہ لوگوں کو علم ہی نہ تھا کہ یہ آیت طیبہ اتری ہے مگر جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے تلاوت کیا۔ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اسے لیا۔ یہ ان کے منہ میں تھی۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھا، تو لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کے وصال کا یقین ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیا، حتیٰ کہ اسے پڑھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں ششدر رہ گیا۔ میں کھڑا تھا۔ میں زمین پر گر پڑا۔ میری ٹانگوں نے مجھے نہ اٹھایا۔ جب انہوں نے اسے پڑھا تو مجھے علم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔"

ابو ربیع نے یہ اضافہ کیا ہے "جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: "عمر! تم وہی ہو نا جو بابِ رسول اللہ ﷺ پر کہہ رہے تھے: "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔" کیا تمہیں علم نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فلاں دن اس طرح فرمایا تھا۔ فلاں روز اس طرح اس طرح فرمایا تھا۔ رب تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝۳۰ (الزمر:۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ ﷺ نے بھی انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! گویا کہ میں نے اس سے قبل یہ آیت طیبہ کتاب اللہ میں سنی ہی نہ تھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتابِ الٰہی اسی طرح ہے جیسے اتری تھی۔ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان کی گئی۔ رب تعالیٰ زندہ ہے۔ اسے موت نہیں۔ صلوات اللہ و سلامہ علی رسولہ۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال پر صبر کرنے کی وجہ سے تمہیں رب تعالیٰ کے ہاں اجر دیا جائے گا۔" حضرت عمر فاروق نے اس روز یہ اشعار پڑھے تھے:

لعمری لقد ایقنت انك میت

ولکنما ابدی الذی قلته الجزع

ترجمہ: مجھے اپنی حیاتی کی قسم! مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ میں نے جو باتیں کی تھیں ان کا اظہار گھبراہٹ سے کیا تھا۔

و قلت یغیب الوحی عنا لفقدہ

کما غاب موسی ثم یرجع کما رجع

ترجمہ: میں نے کہا کہ آپ ﷺ کے پردہ فرما ہو جانے کی وجہ سے وحی بھی ہم سے چلی جائے گی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ آپ ﷺ اسی طرح آ جائیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آ گئے تھے۔

و کان ھوای أن تطول حیاته

و لیس راحی فی بقاء میت طمع

ترجمہ: میری تمنا یہ تھی کہ کاش آپ ﷺ کی حیات طیبہ طوالت اختیار کرتی، جبکہ میت کی بقاء میں زندہ کے لیے کوئی طمع نہیں ہوتا۔

فلما کشفنا البرد عن جر وجهه

اذا الامر بالجزع المرعب قد وقع

ترجمہ: جب ہم نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کے ظاہری حصے سے چادر ہٹائی تو وہ امر وقوع پذیر ہو چکا تھا جو پریشان اور حیران کر دینے والا تھا جو غیر معمولی تھا۔

فلم يك لى عند المصيبة حيلة
ارد بها اهل الشمائة والقزع

ترجمہ: اس حادثہ فاجعہ کے وقت میرے پاس کوئی حیلہ نہ تھا۔ جس کے ذریعے میں دشمنانِ اسلام اور الزامات لگانے والوں کو جواب دیتا۔

سوى اذن الله فى كتابه
وما اذن الله العباد به يقيع

ترجمہ: سوائے اس کے اللہ رب العزت نے اپنی کتاب زندہ میں آگاہ فرمایا ہے۔ جس چیز کے متعلق رب تعالیٰ آگاہ فرما دیتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

و قد قلت من بعد المقالة قوله
لها فى حلوق الشامتين به بشع

ترجمہ: میں نے اس گفتگو کے بعد ایسی گفتگو کی جس کی وجہ سے دشمنوں کے حلق بدمزہ ہو گئے تھے۔

الا انما كان النبى محمدا
الى اجل وافى به الموت فانقطع

ترجمہ: میں نے کہا "سرورِ دو عالم ﷺ اس جہانِ رنگ و بو میں ایک مدت مقررہ تک بھیجے گئے تھے۔ جب آپ ﷺ نے وہ وقت پورا کر لیا تو آپ تشریف لے گئے۔

ندين على العلات منا بدينه
و نعطى الذى اعطى و نمنع مامنع

ترجمہ: ہم ہر حالت میں آپ ﷺ کے دین حق کی پیروی کریں گے۔ ہم وہی کچھ عطا کریں گے جو آپ ﷺ نے عطا کیا اسی سے روکیں گے جس سے آپ ﷺ نے روکا۔

وولیت محزوفا بعین سفینة
اکفکف دمعی والفواد قد انصدع

ترجمہ: میں تکلیف دہ آنکھ کے ساتھ غمزدہ واپس آ گیا۔ میں اپنے آنسوؤں کو روک رہا تھا، جبکہ دل پھٹا جا رہا تھا۔

و قلت لعسی کل دمع دخرته
فجودی به ان الشبجی له دفع

ترجمہ: میں نے اپنی آنکھ سے کہا: "تم نے جو آنسو ذخیرہ کر رکھے تھے۔ انہیں فیاضی میں بہا دے۔ بلاشبہ غمزدہ کا غم اسی طرح دور ہوتا ہے۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے کہا: "کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت جو باتیں کی تھیں مجھے ان پر کس نے ابھارا تھا؟" میں نے کہا: "امیر المؤمنین! میں نہیں جانتا آپ خوب جانتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا: "مجھے اس آیت طیبہ نے اس پر ابھارا۔ میں اسے پڑھتا تھا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنا دیا (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔

بخدا! میرا گمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ اس امت میں باقی رہیں گے، حتیٰ کہ اس کے اعمال کے آخر پر اس کی گواہی دیں گے۔ اسی چیز نے مجھے اس پر ابھارا تھا جو کچھ میں نے اس روز کہا تھا۔"

تنبیہات

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رب تعالیٰ آپ ﷺ پر دو دفعہ وفات طاری نہ کرے

گا۔" اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے۔ اس سے انہوں نے اس شخص کے رد کی طرف اشارہ کیا جس نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ کو عنقریب زندہ کیا جائے گا۔ کہ آپ ﷺ مردوں کے ہاتھ کاٹیں، کیونکہ اگر اس طرح ہوتا تو لازم آتا کہ آپ ﷺ پر ایک اور وفات طاری ہو۔ انہوں نے بتا دیا کہ آپ ﷺ کا مقام حریم ناز میں اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ آپ ﷺ پر دو دفعہ وفات طاری کرے۔ جیسے اس نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر دو اموات طاری کیں۔ جیسے وہ لوگ جو اپنے شہروں سے نکلے۔ وہ تعداد میں ہزاروں تھے یا وہ شخص جو کسی بستی کے پاس سے گزرا۔

حافظ نے لکھا ہے کہ جوابات میں سے یہ جواب سب سے زیادہ واضح اور درست ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا ارادہ تھا کہ رب تعالیٰ قبر میں آپ ﷺ پر دو دفعہ وفات طاری نہ کرے گا جیسے آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے پر یہ طاری ہوتی ہیں۔ اسے زندہ کیا جاتا ہے تا کہ اس سے سوالات ہوں۔ پھر وہ مرجاتا ہے۔" یہ داؤدی کا قول ہے۔" ایک قول یہ ہے کہ رب تعالیٰ آپ ﷺ کے نفس کی وفات اور شریعت کی وفات (اختتام) کو جمع نہ کرے گا۔" ایک قول یہ ہے دوسری موت سے مراد کرب ہے یعنی اس وفات کے کرب کے بعد آپ ﷺ کسی دوسرے کرب سے ملاقات نہ کریں گے۔"

رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ آپ ﷺ کے لیے نبوت اور شہادت کو جمع کر دیا جائے

امام بخاری نے تعلیقاً اور بیہقی نے مسنداً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مرضِ وصال میں فرماتے تھے: "عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف لگاتار پا تارہا جسے میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اب اس وقت اس زہر کی وجہ سے میں اپنی رگ کو منقطع ہوتے ہوئے پا رہا ہوں۔" دوسری روایت میں ہے: "خیبر کا وہ لقمہ (اس کا اثر) لگاتار بار بار میرے پاس آتا رہا۔"

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس بات پر نو قسمیں اٹھانا ایک قسم اٹھانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ آپ ﷺ شہید ہوئے، کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا۔ اسی نے آپ ﷺ کو شہید بنایا۔" ابن سعد نے حضرات ابن عباس، جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ خیبر میں آپ ﷺ زہر آلود بکری کھانے کے بعد تین سال تک عالم رنگ و بو میں رہے حتیٰ کہ اس کے درد سے آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مرضِ وصال میں فرمایا: "میں اس لقمہ کی اذیت بار بار محسوس کرتا رہا جسے میں نے خیبر کے روز کھایا تھا حتیٰ کہ اب اس سے میری رگ کٹ رہی ہے۔" آپ ﷺ شہید بھی ہوئے تھے۔

امام احمد، حاکم نے حضرت ام معبد سے روایت کیا ہے یہ حضرت کعب کی زوجہ محترمہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ام مبشر آپ ﷺ کے مرضِ وصال میں آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! آپ کو اپنے نفس کے متعلق کیا گمان ہے؟ مجھے تو اپنے نورِ نظر کے بارے اس کھانے کے متعلق شبہ ہے جو اس نے آپ ﷺ کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا (اس کا فرزند دلبند آپ ﷺ سے پہلے وصال کر گیا تھا) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کے متعلق گمان نہیں کرتا۔ اب میری رگ اس کی وجہ سے کٹ رہی ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ کو ہر سال اس زہر آلود بکری کی وجہ سے درد ہوتا رہا جو آپ ﷺ نے کھایا تھا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس میں سے جو کچھ بھی پہنچا وہ میرے مقدر میں اس وقت بھی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے۔" ابن سعد نے حضرات ابوہریرہ، جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت زہر آلود بکری کے متعلق ہے۔ اس میں ہے: "حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے اپنے شانۂ اقدس پر پچھنے اسی لیے لگوائے تھے۔ حضرت ابوہند نے آپ ﷺ کو سینگ اور سقرہ کے ساتھ پچھنے لگوائے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔ انہوں نے اپنے سروں کے وسط میں پچھنے لگوائے۔ اس واقعہ کے تین سال بعد تک

اس عالم کشش جہات میں رہے حتیٰ کہ وہ درد ہوا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا: "میری رگِ قلب کٹ رہی ہے۔" آپ ﷺ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔

آپ ﷺ کی تاریخِ وصال

شیخین، بلاذری، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ تین دن تک باہر تشریف نہ لائے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امامت کراتے رہے۔صحابہ کرام پیر کے دن نماز فجر میں تھے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں امامت کرا رہے تھے۔اچانک حضور اکرم ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا۔آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو دیکھا گویا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور مصحف کا ورق تھا۔میں نے کبھی اتنا باجمال اور حسین پہلے آپ ﷺ کو نہ دیکھا۔یہ آخری زیارت تھی جو میں نے آپ ﷺ کی کی تھی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں صفیں بنائے ہوئے تھے۔آپ ﷺ مسکراتے ہوئے تبسم ریز ہوئے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے، تاکہ آپ ﷺ صفوں تک پہنچ سکیں۔ان کا گمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ وہ اس فرحت و انبساط کی وجہ سے صفوں سے پیچھے آجائیں۔آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز کو مکمل کریں۔آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے اب صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔"

خبردار! مجھے سجدہ یا رکوع میں قرآت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کرو اور سجدہ میں دعا مانگنے کی خوب کوشش کرو۔یہ اس کی حقدار ہوگی کہ اسے تمہارے لیے قبول کیا جائے، پھر آپ ﷺ حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔پردہ نیچے لٹکا دیا۔اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔" ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ کا وصال پیر کے روز اس وقت ہوا جب سورج ڈھل چکا تھا۔" انہوں نے ابن شہاب سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ماہ ربیع

الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں"۔

تنبیہات

۱- امام سہیلی، ابن کثیر اور حافظ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا وصال پیر کے روز ربیع الاول میں ہوا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب سورج ڈھل چکا تھا۔ المنہل میں ہے کہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا وصال چاشت کے وقت ہوا۔ اکثر نے لکھا ہے کہ اس روز ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔ ابن عقبہ، لیث اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول یوم وصال لکھا ہے۔ ابو مخنف اور کلبی نے دو ربیع الاول کا قول کیا ہے۔ سلیمان بن طرخان نے اپنی "مغازی" میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ابن سعد نے محمد بن قیس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے امام زھری سے ابو نعیم نے فضل بن دکین سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام سہیلی نے اسے ترجیح دی ہے۔

دونوں اقوال کے مطابق مؤقف وہی ثابت ہوتا ہے جو امام رافعی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع کے بعد ۸۰ روز عالم رنگ و بو میں رہے۔ ایک قول ۸۱ کا ہے لیکن امام نووی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے بعد ۹۰ یا ۹۱ روز اس جہان کیف وکم میں رہے۔"

۲- امام سہیلی نے اسے مشکل گمان کیا ہے۔ انہوں نے اکثر علماء کرام کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا وصال ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفہ جمعۃ المبارک کو تھا۔ اس دن ۹ ذوالحجۃ تھی۔ آپ ﷺ ماہِ ذوالحجۃ میں جمعرات کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ محرم کا آغاز یا تو جمعۃ المبارک کو یا ہفتہ کو ہوا ہوگا۔ اگر اس کا آغاز جمعۃ المبارک کو ہو تو ماہِ صفر کا آغاز یا ہفتہ کو یا اتوار کو ہوگا۔ اگر اس کا آغاز ہفتہ کو ہو تو ربیع الاول کا آغاز اتوار یا پیر کو ہوگا، یا جیسے بھی حساب ہو یہ کسی صورت میں بھی بارہ ربیع الاول کو نہیں ہوتا۔"

ابو مخنف اور امام کلبی کا مؤقف اگرچہ جمہور کے برعکس ہے تو یہ بعید نہیں کہ ان کے پہلے

کے تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں۔ یہی صحیح ہے غور وفکر کرو۔" ابن عقبہ اور خوارزمی کا مؤقف قیاس میں ابومخنف اور ان کے پیروکاروں کے قریب ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب ایک طرح سے ہی دیا جاسکتا ہے وہ اختلاف مطالع ہے۔ ممکن ہے کہ اہلِ مکہ نے ذوالحجۃ کا چاند جمعرات کو دیکھا ہو، جبکہ اہلِ مدینہ طیبہ نے اسے جمعۃ المبارک کی شام کو دیکھا ہو۔" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی تائید بھی اسی سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ سے حجۃ الوداع کے لیے اس وقت روانہ ہوئے جبکہ ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں، جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے یہی تعین ہوتا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز عازم سفر ہوئے تھے۔ یہ ایسے نہیں جیسے ابن حزم نے گمان کیا ہے کہ آپ ﷺ جمعرات کے روز روانہ ہوئے تھے، کیونکہ بلاشبہ پانچ سے زیادہ روز باقی تھے۔ یہ بھی درست نہیں کہ آپ ﷺ جمعۃ المبارک کو روانہ ہوئے ہوں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ظہر کی چار رکعتیں ادا فرمائیں جبکہ نمازِ عصر ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں ادا کیں۔ اس سے یہی تعین ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہفتہ کے دن عازم سفر ہوئے۔ ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں۔ اس طرح اہلِ مدینہ طیبہ نے ذوالحجۃ کا چاند جمعۃ المبارک کو دیکھا ہے جبکہ اہلِ مدینہ کے ہاں ماہ ذوالحجۃ جمعۃ المبارک سے شروع ہوا ہو اور اس کے بعد مہینے مکمل شمار کیے جائیں تو یکم ربیع الاول بروز جمعرات اور بارہ ربیع الاول بروز سوموار ہوگا۔"

عمر مبارک

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ اسی طرح حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی ۶۳، ۶۳ عمر مبارک میں وصال فرمایا۔

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ تیرہ سال تک جلوہ افروز رہے۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا۔ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں دس سال جلوہ نما رہے۔ ۶۳ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔“ ابو داؤد طیالسی اور امام مسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب سرورِ کائنات ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا وصال بھی ۶۳ برس میں ہوا۔ میرا خیال ہے کہ میری عمر بھی ۶۳ برس ہوگی۔“

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عمار بن ابی عمار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی: ”حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟“ انہوں نے فرمایا: ”کیا تم گننا چاہتے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”ہاں!“ انہوں نے فرمایا: ”چالیس برس کی عمر مبارک میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔ پندرہ سال آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے۔ آپ ﷺ امن و خوف کی کیفیت میں رہے۔ دس سال ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رہے۔“ حاکم نے الاکلیل“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔“

ابن سعد، عمر بن شبہ اور حاکم نے الاکلیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”چالیس برس کی عمر میں آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا۔ دس سال تک آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز رہے۔ دس سال تک مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز رہے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۰ برس تھی۔

تنبیہات

۱- ابن عساکر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ مؤقف کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی اصح اور اشہر ہے۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح مؤقف یہی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہی محکم مؤقف ہے۔ ان شاء اللہ! امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہی صحیح مؤقف ہے۔ محققین نے یہی قطعی قول کیا ہے۔

۲- حاکم نے الاکلیل میں اور نووی نے لکھا ہے کہ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ صحیح روایت ۶۳ برس کی ہے۔ بقیہ روایات کی انہوں نے تاویل کی ہے۔ ساٹھ سال کی روایت میں عقود پر اکتفاء کیا گیا ہے کسور کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح ۶۵ سال کی عمر کی روایت میں بھی تاویل کی گئی ہے، یا اس میں شک ہوا ہے۔ حضرت عروہ نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کا انکار کیا ہے۔ اسے غلطی کی طرف منسوب کیا ہے۔ انہوں نے نبوت کے ابتدائی سال نہیں پائے تھے۔ باقی راویوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اکثر روایات میں ۶۳ برس کا تذکرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کی طرف کوئی اور قول منسوب ہو تو رجوع اس قول کی طرف ہوگا جو اکثر راویوں کا ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے: "اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔ بعثت سے قبل چالیس سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آپ ﷺ بعثت کے بعد اور ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں کتنا عرصہ جلوہ نما رہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ ﷺ وہاں تیرہ سال جلوہ نما رہے۔ اس طرح آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال بنتی ہے۔" امام نووی نے لکھا: "یہی مشہور مؤقف ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ علامہ قاضی نے حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ ۴۳ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے، لیکن صحیح مؤقف ۴۰ سال کا ہے۔"

آپ ﷺ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہ کیا نہ ہی کسی کے لیے وصیت فرمائی

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں تو اس ذات نے خلیفہ مقرر کیا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اگر میں چھوڑ دوں تو اس ہستی نے خلیفہ مقرر نہ کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضور اکرم ﷺ۔'' امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یوم جمل کو فرمایا تھا: ''حضور اکرم ﷺ نے اس امارت کے بارے میں ہم سے عہد نہ لیا تھا۔ کسی کو وصیت نہ کی تھی حتیٰ کہ ہم نے رائے قائم کر دی کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں گے۔ انہوں نے جملہ امور صحیح سمت چلائے۔ وہ درست ہو گئے، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رائے قائم کی کہ وہ خلیفہ بنائیں۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا۔ انہوں نے صحیح سمت پر امور چلائے تو وہ درست ہو گئے، حتیٰ کہ دین حق محکم ہو گیا، پھر اقوام نے یہ دنیا طلب کی۔ یہ ایسے امور ہیں جن کے متعلق رب تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔''

امام بخاری، ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مرضِ وصال میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ لوگوں نے عرض کی: ''ابوالحسن! حضور اکرم ﷺ نے کس حالت میں صبح کی ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے عمدہ حالت میں صبح کی ہے۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ انہوں نے انہیں کہا: ''بخدا! تین دنوں کے بعد تم ماتحت ہو جاؤ گے۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اس مرض کی وجہ سے وصال کر جائیں گے۔ میں بنو عبدالمطلب کو جانتا ہوں کہ وصال کے وقت ان کے چہرے کیسے ہوتے ہیں۔ تم ہمیں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لے جاؤ۔ اس امر (خلافت) کے بارے میں ہم آپ ﷺ سے التجاء کرتے ہیں۔ اگر یہ منصب ہمیں ملنا ہے تو اس کے بارے ہمیں علم ہو جائے گا۔ اگر ہمارے علاوہ کسی اور کو ملنا ہو تو ہم آپ ﷺ سے عرض کریں گے۔ آپ ﷺ ہمارے متعلق وصیت کر

دیں گے۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! اگر ہم نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق گفتگو کر دی۔ آپ ﷺ نے ہمیں روک دیا تو لوگ آپ ﷺ کے بعد ہمیں کبھی بھی عطا نہ کریں گے۔ میں بخدا! آپ ﷺ سے کبھی بھی اس کے متعلق عرض نہ کروں گا۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابراہیم بن اسود سے روایت کیا ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔" انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کس چیز کی وصیت کی تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے طشت منگوایا تاکہ اس میں پیشاب کریں۔ میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک مڑگئی۔ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ یہ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کو وصیت کی تھی۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے فرمایا: "جس کا گمان ہے کہ ہمارے پاس نوشتہ ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو معاملہ اس طرح نہیں۔ وہ صرف کتابِ الٰہی ہے۔ یہ صحیفہ ہے جو آپ کی تلوار کے ساتھ معلق تھا۔ اس میں اونٹوں کی عمروں کے متعلق اور کچھ زخموں کے بارے امور ہیں، تو اس شخص نے جھوٹ بولا۔ اس صحیفہ میں ہے کہ عیر سے ثور تک حرم ہے۔ جس نے کوئی حادثہ رونما کیا یا کسی حادثہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔"

امام بیہقی نے ابوحسان سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو چھوڑ کر ہمیں کوئی خاص وصیت نہ کی تھی، سوائے اس کے جو اس صحیفہ میں ہے جو میری شمشیر کے میان میں ہے۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے اسے اپنے پاس رکھا۔ اسے کھولا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: "جس نے اس شہر میں کوئی واقعہ رونما کیا یا کسی واقعہ رونما کرنے والے کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے نہ نفل قبول کرے گا نہ فرض قبول کرے گا۔" اس نوشتے میں تھا: "حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔ میں اس کی دو سنگلاخ چٹانوں

کے مابین کو، اس کی چراگاہ کو حرم بناتا ہوں۔ نہ وہاں کی سبز گھاس کاٹی جائے نہ تو اس کے شکار کو بھگایا جائے۔ نہ ہی یہاں کی گری ہوئی چیز اُٹھائی جائے، مگر اعلان کرنے کے لیے۔ نہ ہی اس کے درخت کو کاٹا جائے، مگر یہ کہ انسان اپنے اونٹ کو چارہ کھلانا چاہے۔ نہ ہی اس میں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں۔ اہلِ ایمان کے خون برابر ہیں۔ ان کا کم درجہ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ وہ اپنے علاوہ دوسروں کے خلاف متفق ہیں۔ خبردار! کسی مؤمن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ نہ ہی کسی معاہدہ کرنے والے کو اس کے عرصۂ معاہدہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔"

تنبیہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "علی! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ تم اسے یاد رکھنا۔ علی! جب تک تم میری وصیت پر عمل کرتے رہو گے تم حق پر قائم رہو گے۔ علی! اہل ایمان کی تین علامات ہیں۔ (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ......

الرغائب اور الآداب میں یہ طویل روایت منقول ہے۔ یہ موضوع روایت ہے۔ اسے حماد بن عمرو نصیبی نے وضع کیا ہے۔ یہ کذاب تھا۔ روایت گھڑتا تھا۔ اسے حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں لکھا ہے۔

سقیفہ کی خبر اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت

ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ حضرات علی المرتضیٰ، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں جمع ہوئے۔ بقیہ مہاجرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے۔ بنو عبد الاشہل میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک شخص حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا۔

اس نے کہا: ''انصار کا قبیلہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ کے ساتھ جمع ہیں۔ اگر تمہیں لوگوں کے معاملہ میں ضرورت ہے تو انہیں جا لو اس سے قبل کہ ان کا معاملہ شدت اختیار کر جائے۔'' اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ ﷺ کے امر سے فراغت نہ ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کے اہل خانہ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ہمیں ہمارے بھائیوں کے پاس لے چلیں۔ ہم دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔''

ابن اسحاق، امام احمد، بخاری اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا: ''مجھے علم ہوا ہے کہ فلاں نے کہا ہے کہ اگر عمر کا وصال ہو گیا تو میں فلاں کی بیعت کر لوں گا۔''

بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ بات کرنے والے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا تھا: ''میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں گا۔'' کوئی شخص تمہیں یہ کہہ کر دھوکہ نہ دے کہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت عجلت میں ہوئی تھی۔ بخدا! ان کی بیعت عجلت میں نہ ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنی جگہ پر کھڑا کیا تھا۔ انہیں صحابہ کرام کے دین کے لیے دوسروں پر ترجیح دی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ رب العزت اور اہل ایمان خلافت کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا انکار کرتے ہیں۔ کیا تم میں سے کسی کی طرف گردنیں اس طرح جھکتی ہیں جیسے ان کے لیے جھکتی تھیں؟ یا تم میں سے کوئی ہے جو بھلائی میں اس طرح سبقت لے جانے والا ہو جیسے وہ سبقت لے جاتے تھے؟ جس نے کسی مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کی اس کی کوئی بیعت نہیں۔ اگرچہ وہ ہم میں سے بہترین ہو۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار نے ہماری مخالفت کی۔ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرات علی المرتضیٰ اور زبیر بن عوام اور ان کے ساتھی بھی علیحدہ جمع ہوئے تھے۔ مہاجرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے تھے۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی تھی: ''ہمیں ہمارے بھائیوں انصار کے پاس لے چلو۔'' ہم ان کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ ہمیں راستے میں دو

صالح شخص ملے۔ ایک حضرت عویم بن ساعدہ تھے انہی کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ رب تعالیٰ نے یہ کن لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ (توبہ:۱۰۸)

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "عدیم بن ساعدہ اچھے انسان ہیں۔" دوسرے شخص حضرت معن بن عدی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے گریہ بار تھے جب آپ کا وصال ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا: "بخدا! ہماری تمنا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے قبل انتقال کر جاتے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے بعد فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تو حضرت معن نے فرمایا تھا: "بخدا! میں پسند نہیں کرتا کہ میرا وصال آپ ﷺ سے قبل ہوتا حتیٰ کہ میں آپ ﷺ کی حالت وصال میں اسی طرح تصدیق کرتا جیسے اس وقت کی ہے جب آپ ﷺ اس عالم رنگ و بو میں تھے۔" انہیں یمامہ کے روز شہادت کی خلعت زیبا عطا کی گئی۔" ان دونوں نے ہمارے لیے اس بات کا تذکرہ کیا جس کی طرف قوم کا میلان تھا۔" انہوں نے پوچھا: "گروہ مہاجرین کہاں کا ارادہ ہے؟" ہم نے کہا: "ہم اپنے انصاری بھائیوں کے ارادہ سے نکلے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تم پر کیا ہے اگر تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تم اپنا کام کر گزرو۔" ہم نے کہا: "بخدا! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔" ہم آگے بڑھ گئے۔ ہم ان کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ ان کے سامنے ایک شخص چادر لپیٹے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" انہوں نے بتایا کہ یہ سعد بن عبادہ ہیں۔" میں نے پوچھا: "انہیں کیا ہوا ہے؟" انصار نے بتایا: "انہیں درد ہے۔" جب ہم بیٹھ گئے تو ہم نے ان کا خطیب دیکھا۔ اس نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے، پھر کہا: "امابعد! ہم انصار ہیں۔ ہم اسلام کا لشکر ہیں۔ انصار! تم ہمارے نبی کریم ﷺ کا قبیلہ ہو۔ تمہاری قوم کا ایک گروہ ہمارے پاس آیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں ہماری اصل سے کٹ کر الگ کر دیں۔ یہ ہم سے حکومت چھیننا چاہتے ہیں۔" جب ان کا خطیب خاموش ہو گیا تو میں نے گفتگو کرنے کا ارادہ

کیا۔ میں نے دل میں ایسی گفتگو ترتیب دے رکھی تھی جس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا تھا۔ میں اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے کرنا چاہتا تھا۔ میں ان کے کچھ امور چلانا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "عمر! ذرا ٹھہرو۔" میں نے انہیں ناراض کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے گفتگو کی۔ وہ مجھ سے زیادہ عالم تھے۔ وہ مجھ سے زیادہ باوقار تھے۔ بخدا! انہوں نے ایک بات بھی نہ چھوڑی تھی جس نے مجھے تعجب میں ڈالا تھا۔ جسے میں نے اپنے دل میں تیار کر رکھا تھا، حتیٰ کہ انہوں نے اسے فی البدیہہ کہہ دیا یا اس کی مثل یا اس سے افضل بات کر دی، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔"

ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ وہ گفتگو میں سبقت لے جائیں تاکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے معاملات آسان بنائیں اور وہاں موجود انصار کو تیار کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ کہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ گفتگو ترک نہ کریں۔ ہمارے مخالفین کے بارے میں میرے دل میں جو شدت تھی اس میں کمی نہ کر دیں۔" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے فرمایا: "ٹھہرو! عنقریب باتیں بہت زیادہ ہوں گی ان شاء اللہ! میرے بعد جو کچھ تمہارے لیے عیاں ہو اسے کہہ لینا۔" انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ سارے موجود لوگ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا۔ رب تعالیٰ نے ہمارے دلوں اور پیشانیوں سے پکڑ لیا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے کا ابدی شرف بخشا۔ ہم گروہِ مہاجرین ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ ہم آپ ﷺ کا قبیلہ، قریبی رشتہ دار اور عزیز ہیں۔ ہم اہلِ نبوت اور اہلِ خلافت ہیں۔ سارے عرب میں سے ہمارا نسب اعلیٰ ہے۔ ہم سب کو قبیلہ قریش نے جنم دیا ہے۔ عرب صرف اس شخص کا اعتراف کریں گے اور اس شخص سے صلح کریں گے جس کا تعلق قریش سے ہوگا۔ ان کے چہرے سارے لوگوں سے زیادہ باجمال ہیں۔ زبان کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ بات کے اعتبار سے سب سے عمدہ ہیں۔ لوگ قریش کی اتباع کریں گے۔ ہم امراء اور تم وزراء ہوں گے۔ یہ امر ہمارے اور تمہارے مابین منقسم ہے مگر اے گروہِ انصار! تم کتاب اللہ کے اعتبار سے ہمارے بھائی

ہو۔ ہمیں سارے لوگوں سے محبوب ہو۔ تم نے ہی پناہ دی اور نصرت کی۔ تم سارے لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہو کہ تم قضائے الٰہی سے راضی ہو جاؤ۔ سر تسلیم خم کر دو۔ یہ اس فضیلت کی وجہ سے ہے جو رب تعالیٰ نے تمہارے مہاجر بھائیوں کو عطا کی ہے۔ تم سارے لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہو کہ تم اس خیر پر ان سے حسد نہ کرو جسے رب تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے جس خیر کا تم نے اپنے لیے ذکر کیا ہے کہ تم اس کے اہل ہو۔ لیکن اہل عرب اس امر کو صرف قبیلۂ قریش کے لیے سمجھتے ہیں۔ یہ نسب و گھرانہ کے اعتبار سے سارے عرب سے افضل ہیں۔ میں تمہارے لیے ان دو افراد میں سے ایک کو مختص کرتا ہوں۔ تم ان میں سے جس کو چاہو بیعت کر لو۔" انہوں نے میرا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ہمارے مابین تھے۔ اس عمل کے علاوہ ان کے ہر ہر فرمان سے میں متفق تھا۔ بخدا! اگر میں آگے بڑھایا جاتا تاکہ میری گردن اڑا دی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں تمہیں ان دو افراد میں سے ایک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ عمر بن خطاب یا ابو عبیدہ بن جراح۔" انہوں نے اپنا ہاتھ ان دونوں پر رکھ دیا۔ میں ان دونوں پر اس معاملہ کے لیے راضی ہوں۔ میں انہیں اس کا اہل سمجھتا ہوں۔"

حضرات عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے کہا: "ابو بکر! حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کو آپ سے فائق نہیں ہونا چاہیے۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے یارِ غار ہیں۔ آپ ثانی اثنین ہیں۔ جب حضور اکرم شفیع معظم، رحمت عالم ﷺ بیمار ہوئے تو انہوں نے آپ کو حکم دیا۔ آپ نے لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ آپ اس امر کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔" انصار نے کہا: "ہم تمہارے لیے اس خیر کی وجہ سے حسد نہیں رکھتے۔ جسے رب تعالیٰ تمہاری طرف لے کر آیا ہے۔ رب تعالیٰ نے کوئی ایسی قوم تخلیق نہیں کی جو ہمارے ہاں تم سے زیادہ محبوب اور معزز ہو۔ جو ہدایت کے اعتبار سے ہمیں تم سے زیادہ پسندیدہ ہو، لیکن ہمیں آج کے دن کے بعد اندیشہ ہے۔ اگر آج تم نے خود میں سے کسی کو اصل بنا لیا جب اس کا انتقال ہو جائے تو تم انصاری شخص کو پکڑو اور اسے اصل بنا لو۔ جب اس کا انتقال ہو جائے گا تو ہم مہاجرین میں سے ایک شخص کو (خلیفہ) بنا لیں گے۔

جب تک یہ امت باقی ہے معاملات اسی طرح چلتے رہیں گے۔ ہم تمہاری بیعت کر لیتے ہیں اور تمہارے خلیفہ پر تم سے راضی ہو جاتے ہیں۔ اس سے قریشی خلیفہ کو بھی اندیشہ رہے گا کہ اگر وہ ٹیڑھا ہو تو انصاری اسے سیدھا کر دے گا۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "یہ مشورہ صائب نہیں ہے۔ قریش میں سے ہی ایک شخص اس منصب پر فائز ہوگا۔ اہل عرب اسی پر ہی رضامندی کا اظہار کریں گے۔ عرب اسی کے لیے امارت کا اعتراف کریں گے، لہٰذا قریش سے ہی خلیفہ مناسب ہے۔ بخدا! جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اسی کے ساتھ قتال کریں گے۔"

امام احمد نے حضرت حمید بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "سعد! تم جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے" اس امر کے والی قریش ہی ہوں گے۔ لوگوں میں سے پاکباز وہ ہوں گے جو ان کے پاکبازوں کی اتباع کریں گے اور ان میں سے فاجر وہ ہوگا جو ان کے فاجر کی پیروی کرے گا۔" انہوں نے کہا: "تم نے سچ کہا ہے۔ ہم وزیر ہیں اور تم امیر ہو۔" امام احمد نے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: "میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی رائے سے شفاء ملتی ہے۔ میں ایسی دوا ہوں جس سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ اے گروہ! قریش! آوازیں بلند ہو گئیں۔ شور و غل بڑھ گیا۔ ہمیں اختلاف کا خدشہ ہونے لگا۔ میں نے عرض کی: "ابوبکر! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ انہوں نے ہاتھ آگے کر دیا۔ میں نے ان کی بیعت کر لی۔ مہاجرین نے ان کی بیعت کر لی، پھر انصار نے بھی بیعت کر لی۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے "گفتگو کثیر ہو گئی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کے مابین لڑائی بھڑک اٹھتی، بعض نے بعض کو ڈرایا، پھر مسلمان باہم راضی ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے ان کے دین کو بچا لیا۔ وہ واپس آ گئے۔ ابلیس کی نافرمانی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلدی کی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ حضرات اسید بن حضیر اور بشر بن سعد رضی اللہ عنہما نے بھی جلدی کی تاکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں۔ حضرت عمر فاروق ان سے سبقت لے گئے۔ انہوں نے ان کی بیعت کر لی، پھر ان دونوں نے بیعت کی۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے تحریر کیا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت بشر بن سعد

نے حضرت عمر سے پہلے بیعت کی تھی۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کا خطیب اٹھا۔ اس نے کہا: "تم جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ کا تعلق مہاجرین سے تھا۔ آپ ﷺ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا۔ ہم آپ ﷺ کے مددگار تھے ہم آپ ﷺ کے خلیفہ کے بھی مددگار ہوں گے جیسے آپ ﷺ کے مددگار تھے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "تمہارے اس شخص نے سچ کہا ہے۔ اگر تم نے اس کے علاوہ کچھ کہا تو ہم تمہاری اتباع نہیں کریں گے۔ اہل سقیفہ نے جلدی کی۔ وہ جلدی جلدی بیعت کرنے لگے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اژدہام بنالیا۔ ایک انصاری شخص نے کہا: "حضرت سعد کو بچاؤ۔ انہیں روند نہ دینا کہ کہیں انہیں مار نہ ڈالو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصے میں تھے۔ انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ سعد کو قتل کرے وہ صاحب فتنہ ہیں۔" جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت سے فارغ ہوئے۔ مسجد نبوی کی طرف آئے۔ منبر پر بیٹھ گئے۔ شام تک لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ وہ آپ ﷺ کی تدفین میں مشغول ہوگئے۔ ابن ابی عزہ القرشی نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

نشکو لمن هو بالثناء خلیق

ذهب اللحاج و بویع الصدیق

ترجمہ: ہم اس خدائے لم یزل کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہیں جو تعریف کا مستحق ہے۔ جھگڑا ختم ہوگیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی گئی۔

من بعد ما وخضت بسعد بغلة

و رحا رحاه دونه العیّوق

ترجمہ: اس کے بعد کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خچر نے چرکہ لگایا تھا۔ ان کی چکی گھومی تھی۔ عیوق ان سے بہت دور ہے۔

جاءت به الانصار عاصب راسه

فاتاتهم الصدیق والفاروق

ترجمہ: انصار ان کے پاس آئے جبکہ وہ اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے ان کے پاس حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آئے تھے۔

و ابو عبیدہ والذین الیھم
نفس المؤمّل للبقاء تسوق

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تھے، اور وہ لوگ بھی آئے جن کی طرف امیدوار کا نفس بقاء کے لیے شوق رکھتا ہے۔

کنا نقول مها علی ذوالرضی
و اولاھم عمر بتلك عتیق

ترجمہ: ہم اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متعین کرتے تھے جن کے سر پر رضا کا تاج سجادیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق ان لوگوں میں سے افضل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس کے مستحق تھے۔

فدعت قریش باسمه فاجلبها
ان المنوّة باسمه الموثوق

ترجمہ: قریش نے ان کا نام لے کر بلایا۔ وہ اس کے لیے جمع ہو گئے۔ ان کے نام کا شہرہ بھی قابل اعتماد ہے۔

وثیمہ بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے سرداروں کے لیے انصار میں بلند مقامات تھے۔ ان میں سے ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اٹھے۔ یہ قریش کے خطیب تھے۔ انہوں نے کہا: "اے لوگو! اس دین کی ابتداء میں ہمیں ایسے معاملہ کا سامنا کرنا پڑا جس کو اٹھانا ہمارے لیے گراں تھا۔ اس کی بلندی ہمارے لیے مشکل تھی۔ گویا کہ ہم نے اس سے اس کے متعلق جلدی کی۔ بخدا! جلدی ہی سے اس کی گرانی ہم پر ہلکی ہوگئی۔ ہم نے اس کی مشکل کو ختم کر دیا۔ ہم نے اس پر تعجب کیا جس نے اس دین حق میں شک کیا حالانکہ پہلے ہم اس پر تعجب کرتے تھے جو اس پر ایمان لاتا تھا، حتیٰ کہ ہم اسی کا حکم کرتے تھے جس سے ہمیں روکا جاتا تھا۔ اب ہم اسی

چیز سے روکتے ہیں جس کا ہم حکم دیتے تھے۔ ہم نے عقل کی وجہ سے اس کی طرف سبقت نہیں کی، بلکہ یہ توفیق خداوندی ہے۔ خبردار! وحی منقطع نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ مکمل ہوگئی۔ آپ ﷺ کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے بہت زیادہ کوشش فرمائی۔ ہم آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے منتظر نہیں ہیں۔ نہ ہی اس وحی کے بعد کوئی وحی ہے۔ آج ہم تعداد میں کل سے زیادہ ہیں۔ ہم آج کل سے بہتر ہیں، جو اس دین حق میں داخل ہوگیا اس کا ثواب اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ جس نے اسے ترک کر دیا۔ ہماری خواہش ہوگی کہ وہ اس کی طرف لوٹ آئے۔ بخدا! اس امر کے صاحب (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) سے اس کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ نہ ہی ان میں اختلاف کیا گیا ہے، پھر وہ ساکت ہوگئے۔ لوگوں نے ان کی گفتگو پر تعجب کیا۔ حضرت حزن (حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام سہل رکھا تھا) اٹھے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

و قامت رجال من قریش کثیرة

فلم یك فی القوم القیام کخالد

ترجمہ: قریش میں سے بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے لیکن قوم میں کوئی اس طرح کھڑا نہ ہوا جیسے حضرت خالد کھڑے ہوئے تھے۔

ترقّی فلم یزلق به صدر بغلهٖ

و کف فلم لعرض لتلك الاوابد

ترجمہ: وہ بلند ہوئے۔ ان کی خچر کا سینہ انہیں لے کر نہ پھسلا، اور ایسی ہتھیلی جس نے ان حادثات کے لیے تعرض نہ کیا تھا۔

بجاء بها عذو کالبدر و سهلة

فشبهتها فی الحسن ام القلائد

ترجمہ: وہ صبح سویرے ماہِ تمام کی طرح آئے۔ وہ نرمی لے کر آئے۔ میں اسے حسن میں ام قلائد کے ساتھ تشبیہ دوں گا۔

اخالد لا تعدم لؤی ابن غالب

قیامك فیها عند قذف الجلامد

ترجمہ: اے خالد! تم لوئیَ بن غالب کو معدوم نہ کرنا۔ اس میں تمہارا قیام بلند پہاڑ کی چوٹی کے پاس ہے۔

كساك الوليد بن مغيرة مجده
و علمك الشيخان ضرب القماحد

ترجمہ: ولید بن مغیرہ نے اپنی بزرگی کا لبادہ آپ کو اوڑھا دیا۔ شیخان نے آپ کو گدی کی ہڈی کے اوپر مارنا سکھایا۔

تقارع فى الاسلام عن صدر دينه
و فى الشرك عن اجلال جدّ و والد

ترجمہ: آپ نے اسلام میں اپنے دین حق کی طرف سے شمشیر زنی کی اور شرک میں اپنے باپ اور دادا کی بزرگی کی طرف سے۔

و كنت المخزوم بن يقظة جنة
كلا اسببك فيها ما جد و ابن ماجد

ترجمہ: آپ مخزوم بن یقظہ کے لیے ڈھال تھے۔ اس میں آپ کے دونوں سبب تھے خود بزرگ ہونا اور بزرگ کی اولاد ہونا۔

اذا ماعنا فى هيجها الف فارس
عدلت بالف عند تلك الشدائد

ترجمہ: وہ جنگ جو ایک ہزار سواروں پر دشوار ہوتی ہے آپ ایسی جنگوں میں ایک ہزار شہ سواروں کے برابر ہوتے۔

و من يك فى الحرب المصرّة واحدا
فما انت فى الحرب العوان بواحد

ترجمہ: کون ہے جو سخت جنگ میں تنہا ہو۔ آپ ہی تباہ کن جنگ میں تنہا ہوتے ہیں۔

اذا ناب امر فى قريش مخلّج
تشيب له راس العذارى النواهد

ترجمہ: جب قریش کو کسی پریشان کن امر کا سامنا کرنا پڑتا جن سے جوان دوشیزاؤں کے سر سفید ہو جاتے۔

تولیت منه ما یخافّ و ان تخب

یقولوا جمیعا خطبنا غیر شاهد

ترجمہ: آپ اس سے ہراساں ہو کر روگرداں نہ ہوئے۔ اگر آپ غائب ہوئے تو سب نے کہا ہماری مصیبت کے وقت کوئی موجود ہی نہ تھا۔

ابن اسحاق اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ دوسرے روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے گفتگو کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ وہ گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر انہوں نے کہا: ''اے لوگو! میں نے کل تم سے ایسی بات کی تھی جسے میں کتاب اللہ میں نہیں پاتا تھا نہ ہی مجھے حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے اس کی وصیت کی تھی، لیکن میرا خیال تھا کہ آپ کسی ایسے فرمان کے ذریعے ہماری تدبیر فرمائیں گے، جو ہمارے آخری شخص تک ہوگی، لیکن رب تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی کتاب باقی رکھی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو بامراد فرمایا ہے۔ اگر تم نے اس کتاب زندہ کو مضبوطی سے تھام لیا تو رب تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح ہدایت عطا کرے گا جیسے اس نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بامراد فرمایا تھا۔ رب تعالیٰ نے تمہارے امر کو اس شخص پر جمع کر دیا ہے، جو تم میں سے بہترین ہے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھی ہیں۔ وہ غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ اٹھو اور ان کی بیعت کرو۔'' لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عام بیعت کی۔ یہ بیعت، سقیفہ میں ہونے والی بیعت کے علاوہ تھی، پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔''

علامہ بلاذری نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده واستعینه علی الامر کله علانیه و سرّه و

نعوذ باللہ من شر ما یاتی باللیل والنھار و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و ان محمدا عبدہ و رسولہ و ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا قدام الساعۃ فمن اطاعہ رشد و من عصاہ ھلک۔

پھر فرمایا: "اے لوگو! مجھے تمہارا امیر بنا دیا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں۔ میری بیعت اچانک تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے فتنہ کا ڈر تھا۔ قسم بخدا! میں نے اس کا ایک دن بھی لالچ نہیں کیا۔ نہ ہی اس کا مطالبہ کیا۔ نہ ہی اعلانیہ یا پوشیدہ اس کا رب تعالیٰ سے سوال کیا۔ مجھے اس میں راحت بھی نہیں ہے۔ ایک امر عظیم میرے سپرد کر دیا گیا ہے جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اس کو اٹھانے کی مجھ میں قوت و طاقت نہیں۔ میری تمنا ہے کہ لوگوں میں سے قوی ترین شخص اس پر مامور ہوتا۔ تم رب تعالیٰ سے تقویٰ کو لازم پکڑو۔ داناؤں میں سے دانا متقی ہوتا ہے۔ احمقوں میں سے احمق فاجر ہوتا ہے۔ میں متبع ہوں۔ میں مبتدع نہیں ہوں۔" ابن جریر نے یہ اضافہ کیا ہے:

"میں تمہاری مثل ہوں۔ مجھے علم نہ تھا کہ تم میرے سپرد وہ معاملہ کر دو گے جس کی طاقت صرف حضور اکرم ﷺ کو تھی۔ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ آپ ﷺ کو آفات سے بچا لیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس امت میں سے کسی شخص نے کوڑا مارنے یا اس سے کم و بیش ظلم کا قصاص نہیں مانگا۔ بلاشبہ شیطان میرے پاس آتا ہے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھے بچا لو۔ میں تمہارے بالوں اور جلدوں میں کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔

تم صبح و شام موت (کے دائرہ) میں آتے جاتے ہو۔ اس کا علم تم سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تم میں استطاعت ہے کہ تمہیں موت اس وقت آئے جب تم کسی عمل صالح میں مصروف ہوں تو اس طرح کر گزرو۔ یہ استطاعت توفیق ایزدی سے ہی تمہیں نصیب ہو گی۔ موت کی دی گئی مہلت میں تم جلدی کر لو اس سے قبل کہ تمہاری اموات تمہارے اعمال کو

منقطع کر دیں۔ ایک قوم نے موت کو فراموش کر دیا ہے۔ وہ اپنے اعمال کسی غیر کے لیے بجا لاتے ہیں۔ تم ان کی مانند ہونے سے بچو۔ کوشش کرو، کوشش کرو۔ جلدی کرو۔ عجلت سے کام لو۔ نجات پا لو، نجات پا لو۔ تمہارے پیچھے جلد باز متلاشی ہے۔ تیز رفتار موت ہے۔ اپنے آباء، بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ موت سے محتاط ہو جاؤ۔ زندوں پر اسی چیز پر رشک کیا کرو جس سے مردوں پر رشک کرتے ہو۔ اگر میں بھلائی کے کام سرانجام دوں تو تم میری اعانت کرو۔ اگر میں برائی کرنے لگوں تو تم مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور میرے ہاں قوی ہے، حتیٰ کہ میں اس کا مرض دور کر دوں۔ ان شاء اللہ! تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق لے لوں۔ ان شاء اللہ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے رب تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جاتی ہے رب تعالیٰ اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اے لوگو! کتاب اللہ کی پیروی کرو۔ اس کی نصیحت کو قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ ان کے گناہوں پر قلم عفو پھیر تا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔ اس دن سے ڈرو جس میں کوئی یار اور سفارشی نہ ہو گا جس کی بات مان لی جائے۔ عمل کرنے والے کو ایسا عمل کرنا چاہیے جو اسے قربِ خداوندی سے سرفراز کر دے۔ اے لوگو! جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا۔ اگر میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت کرنا لازم نہیں۔ اپنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔"

علامہ بلاذری اور امام بیہقی نے صحیح دو اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے تو لوگوں کو غور سے دیکھا۔ حضرت زبیر نظر نہ آئے۔ ان کے متعلق پوچھا۔ انصار کے بعض افراد گئے اور انہیں لے آئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سمجھا کہ شاید حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد اور آپ ﷺ کے حواری مسلمانوں کے عصا کو شق کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "اے خلیفہ رسول اللہ! آپ پر کوئی

ملامت نہیں ہے۔" وہ اٹھے اور ان کی بیعت کر لی، پھر انہوں نے غور سے دیکھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ ان کے متعلق پوچھا۔ کچھ انصاری افراد اٹھے اور انہیں لے کر آ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد اور آپ ﷺ کے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے عصا کو شق کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" انہوں نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

علامہ بلاذری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال اچانک نہ ہوا تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مرضِ وصال میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ نماز کے متعلق عرض کرتے تھے۔ آپ ﷺ (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حالانکہ آپ ﷺ میری جگہ کو ملاحظہ کر رہے ہوتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا صحابہ کرام نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دینِ حق کا معاملہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا، لہٰذا انہوں نے اپنی دنیا کا معاملہ بھی ان کے سپرد کر دیا۔" علامہ بلاذری نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضور سرورِ سروراں ﷺ کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو پایا کہ آپ ﷺ نے نماز میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اس ہستی پر راضی ہو گئے جس پر حضور رحمت عالم ﷺ نے انہیں کھڑا کیا تھا۔"

علامہ بلاذری نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن الزبیر حنظلی کو حضرت حسن بصری کے پاس بھیجا۔ ان سے پوچھا: "کیا حضور اکرم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟" حضرت حسن بصری نے فرمایا: "کیا تمہارے ساتھی کو اس میں شک ہے۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اس وقت خلیفہ بنا دیا جبکہ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو چھوڑ کر انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ وہ رب تعالیٰ سے اس سے کہیں بڑھ کر ڈرتے تھے کہ وہ ظلماً اس پر قبضہ کر لیتے۔" علامہ

بلاذری نے ابراہیم تیمی اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ عالم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ بڑھائیں ہم آپ ﷺ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے تمہیں اس امت کا امین کہا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''تم میرے پاس آگئے ہو، حالانکہ تم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ وہ ثانی اثنین ہیں۔'' دوسری روایت میں ''ثالث ثلاثہ'' کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن سیرین سے عرض کی گئی کہ ثالث ثلاثہ سے کیا مراد ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''کیا تم نے یہ آیت طیبہ نہیں پڑھی:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے، جب وہ فرما رہے تھے۔ اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ابن عقبہ نے جید اسناد کے ساتھ حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین میں سے کچھ افراد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں غصے کا اظہار کیا۔ ان میں حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ یہ دونوں سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے کچھ افراد کے ساتھ آئے۔ ان میں حضرات اسید بن حضیر، سلمہ بن سلامہ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔ ان میں سے کسی نے حضرت زبیر کی تلوار لی اسے پتھر پر مارا اور توڑ دیا، پھر سیدنا صدیق اکبر نے لوگوں میں سے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ ان کے لیے معذرت کی۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! میں نے ایک دن بھی امارت کے لیے لالچ نہیں کیا۔ نہ کسی رات کو اس کے لیے لالچ کیا۔ میں نے کسی روز رب تعالیٰ سے اس کے متعلق پوشیدہ یا ظاہراً سوال نہیں کیا، لیکن میں فتنہ سے ڈر گیا۔ امارت میں میرے لیے کوئی راحت نہیں ہے، لیکن میرے سر وہ امر ڈالا گیا ہے جسے اٹھانے

کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ قوت تو رب تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ لوگوں میں سے قوی ترین آج میری جگہ اس پر قائم ہوتا۔ مہاجرین نے ان سے وہ کچھ قبول کر لیا جو کچھ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ان کا عذر قبول کر لیا، جو کچھ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ہمارا غصہ صرف اس لیے تھا کیونکہ ہمیں مشورہ میں مؤخر کر دیا گیا تھا۔ ہم بھی رائے یہی رکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی اس کے مستحق ہیں، کیونکہ آپ یارِ غار ہیں۔ ثانی اثنین ہیں ہم ان کے شرف و قدر کو جانتے ہیں۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں انہیں حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو امامت کرائیں۔''

ابو ربیع نے تحریر کیا ہے کہ ابن عقبہ کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ لوگوں کو بیعت کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ وہ ان کی بیعت سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے اور ان سے چاہتے تھے کہ وہ انہیں سبکدوش کر دیں۔ وہ بار بار اپنے قول کا اعادہ کرتے رہے۔ ہر بار وہ جواب میں کہتے: ''بخدا! نہ تو ہم بیعت کو توڑیں گے نہ ہی آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے کہیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو آگے کیا ہے۔ آپ کو مؤخر کون کر سکتا ہے۔''

میں کہتا ہوں۔'' بلاذری نے حضرت ابوالحجاف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، تو انہوں نے کھڑے ہو کر تین بار کہا: ''لوگو! میں تمہاری بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بخدا! ہم نہ آپ کی بیعت کو فسخ کریں گے نہ ہی آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے کہیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے نماز میں آپ کو مقدم کیا ہے۔ آپ کو پیچھے کون ہٹا سکتا ہے۔ جب لوگوں کی بیعت مکمل ہو گئی اور لوگ پر سکون ہو گئے تو آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کی مہم پر بھیجنے سے قبل کسی کام میں مشغول نہ ہوئے۔ انہوں نے ان سے فرمایا: ''تمہیں حضور اکرم ﷺ نے ہی اس مہم پر بھیجا ہے۔'' مہاجرین و انصار میں سے بعض افراد نے ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے

کہا: ''اسامہ اور ان کی مہم کو روک لو۔ ہمیں خدشہ ہے کہ عرب ہم پر دھاوا بول دیں گے۔ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے متعلق سنا۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رائے میں ان سب سے افضل تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا میں اس مہم کو روک دوں جس کے لیے حضور اکرم ﷺ نے اسے روانہ فرمایا ہے۔'' وہ پختہ رائے والے اور اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے سراپا خیر خواہ تھے۔ انہوں نے حضرت اسامہ سے کہا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ ہی چھوڑ جائیں۔

❀❀❀

آپ ﷺ کا غسل مبارک، کفن مبارک، نماز جنازہ، تدفین، قبر انور کی جگہ، آپ ﷺ کے وسیلے سے ابر کرم، آپ ﷺ کی قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ کی فضیلت، مسجد نبوی کی فضیلت، قبر انور میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ، امت مرحومہ کے اعمال کا آپ ﷺ کو پیش ہونا اور آپ ﷺ کے ترکہ کا حکم

آپ ﷺ کا غسل پاک

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی تدفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابو داؤد، مسدد، ابونعیم، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ذھبی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ انہوں نے کہا: ”ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کریں؟“ کیا ہم اسی طرح آپ ﷺ کے کپڑے اتاریں جیسے ہم اپنے مردوں کے کپڑے اتارتے ہیں یا آپ ﷺ کے کپڑوں سمیت ہی آپ ﷺ کو غسل دے لیں۔“ جب انہوں نے باہم اختلاف کیا تو رب تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ ہر شخص کی ٹھوڑی

اس کے سینے پر تھی، پھر حجرہ مقدسہ کے کسی کنارے سے ایک بات کرنے والے نے بات کی۔ صحابہ کرام نہیں جانتے تھے کہ وہ کون تھا۔ اس نے کہا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیں۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھ کر حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے قمیص پہن رکھی تھی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ وہ قمیص کے اوپر سے ہی پانی اور بیری کے پتے بہا رہے تھے۔ وہ قمیص کے ساتھ ہی آپ ﷺ کو مل رہے تھے۔ ہاتھوں کے ساتھ نہ مل رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: "اگر مجھے وہ خیال پہلے آتا جو بعد میں آیا تھا تو آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی آپ ﷺ کو غسل دیتیں۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم آپ ﷺ کی تدفین کے لیے تیاری کرنے لگے تو ہم نے سارے افراد کو باہر نکال کر دروازہ بند کرلیا۔ انصار نے آواز دی: "ہم آپ ﷺ کے ننھیال ہیں۔ اسلام میں جو ہمارا مقام ہے وہ ہمیں ہی نصیب ہے۔" قریش نے کہا: "ہم آپ ﷺ کا خاندان ہیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند کہا: "اے مسلمانوں کے گروہ! تمام لوگ آپ ﷺ کا جنازہ پڑھنے کے مستحق ہیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم سب اندر آگئے تو آپ ﷺ کے متعلق تاخیر ہو جائے گی۔ بخدا! آپ ﷺ کے ہاں وہی داخل ہوگا جسے بلایا جائے۔"

امام شافعی، ابن جارود، ابن حبان، ابوداؤد الطیالسی اور ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ عالم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کو غسل دینے والوں میں اختلاف ہو گیا۔ انہوں نے ایک کہنے والے کو سنا۔ وہ اسے جانتے نہ تھے کہ وہ کون تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اپنے نبی اکرم ﷺ کو غسل دو، جبکہ آپ ﷺ قمیص مبارک پہنے ہوئے ہی ہوں۔" آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی قمیص سمیت ہی غسل دیا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اگر میں اس بات سے پہلے آگاہ ہوتی جس سے میں بعد میں آگاہ ہوئی تھی تو آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی آپ ﷺ کو غسل دیتیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو غسل دینے لگے تو اندر سے انہیں آواز آئی کہ حضور پاک ﷺ کی قمیص نہ اتارو۔" اس

روایت کی کئی مرسل اسانید بھی ہیں۔ ابن سعد، ابو داؤد، بیہقی اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حضور اکرم ﷺ کو غسل دیا۔ میں دیکھنے لگا کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی ہے، مگر مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ آپ ﷺ قبل از وصال اور بعد از وصال پاکیزہ اور طیب تھے۔“ آپ ﷺ کو حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور خادم رسول اللہ (ﷺ) حضرت صالح نے دفن کیا۔ آپ ﷺ کی قبر انور کو لحد طرز میں بنایا گیا۔ اس پر اینٹیں نصب کی گئیں۔“

ابن سعد، بزار اور بیہقی نے (اس روایت کی سند میں ضعف ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کو میرے علاوہ اور کوئی غسل نہ دے، جو بھی آپ ﷺ کی شرم گاہ دیکھے گا اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں گی۔“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جس عضو کو بھی پکڑتا تو مجھے یوں لگتا کہ میرے ساتھ تیس افراد اور بھی اسے پلٹ رہے ہیں، حتیٰ کہ میں آپ ﷺ کو غسل دینے سے فارغ ہو گیا۔“ امام بیہقی نے محمد بن قیس سے مرسلاً روایت کیا ہے (اس کی سند میں ضعف ہے) کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہم آپ ﷺ کا جو عضو بھی اٹھانا چاہتے تاکہ اسے دھوئیں تو اسے ہمارے لیے اٹھایا جاتا، حتیٰ کہ ہم آپ ﷺ کی شرم گاہ تک پہنچ گئے۔ ہم نے حجرہ مقدسہ کی ایک طرف سے یہ صدا سنی کہ اپنے نبی محترم ﷺ کی شرم گاہ کو عریاں نہ کرنا۔“ ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ وہ عرض کرنے لگے: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔“ انہوں نے فرمایا: ”عمدہ خوشبو پھیل گئی۔ انہوں نے ایسی خوشبو پہلے نہ سونگھی تھی۔“

طبرانی نے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے عبدالواحد بن ابی عون سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جب میرا وصال ہو جائے تو تم مجھے غسل دینا۔“ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے کبھی کسی میت کو غسل نہیں دیا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب تمہارے لیے آسان بنا دیا جائے گا۔“ انہوں نے فرمایا: ”میں نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ میں جو بھی عضو پاک اٹھاتا اسے

میرے لیے اوپر اٹھا دیا جاتا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سینہ اقدس سے پکڑے رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے "علی المرتضیٰ! جلدی کریں۔ میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔"

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ، فضل، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، فضل، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے جسم اطہر کا نچلا حصہ دھویا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا سینہ دھویا۔ حضرات عباس، اسامہ اور شقران پانی انڈیل رہے تھے۔" ابن سعد نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دیتے وقت آپ ﷺ کے پاس نہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ کو حیاء آئے گی کہ میں آپ ﷺ کو کپڑوں کے بغیر دیکھوں۔" جبکہ کئی روایات میں ہے کہ وہ اس وقت وہاں موجود تھے۔

ابن سعد حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو غسل دیتے وقت وہ کچھ تلاش کیا جو میت کا تلاش کیا جاتا ہے مگر انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ انہوں نے عرض کی: "میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! آپ ﷺ حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔" امام بیہقی نے حضرت علباء بن احمر سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی اور فضل حضور اکرم ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدا دی گئی۔ "اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائیں۔" ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب میرا وصال ہو جائے تو غرس کے کنوئیں کے سات مشکیزوں سے مجھے غسل دینا۔"

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بیری کے پتوں کے ساتھ آپ ﷺ کو تین بار غسل دیا گیا۔ آپ ﷺ نے قمیص پہن رکھی تھی کہ آپ ﷺ کو غسل دیا گیا۔ آپ ﷺ کو غرس کے پانی سے غسل دیا گیا۔" حضرت سعد بن خثیمہ نے اس کا نام قباء لکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔
ت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ حضرت فضل نے پکڑ رکھا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانی انڈیل رہے تھے۔ حضرت فضل کہنے لگے: "مجھے نجات دلائیں۔ آپ ﷺ نے میری شاہ رگ کاٹ دی ہے۔

ابن سعد نے امام شعبی سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید المرسلین ﷺ کو حضرات علی، اسامہ اور فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے جبکہ وہ آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ "میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! آپ ﷺ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں؟" دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تھام رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے قمیص پہنی ہوئی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آ جا رہے تھے۔" حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو حضرات عباس، علی، فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو پردہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابن شہاب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کے خادم حضرت صالح رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کو پردہ کیا ہوا تھا۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو غسل دینے کے لیے جمع ہوئے۔ حجرہ مقدسہ میں صرف حضرات عباس، علی، فضل، قثم، اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب یہ حضرات غسل دینے کے لیے جمع ہوئے تو لوگوں کے پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی۔ وہ حضرت اوس بن خولی انصاری تھے۔ ان کا تعلق عوف بن خزرج سے تھا۔ یہ بدری صحابی تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ کہا: "علی المرتضیٰ! ہم آپ ﷺ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے ہمارا حصہ۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم اندر آ جاؤ۔" وہ اندر آ گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا غسل دیکھا، مگر غسل دینے میں شرکت نہ کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی قمیص مبارک تھی۔ حضرات عباس، فضل اور قثم رضی اللہ عنہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ میں سے ایسی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت میں نظر آتی ہے۔ وہ عرض کرنے لگے: "میرے والدین آپ ﷺ پر فدا! آپ ﷺ

حیاتِ طیبہ میں اور وصال کے بعد کتنے پاکیزہ ہیں۔ آپ ﷺ کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا گیا۔ آپ ﷺ کا جسم اطہر خشک کیا اور دیگر معاملات نمٹائے۔"

ابن سعد اور حاکم نے "اکلیل" میں حضرت ہارون بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھی۔ انہوں نے وصیت کی کہ یہ انہیں لگائی جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو لگائے جانے والے مشک سے یہ بچ گئی تھی۔" ابن اسحاق نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کا وصال فرمایا تو آپ ﷺ کو حضرات علی اور فضل رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں پانی دے رہے تھے۔ ہمیں آپ ﷺ کو غسل دینے سے اس امر نے روکا کہ ہم بچے تھے ہم مسجد میں پتھر لا رہے تھے۔"

تنبیہ

امام مالک نے "الموطا" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو قمیص مبارک میں ہی غسل دیا گیا تھا۔ الباجی نے لکھا ہے۔ "احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہو کیونکہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کرام کے نزدیک سنت یہ ہے کہ میت کے کپڑے اتارے جائیں اور اسے قمیص میں غسل نہ دیا جائے۔

آپ کا کفن مبارک

شیخین اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا جو کرسف (روئی) سے بنے ہوئے تھے۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ ﷺ کو حبرہ (چادر) میں کفن دیا گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام حبرہ کی چادر لے کر آئے تھے، مگر انہوں نے اس میں آپ ﷺ کو کفن نہ دیا تھا۔"

شیخین اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یمانی حلے میں لپیٹا گیا۔ یہ حلہ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تھا۔ پھر اسے اتار لیا گیا، پھر آپ ﷺ کو تین سفید سحولیہ

کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "لوگوں پر حلہ مشتبہ ہو گیا۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اسے خریدا تا کہ آپ ﷺ کو اس میں کفن دیا جائے۔ حلہ کو چھوڑ دیا گیا۔ آپ ﷺ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اسے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے لیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں اسے روک لوں گا حتیٰ کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے، پھر فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے لیے پسند فرماتا تو آپ ﷺ کو اس میں کفن دیا جاتا۔" انہوں نے وہ حلہ فروخت کر دیا۔ اس کی قیمت صدقہ کر دی۔" ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو دو کپڑوں اور حبرہ کی چادر میں کفن دیا گیا۔"

ابن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور انہوں نے محمد بن علی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ابویعلی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو دو سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں سے ایک قمیص تھی۔" ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سفید تھے۔"

ابن سعد اور بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین سحولیہ چادروں میں کفن دیا گیا۔ وہ یمنی موٹی چادریں تھیں۔ وہ ازار، چادر اور لفافہ تھا۔" امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ضعیف سند کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اسی قمیص میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اور ایک نجرانی حلہ تھا۔" ان سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو دو سفید چادروں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔

ابن سعد نے صحیح اسناد سے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو دو چادروں اور ایک نجرانی چادر میں کفن دیا گیا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حبرہ کی چادر میں لپیٹا گیا، پھر آپ ﷺ سے اسے اتار لیا گیا۔

تنبیہات

۱- امام ترمذی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے کفن کے متعلق جو کچھ روایت کیا گیا ہے ان میں سے تین سفید کپڑوں والی صحیح ترین روایت ہے۔

۲- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کو قمیص اور عمامہ میں کفن نہ دیا گیا۔ آپ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ تین کپڑوں کے ساتھ کسی اور چیز کے ساتھ کفن نہ دیا گیا تھا۔ امام شافعی اور جمہور علماء کرام نے یہی تشریح کی ہے۔ یہی وہ صحیح مؤقف ہے جس کا تقاضا حدیث کا ظاہر کرتا ہے۔ دیگر علماء کرام نے یہ تاویل کی ہے کہ ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ شامل نہ تھے یہ دونوں اس سے زائد تھے۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سابقہ مروی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حلہ، دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر اس کی رطوبت کے ساتھ اسے باقی رکھا جائے تو یہ دونوں کفنوں کو فاسد کر دیتی۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اور نجرانی حلہ کا تعلق ہے تو یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے۔ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کی روایت ثقہ راویوں کے مخالف ہو۔

۴- اشتباہ کا سبب۔ لوگوں میں آپ ﷺ کے کفن میں شبہ اس لیے ہوا تھا کیونکہ آپ ﷺ نے حبرہ کی چادر خریدی تھی، پھر اسے مؤخر کر دیا اور اسے چھوڑ دیا تھا۔

نمازِ جنازہ

یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ باہر چلے جائیں حتیٰ کہ فرشتے آپ ﷺ کو صلوٰۃ وسلام عرض کر لیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ منگل کے روز آپ ﷺ کی تکفین مکمل ہو گی۔ آپ ﷺ کی چار پائی آپ کے حجرہ مقدسہ میں رکھ دی گئی، پھر صحابہ کرام نے گروہ در گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا، پھر جب وہ فارغ ہو گئے تو خواتین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ جب وہ فارغ ہو گئیں تو بچے حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ میں کسی نے امامت نہ کرائی۔" ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اسے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بدھ کی رات کے وسط میں آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا۔

امام احمد نے حضرت ابوعسیب مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی: "ہم آپ ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ادا کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "گروہ در گروہ میرے پاس آجانا۔" انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام آپ ﷺ کے حجرہ مقدسہ میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تھے، پھر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ ﷺ پر کوئی امامت نہ کرائے۔ آپ ﷺ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال لوگوں کے امام ہیں۔ لوگ گروہ در گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ صفیں باندھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ ان کا کوئی امام نہ تھا۔ وہ یوں کہتے تھے: "سلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته"

ابو یعلی اور امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو چار پائی پر لٹا دیا گیا۔ پھر لوگوں کو اذن دیا گیا وہ گروہ در گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ وہ امام کے بغیر آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے لگے، حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کا کوئی آزاد اور غلام نہ رہا۔ جس نے یہ سعادت عظمیٰ حاصل نہ کر لی۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو چار پائی پر رکھ دیا گیا تو انہوں نے کہا: "آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کوئی آپ ﷺ کا امام نہ ہو۔ آپ ﷺ ہی تمہارے امام ہیں۔" لوگ گروہ در گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں آتے۔ وہ صفیں باندھ کر آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ وہ تکبیر کہتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ عرض کر رہے تھے:

سلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاتهٔ۔ اللهم انا نشهد انه قد بلّغ ما انزل الیه و نصح لامته و جاهد فی سبیل الله حتی اعز الله دینه و تمت کلمته۔ اللهم فاجعلنا ممن یتبع ما انزل الله الیه و ثبتنا بعده واجمع بیننا و بینه۔

محمد بن عمر اسلمی نے موسیٰ بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے والد گرامی کے مکتوبات میں پایا کہ جب حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا: "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاتهٔ" ان کے ہمراہ مہاجرین اور انصار میں سے کچھ افراد تھے۔ اتنے صحابہ کرام اندر گئے جتنی حجرہ میں وسعت تھی۔ ان سب نے اسی طرح سلام عرض کیا جیسے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے سلام عرض کیا تھا۔ انہوں نے صفیں بنالیں کوئی ان کی امامت نہ کرارہا تھا۔ یہ دونوں حضرات حضور اکرم ﷺ کے سامنے پہلی صف میں تھے۔ وہ یوں عرض کر رہے تھے۔ ''مولا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہ پیغام حق پہنچا دیا تھا جو آپ پر نازل کیا گیا تھا، اور امت کے لیے خیر خواہی کا اظہار کر دیا تھا۔ راہِ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا، حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اپنے دین حق کو غالب کر دیا۔ اس کے کلمات کی تکمیل ہوگئی۔ ہم آپ ﷺ کے ساتھ اس ذات پر ایمان لاتے ہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اے ہمارے معبود برحق! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو اس فرمان کی اتباع کرے جو آپ ﷺ پر اتارا گیا۔ ہمیں اور آپ ﷺ کو جمع کر دے حتیٰ کہ آپ ﷺ ہمیں اور ہم آپ ﷺ کو پہچان لیں آپ مؤمنین پر رؤف اور رحیم تھے۔ ہم ایمان کا کوئی بدلہ نہیں چاہتے نہ ہی اس کے ساتھ اس کا کوئی عوض خریدتے ہیں۔'' صحابہ کرام ان کی اس دعا پر آمین آمین کہہ رہے تھے، پھر وہ چلے گئے۔ ان کی جگہ دوسرے آگئے، حتیٰ کہ سارے مردوں پھر عورتوں اور بچوں نے صلوٰۃ و سلام عرض کر لیا۔''

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے پیر کے روز زوال کے بعد سے لے کر

منگل کے روز اسی وقت تک آپ ﷺ پر درود و سلام کے سدا بہار پھول نچھاور کرتے رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ تین ایام تک آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہے۔ شیخ مجدالدین الفیروز آبادی نے القاموس میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیج رہے تھے کہ ایک منادی نے ندا دی کہ گروہ در گروہ امام کے بغیر صلوٰۃ و سلام عرض کرو یا جماعتوں کی شکل میں سلام و درود پیش کرو۔ انہوں نے تیس ہزار ملائکہ کا اندازہ لگایا تو یہ ساٹھ ہزار فرشتے ہوئے کیونکہ ہر شخص کے ساتھ بھی دو فرشتے ہیں۔"

ابو یعلی اور امام احمد نے جید سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا، پھر لوگوں کو اذن دے دیا گیا وہ فوج در فوج اندر حاضر ہوئے۔ وہ بغیر امام کے آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کا کوئی آزاد اور غلام نہ رہا مگر اس نے یہ شرف ابدی حاصل کر لیا۔" سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا انبیائے کرام کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ایک قوم آتی ہے۔ وہ تکبیر کہتی ہے۔ وہ دعا مانگتی ہے پھر دوسری آجاتی ہے حتیٰ کہ لوگ فارغ ہو جائیں۔"

تنبیہات

ا۔ ابن کثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ ﷺ پر علیحدہ علیحدہ نمازِ جنازہ ادا کرنا اور کسی کی امامت نہ کرانا ایک ایسا امر ہے جس پر اتفاق ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگر سابقہ باب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت صحیح ہے یعنی آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو جمع کیا تھا تو یہ اس باب میں نص ہے۔ اس کا تعلق عبارت کے اس باب سے ہوگا جس کا مفہوم ہم نہ سمجھ سکتے ہوں۔" میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ یہ کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ یوں کہے کہ آپ ﷺ کے لیے کوئی امام نہ تھا، کیونکہ وہ آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تکمیل کے بعد مصروف ہوئے تھے۔"

اس کے سبب میں اختلاف ہے۔

امام شافعی نے تحریر کیا ہے کہ آپ ﷺ (فداہ روحی وابی وامی) ﷺ کا امر بہت عظیم ترین تھا۔ اسی لیے صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ یہ سعادت حاصل کی، ورنہ وہ یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے مقابلہ کرتے کہ آپ ﷺ پر امامت کون کرے گا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے نماز ادا کر لی۔" بعض علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ کسی نے بھی امامت نہ کرائی تاکہ ہر ایک کو آپ ﷺ پر براہِ راست نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت مل جائے۔ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ آپ ﷺ پر یکے بعد دیگرے بار بار ہو، ہر ہر شخص سے انفرادی طور پر ہو۔ صحابہ کرام میں سے تمام مرد اور عورتیں بچے، غلام اور لونڈیاں یہ سعادت کبریٰ حاصل کر لیں۔ امام سہیلی نے رقم کیا ہے: "مسلمانوں نے آپ ﷺ کی علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ ان کی امامت کسی نے نہ کرائی۔ جب کوئی گروہ آتا وہ آپ ﷺ پر نماز جنازہ پڑھتا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اس طرح کا فعل توقیف سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی وصیت بھی کی تھی۔ طبری نے اس کا تذکرہ کیا ہے اس میں فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام پیش کریں۔

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴿۵۶﴾ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب ومحبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

اس درود کا جو حکم آیت طیبہ اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ کوئی امام نہ ہو۔ موت کے وقت آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ آیت کے الفاظ کے تحت داخل ہے۔ یہ اسے شامل ہے یہ ہر حال میں آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرنے کو شامل ہے۔ اس طرح رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ خود آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے سلام ودرود عرض کرتے ہیں۔ جب رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور مومنین کو بھی حکم دیا گیا تو یہ لازم ہو گیا کہ اہل ایمان کا درود پاک فرشتوں کے درود پاک کے تابع ہو۔ ملائکہ ہی آگے ہوں۔"

ابو عمر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ پر صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی۔ کسی نے ان کی امامت نہ کرائی۔ یہ ایسا امر ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ یہ اتفاق اہل السنة والجماعة کے نزدیک ہے اہل نقل بھی اس میں اختلاف نہیں کرتے۔ ابو عمر نے اس پر علماء کرام کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔ ابو عمر نے بعض مغاربہ کا تعاقب کیا ہے کہ ابن قصار نے اس میں اختلاف تحریر کیا ہے کہ کیا صحابہ کرام نے آپ ﷺ پر معروف نماز جنازہ پڑھی تھی یا صرف دعا کی تھی۔ کیا انہوں نے علیحدہ علیحدہ یا باجماعت نماز ادا کی تھی، اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کی امامت کس نے کی تھی؟ ایک قول یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت کی تھی؟ یہ اس سند سے مروی ہے جو صحیح نہیں۔ اس سند میں حرام بن عثمان ہے جو بہت ضعیف ہے۔

ابن دحیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ یقینی طور پر ضعیف ہے، کیونکہ اس کے راوی ضعیف ہیں۔ یہ منقطع ہے۔ بعض علماء کرام نے کئی اعتبار سے اس کا تعاقب کیا ہے۔

۱۔ کتب مغازی میں یہ تذکرہ ہے۔ حدیث پاک کی کتب میں ہے کہ صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی تھی کسی صحیح، حسن یا ضعیف روایت میں بھی نہیں کہ انہوں نے امام کے ساتھ آپ ﷺ پر نماز جنازہ ادا کی ہو۔

۲۔ امام شافعی، ابن معین، جوزجانی نے لکھا ہے کہ یہ حرام کی روایت ہے۔ امام مالک اور یحییٰ نے لکھا ہے کہ یہ ثقہ نہ تھا۔ بہت سے حفاظ نے اسے متہم کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سابقہ مروی روایت کئی اسناد سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ جس سے یہ درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی نص کو ابو عمر نے بیان کیا ہے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ صحیح موقف یہ ہے کہ مسلمانوں نے آپ ﷺ پر نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی تھی۔ کسی نے ان کی امامت نہ کرائی تھی۔ امام شافعی نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے جیسے کہ اس کا سبب بھی پہلے گزر چکا ہے۔

وہ صحیح موقف جو جمہور علماء کرام کا موقف ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر نمازِ جنازہ حقیقی تھی

فقط دعا نہ کی۔ یہ علامہ قاضی عیاض کا قول ہے۔امام نووی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے۔ایک مختصر سی جماعت نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آپ ﷺ پر معروف نماز ادا نہ کی گئی، بلکہ صحابہ کرام آتے اور آپ ﷺ کے لیے دعا کرتے تھے۔علامہ الباجی نے اس کی وجہ لکھی ہے۔''کیونکہ آپ ﷺ شہید سے افضل ہیں، جبکہ شہید کی فضیلت اس پر نماز جنازہ سے اسے مستغنی کر دیتی ہے۔حضور اکرم ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں، لیکن شہید غسل دینے میں جدا ہو جاتا ہے۔شہید کو غسل اس لیے نہیں دیا جاتا تاکہ کہیں اس کا خون اس سے جدا نہ ہو جائے۔اس کی بقاء مطلوب ہوتی ہے کیونکہ اس سے خوشبو آئے گی، کیونکہ یہی آخرت میں اس کی شہادت کا عنوان ہے، لیکن آپ ﷺ پر کوئی ناپسندیدہ چیز نہ تھی۔ جس کا ازالہ مکروہ سمجھا جاتا، لہٰذا اس میں شہید علیحدہ ہو گیا۔''

۴۔ ''المورد'' میں ہے کہ الضیاء الرازی کے ہاتھ کا لکھا ہوا منقول ہے کہ سحنون بن سعید نے کہا ہے کہ میں شہروں کے فقہاء میں سے جس سے بھی ملتا اس سے آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کے متعلق پوچھتا کہ کیا آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔آپ ﷺ پر کتنی تکبیریں کہی گئیں، لیکن کسی کو علم نہ ہوتا، حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا۔حضرت عبداللہ بن ماجشون سے میں نے ملاقات کی اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا۔انہوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ پر بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔اسی طرح آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بھی بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔'' میں نے پوچھا: ''لوگوں کو چھوڑ کر تمہیں یہ علم کہاں سے مل گیا؟'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے اسے اس صندوق میں پایا جسے امام مالک چھوڑ گئے تھے۔اس میں پیچیدہ مسائل اور احادیث کی مشکلات تھیں جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر میں حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول کی تھیں۔لیکن۔حافظ ابو الفضل العراقی نے اپنی منظوم سیرت میں لکھا ہے:

لیس ھذا بمتصل الاسناد

عن مالکٍ فی کتب النقاد

نقادوں کی کتب میں امام مالک سے یہ متصل سند کے ساتھ منقول نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی تدفین

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جمہور کا صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ ﷺ کا وصال پیر کے روز ہوا اور بدھ کے روز آپ ﷺ کی تدفین ہوئی۔ یعقوب بن سفیان نے حضرت ابوجعفر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ اس روز، اس رات اور منگل کے روز دن کے آخر تک آپ ﷺ کی تدفین نہ ہوئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ ایک غریب قول ہے۔ یعقوب نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تدفین تین روز تک نہ ہو سکی۔ ابن کثیر نے اسے بھی غریب کہا ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ سوموار کا بقیہ دن، منگل کا مکمل دن آپ ﷺ کی تدفین نہ ہو سکی۔ آپ ﷺ کو بدھ کے روز دفن کیا گیا۔ اس سے بھی غریب تر وہ روایت ہے جسے سیف نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی تدفین منگل کے روز ہوئی۔ تدفین کی تاخیر کا سبب یہ تھا حالانکہ تدفین جلدی کرنا سنت ہے، کیونکہ صحابہ کرام کا آپ ﷺ کے وصال پر اتفاق نہ ہو سکا تھا۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ابن شہاب نے فرمایا: "پیر کے روز آپ ﷺ کا وصال اس وقت ہوا جب سورج ڈھل گیا تھا۔" انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ بدھ کے روز بیمار ہوئے۔ صفر کی ایک رات باقی تھی جبکہ ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ اس دن، اگلے دن آپ ﷺ کی تدفین نہ ہو سکی، حتیٰ کہ رات کے وقت آپ ﷺ کی تدفین ہوئی۔ حضرت ابی بن عباس بن سہل سے روایت ہے۔ ان کے دادا جان نے فرمایا: "آپ ﷺ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ پیر اور منگل کے روز آپ ﷺ کی تدفین نہ ہو سکی حتیٰ کہ بدھ کے روز آپ ﷺ کی تدفین ہوئی۔

ابن سعد، ابن ماجہ اور ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب منگل کے روز آپ ﷺ کی تجہیز سے فراغت ہوئی۔ آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں آپ ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ مسلمانوں نے آپ ﷺ کی تدفین میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا: "ہم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ بقیع میں دفن کریں گے۔

کسی نے کہا: ''آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی مسجد میں دفن کر دیتے ہیں۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے سرورِ کائنات ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نبی کا بھی وصال ہوا اس کی تدفین اسی جگہ ہوئی جہاں اس کا وصال ہوا۔'' آپ ﷺ کا بستر اٹھا دیا گیا۔ جس پر آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اس کے نیچے آپ ﷺ کی قبر انور کھودی گئی۔''

امام احمد اور ترمذی نے صحیح سند سے حضرت عبدالعزیز بن جریج سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے صحابی نہیں جانتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی قبر انور کہاں کھودیں؟ حتیٰ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی قبر اسی جگہ بنائی جاتی ہے جہاں اس کا وصال ہوتا ہے۔'' انہوں نے آپ ﷺ کا بستر ہٹایا اور اس کے نیچے قبر انور کھودی۔'' یہ روایت منقطع ہے کیونکہ جریج نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔''

امام ترمذی اور ابو یعلیٰ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کو دفن کرنے کی جگہ کے متعلق اختلاف ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی بھی نبی کو اللہ رب العزت اس جگہ دفن کرتا ہے جس جگہ اسے دفن ہونا پسند ہو۔ آپ ﷺ کی چارپائی کی جگہ پر آپ ﷺ کو دفن کر دو۔''

ابو یعلیٰ اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی قبر انور کھودنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو افراد کو بلایا۔ ایک سے فرمایا: ''تم حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس جاؤ۔'' وہ اہل مکہ کی طرز پر قبریں کھودتے تھے۔ دوسرے شخص سے فرمایا: ''تم حضرت ابوطلحہ کو بلا لاؤ۔ وہ اہلِ مدینہ کی طرز پر قبریں کھودتے تھے۔ یہ لحد بناتے تھے۔ صحابہ کرام نے یہ دعا مانگی: ''مولا! اپنے رسول محترم ﷺ کے لیے خود ہی پسند کر لے۔'' انہوں نے حضرت ابوطلحہ کو پالیا۔ انہیں لایا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مل سکے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی، پھر آپ کو بدھ کی رات کے وسط میں دفن کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی قبر انور میں حضرات علی المرتضیٰ، فضل، قثم اور شقران رضی اللہ عنہم اترے۔ حضرت ابولیلیٰ اوس بن خولی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی:

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ سے ہمیں ہمارا حصہ دیں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "نیچے آ جائیں۔" آپ ﷺ کے خادم حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے سرخ چادر لی جسے حضور اکرم ﷺ پہنتے تھے۔ اسے قبر انور میں دفن کر دیا۔ انہوں نے کہا: "بخدا! آپ ﷺ کے بعد اسے کوئی دفن نہ کرے گا۔" اسے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔"

امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کو سر اقدس کی طرف سے کھینچ لیا گیا تھا۔

امام احمد، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے نیچے آپ ﷺ کی قبر انور میں سرخ چادر بچھائی گئی۔ ابن سعد نے وکیع سے روایت کیا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی۔

ابن سعد نے ثقہ راوی سے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری چادر میری لحد میں بچھا دینا۔ زمین کو انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ پر مسلط نہیں کیا جاتا۔"

امام ترمذی نے حضرت جعفر بن محمد رضوان اللہ علیہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے آپ ﷺ کے لیے لحد بنائی وہ حضرت ابوطلحہ تھے اور جس شخص نے آپ ﷺ کے نیچے آپ ﷺ کی چادر بچھائی۔ وہ حضرات شقران تھے۔ حضرت جعفر بن محمد نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے ابن ابی رافع نے بتایا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت شقران سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: "بخدا! میں ہی وہ تھا جس نے آپ ﷺ کی قبر انور میں آپ ﷺ کے نیچے چادر بچھائی تھی۔"

ابن سعد نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے نیچے سرخ چادر بچھائی گئی۔ آپ ﷺ اسے استعمال فرماتے تھے، کیونکہ زمین (خاک پاک) گیلی تھی۔ امام مسلم، ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مرضِ وصال میں کہا۔ "میری قبر انور لحد طرز کی بنانا۔ مجھ پر اینٹیں لگانا جیسے حضور اکرم

ﷺ کی قبرِ انور بنائی گئی تھی۔" امام بیہقی اور امام واقدی نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی لحد مبارک میں نو اینٹیں کھڑی کی گئیں۔ ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قبرِ انور پر پانی چھڑکا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی دائیں طرف سے سر اقدس کی طرف سے شروع کیا، حتیٰ کہ مبارک ٹانگوں تک اسے ختم کر دیا، پھر دیوار کی طرف پانی چھڑکا۔ وہ دیوار کی سمت گھومنے پر قادر نہ ہو سکے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سوموار کے روز جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ کو چار پائی پر ڈال دیا گیا، حتیٰ کہ منگل کے روز سورج ڈھل گیا۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ چار پائی آپ کی قبرِ انور کے کنارے پر تھی۔ جب صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو دفن کرنے کا ارادہ کیا تو مبارک ٹانگوں سے چار پائی ہٹا لی اور قبرِ انور میں داخل کر دیا گیا۔

امام مالک نے بلاغاً اسے حضرت محمد بن عمر اسلمی سے متصل روایت کیا ہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے وصال کا یقین نہ کر سکی حتیٰ کہ میں نے کدالوں کی آواز سن لی۔"

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں آپ ﷺ کی تدفین کا علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ ہم نے منگل کی رات کو وقتِ سحر پھاوڑے کی آواز سن لی۔" امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ میں ایک صحابی لحد طرز کی اور دوسرے صحابی دوسری طرز کی قبر بناتے تھے۔ ہم نے اپنے رب تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ ان دونوں کی طرف پیغام بھیجا۔ ہم نے کہا کہ جو صحابی پہلے پہنچ جائیں گے ہم اسی طرز پر قبرِ انور بنائیں گے۔ لحد طرز کی قبر تیار کرنے والے پہلے پہنچ گئے۔ آپ ﷺ کی قبرِ انور لحد طرز پر بنائی گئی۔" محمد بن سعد نے عقبہ بن ابی صہباء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت حسن کو سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے لیے ایک چادر قبر

میں بچھا دینا۔ زمین کو اجسادِ انبیائے کرام پر تسلط نہیں بخشا گیا۔" مسدد نے صحیح سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ چار افراد آپ ﷺ کی قبر انور میں داخل ہوئے۔ حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور خادمِ رسول اللہ ﷺ صالح رضی اللہ عنہم۔ آپ ﷺ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی گئی اور اس پر اینٹیں نصب کی گئیں۔"

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ، فضل، قثم، شقران اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی قبر انور میں اترے تھے۔ ابن سعد نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ، فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی قبر انور میں اترے تھے۔" امام شعبی نے کہا ہے: "مجھے مرحب یا ابن ابی مرحب نے بتایا ہے کہ ان کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی قبر انور میں اترے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ان حضرات قدسیہ نے ہی آپ ﷺ کو قبر انور میں اتارا تھا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کو غسل دیا تھا۔ وہ حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور صالح رضی اللہ عنہم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت کے مابین سے ہٹ گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو قبر انور میں اتارا تھا۔"

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کی تدفین ہو گئی تو سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "انس! کیا تمہارے نفسوں نے گوارہ کر لیا کہ تم حضور اکرم ﷺ پر مٹی ڈال دو۔" طاہر بن یحییٰ اور ابن جوزی نے "الوفاء" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی قبر انور بن گئی تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آئیں۔ وہ آپ ﷺ کی قبر انور پر کھڑی ہو گئیں۔ قبر انور سے مٹھی بھر مٹی لی۔ اسے اپنی آنکھوں پر رکھا۔ رونے لگیں یہ اشعار پڑھے:

ماذا علی من شمّ تربة احمد

ان لا یشمّ مدی الزمانِ غوالیا

صبّت علیّ مصائب لو انها

صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: جس نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی خوشبو سونگھ لی اگر وہ تادیر خوشبو نہ سونگھے تو اسے کوئی حرج نہیں۔ مجھ پر اتنے مصائب آئے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر آتے تو انہیں رات بنا دیتے۔

آپ ﷺ کی قبر انور سے سب سے آخر میں کون باہر آیا تھا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ عراق کے کچھ افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: ''ابوالحسن! ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ اس مسئلہ میں آپ کے متعلق پوچھیں جس کے متعلق ہمیں پسند ہے کہ آپ ہمیں بتائیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''میرا گمان ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں بتایا ہے کہ سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے وہ باہر آئے تھے۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں! ہم آپ سے یہی پوچھنے آئے ہیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ باہر نکلے تھے۔''

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ عالم ﷺ کو قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا: ''آپ کی مبارک ٹانگوں کی طرف کوئی چیز باقی رہ گئی ہے۔ جسے تم نے درست نہیں کیا۔'' صحابہ کرام نے فرمایا: ''تم نیچے جاؤ اور اسے درست کر دو۔'' وہ اندر داخل ہوئے آپ کے مبارک قدموں کو چھوا پھر فرمایا: ''میرے اوپر مٹی گراؤ۔'' صحابہ کرام نے ان پر مٹی گرائی حتیٰ کہ خاکِ پاک ان کی پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکلے انہوں نے فرمایا: ''میں تم سے آخر میں حضور اکرم ﷺ سے جدا ہوا ہوں۔''

امام بیہقی نے حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی آپ کی قبر انور میں پھینک دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: ''تم نے اس لیے اسے پھینکا ہے تاکہ تم نیچے اترو۔'' وہ نیچے اترے۔ انہیں عطا کر دی یا کسی شخص کو حکم دیا اس نے انہیں دے دی۔'' ابن سعد نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں پھینک دی، پھر کہا: "میری انگوٹھی۔" صحابہ کرام نے فرمایا: "نیچے اتریں اور اپنی انگوٹھی لے لیں۔" وہ اندر گئے پھر کہا: "مجھ پر خاک پاک ڈالو۔" صحابہ کرام نے ان پر خاک طیبہ ڈالی حتیٰ کہ وہ ان کے قدموں کے نصف تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکل آئے۔ جب آپ پر خاک طیبہ برابر کر دی گئی تو انہوں نے کہا: "باہر نکلو حتیٰ کہ میں دروازہ بند کر دوں۔ میں سب سے آخر میں آپ سے جدا ہونے والا شخص ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "اگر میں اس کا ارادہ کرتا تو میں صحیح کہتا۔"

ابن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سب کے بعد آپ ﷺ سے جدا ہوا تھا۔ ہم حاضر ہوئے۔ قبر انور تیار کی۔ جب صحابہ کرام حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو دفن کر دیا تو میں نے قبر انور میں کدال پھینک دیا، پھر میں نے کہا: "کدال، کدال۔" میں نے اسے نکالا اپنے دستِ اقدس سے حضور اکرم ﷺ کو مس کیا۔" ابو یعلی کے الفاظ یہ ہیں۔ "میں نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں پھینک دی۔ میں نے عرض کی: "ابوالحسن! میری انگوٹھی۔" انہوں نے فرمایا: "نیچے اترو اور اپنی انگوٹھی لے لو۔" میں نے اپنا ہاتھ کفن مبارک پر رکھا، پھر باہر نکلا۔ میں نیچے اترا اور اپنی انگوٹھی لے لی۔" اس کی سند میں مجالد ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ طبرانی نے ثقہ راویوں سے جس میں مجالد نہیں ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان افراد میں موجود تھا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کی قبر انور کھودنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی تھی۔ ہم نے آپ ﷺ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں جلوہ افروز ہو گئے تو میں نے کدال اس میں پھینک دی، پھر کہا: "کدال، کدال۔" میں نیچے اترا اور اپنے ہاتھ لحد پر رکھ دیے۔"

انہوں نے قوی اسناد سے ابن ابی مرحب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ کی قبر انور میں چار افراد اترے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ

سے جدا ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے اپنی انگوٹھی لی اور اسے قبر انور میں پھینک دیا۔ میں نے کہا: ”میری انگوٹھی گر گئی ہے، تاکہ میں آپ ﷺ کو چھولوں اور آپ ﷺ سے سب سے آخر میں جدا ہونے والا بن جاؤں۔“ امام حاکم نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سب سے آخر میں آپ ﷺ سے جدا ہوئے تھے۔“ ابن کثیر نے لکھا ہے جس شخص کا قول یہ ہے کہ سب سے آخر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ ﷺ کی قبر انور سے نکلے تھے۔ یہ درست نہیں، کیونکہ وہ آپ ﷺ کی تدفین میں شریک نہ تھے چہ جائیکہ وہ آپ ﷺ سے جدا ہونے والے آخری شخص ہوں۔“ میں کہتا ہوں کہ یہ مؤقف کہ وہ تدفین کے وقت موجود نہ تھے۔ محل نظر ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

آپ ﷺ کے بارے میں جو تعزیت سنی گئی

محمد بن عمر نے ثقہ راویوں سے، ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو آپ ﷺ کی تعزیت اسی طرح بھی ہوئی کہ ایک آنے والا آیا۔ جس کی آہٹ تو سنائی دیتی تھی مگر صحابہ کرام اس کا وجود نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا: السلام علیکم، اهل البیت و رحمة الله و بركاته۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آلِ عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ہر مصیبت سے تسلی بخشے۔ وہ ہر جانے والے کا نائب عطا کرے۔ ہر فوت ہونے والے کا بدل دے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ اسی کی طرف رجوع کرو۔ محروم وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہو۔ مصیبت زدہ وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہو۔ السلام علیکم“۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام

تھے۔" ابن ابی الدنیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے ارد گرد حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ارد گرد رونے لگے۔ ایک شخص حجرہ مقدسہ میں آیا۔ جس کے بال سیاہی مائل بہ سفید تھے۔ وہ بڑا جسیم اور خوبصورت تھا۔ وہ ان کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے گیا۔ رونے لگا، پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوا، پھر کہا: "رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ہر مصیبت سے اطمینان بخشے۔ ہر جانے والے کا بدل دے۔ ہر فوت ہونے والے کا جانشین دے۔ تم رب تعالیٰ کی طرف جھک جاؤ۔ اسی کی طرف رغبت رکھو۔ مصائب میں وہی تمہاری طرف نظر کرم فرماتا ہے۔

ذرا تم بھی دیکھو۔ مصیبت زدہ تو وہ ہوتا ہے جسے چلے جانے والے کا بدل نہ ملے۔" پھر وہ چلا گیا۔" صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے پوچھا: "کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟" سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہاں! یہ حضور اکرم ﷺ کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔" اس روایت کو کتب "الموضوعات" میں ذکر کیا گیا ہے۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد لوگ مجھے یاد کر کے ایک دوسرے کو تسلی دیا کریں گے۔" لوگ کہتے تھے: "یہ کیا ہے؟ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا لوگ ایک دوسرے سے ملتے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر جمیل کر کے ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے۔ طبرانی نے حضرت سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو مصیبت پہنچے تو وہ مصیبت یاد کر لے جو اسے میری وجہ سے پہنچی۔ یہ سارے مصائب سے بڑی مصیبت ہے۔"

امام مالک نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان اپنے مصائب میں میری مصیبت کو یاد کر کے اطمینان حاصل کر لیں۔" ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں فرمایا: "اے لوگو! یا اے اہلِ ایمان! جسے مصیبت پہنچے وہ اس مصیبت کو یاد

کرکے اس سے اطمینان حاصل کرلے جو اسے میری وجہ سے پہنچے۔ میرے کسی امتی کو میرے بعد اتنی بڑی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ جس مصیبت کا اسے میرے وصال کی وجہ سے سامنا کرنا پڑے گا۔"

قبرِ انور کی جگہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں ہے کہ آپ کے بستر مبارک کو پیچھے کیا گیا اور اسی جگہ قبرِ انور کھودی گئی۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "نبی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں اس کا وصال ہوتا ہے۔" یہ تواتر سے منقول ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں مدفون ہوئے ہیں۔ یہ ان کے ساتھ مختص تھا۔ یہ مسجد نبوی کے مشرقی سمت تھا۔ یہ حجرہ مقدسہ مسجد نبوی کے مغربی قبلہ والے کونے میں ہے، پھر آپ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی میں مدفون ہوئے۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ مسدد نے ثقہ راویوں سے، حمیدی اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت سعید بن میب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ تین چاند میرے حجرہ میں گر پڑے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تمہارے حجرہ مقدسہ میں تین ایسی ہستیاں مدفون ہوں گی جو سارے روئے زمین سے بہترین ہوں گی۔" جب حضورِ اکرم ﷺ کا وصال ہوا اور آپ ﷺ کی تدفین ہوئی تو انہوں نے کہا: "یہ تمہارے تین چاندوں میں سے بہترین ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا وہ خواب بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا جو انہوں نے دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے حجرہ (مقدسہ) میں روئے زمین کی تین بہترین ہستیاں مدفون ہوں گی۔"

امام بیہقی نے حضرت امام جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کو مسطوح بنا گیا تھا۔“ یحییٰ بن حسن نے ہارون بن سلیمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اہل مدینہ طیبہ کے کئی بزرگوں سے سنا ہے کہ گنبد خضریٰ کے اندر تینوں قبریں مسطوح ہیں۔ جن پر کشادہ میدان کے سرخ سنگریزے ہوتے تھے۔“ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جیسے ابوداؤد نے صحیح سند سے اور حاکم نے بھی صحیح سند سے قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: ”امی جان! میرے لیے حضور اکرم ﷺ اور شیخین کریمین کی قبور سے کپڑا اٹھائیں۔“ انہوں نے مجھے تینوں مبارک قبور کی زیارت کرائی جو نہ تو زمین کے ساتھ تھیں نہ ہی بہت بلند تھیں۔ ان پر وسیع کشادہ میدان کے سرخ سنگریزے پڑے تھے۔“ امام حاکم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی قبر انور سب سے آگے تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس آپ ﷺ کے کندھے کے مابین تھا، جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس تھا۔“

ابن نجار نے تاریخ المدینہ میں تحریر کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ”آپ مجھے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرائیں۔“ انہوں نے اسے زیارت کرائی تو وہ رونے لگی، حتیٰ کہ اسی جگہ اس کا وصال ہو گیا رضی اللہ عنہا و رحمہا۔ حضرت ابوالفضل الحموی (یہ حجرۂ نبویہ کے خدام میں سے تھے) نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے زائرین میں سے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ احتمال یہ ہے جیسے امام بیہقی نے تحریر کیا ہے کہ پہلے آپ ﷺ کی قبر انور کوہان کی طرح نہ تھی، پھر اسے کوہان کی طرح بنایا گیا جیسے کہ مدینہ طیبہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی امارت میں ایک دیوار گر پڑی تھی۔ انہوں نے قبر انور کو بلند کیا تھا۔ یہ ولید کے زمانہ سے پہلے کی بات ہے۔ یحییٰ بن حسن نے حضرت عبداللہ بن حسین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے ولید کے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی وہ اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔“

حجرہ مقدسہ میں تینوں قبور مبارکہ کے بارے میں سات کیفیات بیان کی جاتی ہیں:

۱- حضور اکرم رحمتِ عالم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ یہ قبلہ کی طرف دیوار کی سمت سب سے آگے ہے، پھر آپ ﷺ کے مبارک شانوں کے سامنے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مبارک کندھوں کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ یہ کیفیت اس طرح بنتی ہے۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امام نووی نے لکھا ہے۔ یہ مؤقف مشہور ہے۔ سید السمہودی نے تاریخ المدینہ میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کرام کا یہی مؤقف ہے اور یہ روایت ساری روایات سے زیادہ مشہور ہے۔

۲- حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور آپ ﷺ کے مبارک شانوں کے سامنے ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے۔ ابن عساکر نے ان کی یہ کیفیت لکھی ہے:

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳- ابونعیم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی کمر انور کے سامنے ہے۔ ابن عساکر نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

السید نورالدین السمہودی نے لکھا ہے کہ صحیح کی روایت سے اس کارد ہو جاتا ہے کہ جب دیوار حجرہ مقدسہ گری تھی تو جس ہستیٔ مبارک کا قدم مبارک ظاہر ہوا تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ گرنے والی دیوار مشرقی تھی۔ اگر یہ روایت درست ہوتی تو ظاہر ہونے والا قدم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہوتا۔"

۴- ابونعیم نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ان سے تیسری صورت ہی روایت کی ہے۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر آپ ﷺ کی ٹانگوں کے پاس ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے۔ ابن عساکر نے ان کی کیفیت اس طرح لکھی ہے:

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۵- ابونعیم نے حضرت عثمان بن نسطاس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سرورِ کائنات ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حجرہ مقدسہ کو گرایا تھا، جو چار انگلیاں بلند تھی۔ اس پر سرخ سنگریزے تھے۔ میں نے آپ کی قبر انور کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر دیکھی اور اس کے نیچے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور تھی۔ اس کی کیفیت اس طرح بنتی ہے۔

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۶- حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل نے فرمایا: ''ایک بارش والی رات میں مسجد نبوی کی طرف گیا۔ جب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا تو میں نے اتنی عمدہ خوشبو سونگھی کہ اتنی عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہ سونگھی تھی۔ میں مسجد نبوی کی طرف آیا۔ میں نے سرورِ دو عالم ﷺ کی قبر انور سے ابتداء کی۔ اس کی دیوار گر چکی تھی۔ میں اندر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ پر سلام عرض کیا۔ کچھ دیر وہاں حاضر رہا۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور تھی۔ آپ ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ ان پر وسیع زمین کے سنگریزے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک ٹانگوں کے پاس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ ابن عساکر نے ان کی کیفیت یوں لکھی ہے:

حضرت محمد عربی ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۷- ابن زبالہ نے حضرت منکدر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کی قبر انور اس طرح ہے۔ آپ ﷺ کی قبر انور کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ یہ کیفیت اس طرح ہے:

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ان روایات میں سے سوائے پہلی اور دوسری روایت کے دیگر تمام کی اسناد ضعیف ہیں۔ ان میں سے مشہور ترین پہلی روایت ہے جیسے کہ گذر چکا ہے۔'' حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

ثلاثة برزوا بسبقهم

نصرهم ربهم اذا نشروا

عاشوا بلا فرقة حياتهم
واجتمعوا فی الممات اذ قبروا
فليس من مسلم له بصر
ينكر فضلهم اذا ذكروا

ترجمہ: تین ایسی ہستیاں ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں سبقت لے گئے۔ جب انہوں نے اپنی حیاتِ طیبہ ایک دوسرے کے فراق کے بغیر بسر کیں وصال کے بعد بھی وہ ایک ہی حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے۔ جس مسلمان کو کچھ بھی بصیرت حاصل ہے وہ ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔ جب ان کا ذکر جمیل کیا جائے۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

ثلاثة اقبر جلّت و عزّت
حوت خير الورىٰ مع صاحبه
محمد مصطفىٰ من قريش
و صديق له اثنى عليه
و ثالثهم هو الفاروق حقًّا
و كل مدائحي تهدى اليه

ترجمہ: تین قبور مبارکہ بڑی جلیل المرتبت اور عظیم منصب کی حامل ہیں۔ جن میں حضور اکرم، خیر الوریٰ ﷺ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ ان میں سے ایک محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔ آپ ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش کے ساتھ ہے۔ دوسرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی تعریف آپ ﷺ نے بہت زیادہ کی ہے۔ تیسرے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ میری ساری تعریفیں ان کی طرف ہی جائیں گی۔

ابن زبالہ نے حضرت مطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''لوگ آپ

ﷺ کی قبر انور سے مٹی لیتے تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیوار بنانے کا حکم دیا۔ ان کے سامنے دیوار بنادی گئی۔ دیوار میں ایک سوراخ تھا لوگ اس سے قبر انور کی خاکِ شفاء حاصل کر لیتے تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تو اسے بھی بند کر دیا گیا۔" ابن سعد نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شبستان کو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا۔ ایک حصے میں آپ ﷺ کی قبر انور تھی۔ دوسرے حصے میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رہائش تھی۔" حضرت عمر بن شبہ نے حضرت ابوغسان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وہ حجرہ مقدسہ ظاہر اور واضح ہی رہا حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آراستہ چاردیواری کر دی، جبکہ ولید کے عہد حکومت میں مسجد نبوی کو تعمیر کیا گیا۔ انہوں نے اسے آراستہ اس لیے کیا تھا کہ اس کا مربع قبلہ کے مربع ہونے کے ساتھ مشابہت نہ رکھے۔ اسے قبلہ نہ بنالیا جائے کہ لوگ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگیں۔"

ابن زبالہ نے کئی علمائے کرام سے نقل کیا ہے کہ یہ حجرہ مقدسہ مربع شکل کا ہے، جو سیاہ پتھروں اور چونے سے بنا ہے جو دیوار مبارک قبلہ کی طرف ہے وہ زیادہ طویل ہے۔ مشرقی اور مغربی دیواریں برابر ہیں۔ شام کی سمت کی دیوار ان سے کم ہے۔ حجرہ مقدسہ کا وہ دروازہ جو شام کی طرف ہے۔ وہ سیاہ پتھروں اور چونے سے بند ہے، پھر سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے اس مبارک حجرہ کو تعمیر کیا۔ اسے سجایا تاکہ لوگ اسے قبلہ نہ بنالیں۔ اسے مسجد نبوی میں نماز کے لیے مختص نہ کر دیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دیوار جو اس کے اور ظاہری دیوار کے مابین ہے جو مشرق کی طرف ہے وہ دو ذراع ہے۔ جو مغرب کی سمت ہے وہ ایک ذراع ہے۔ قبلہ کی طرف ایک بالشت ہے، جو شام کی طرف ہے وہ ساری فضا (خالی جگہ) ہے اس فضا میں شام کی طرف ایک شکستہ ٹب ہے اور ایک لکڑی کا مکتل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عفت مآب خواتین کے مابین عمارت یہاں تھی۔" یحییٰ بن حسن نے محمد بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ چاردیواری جو آپ ﷺ کی قبر انور کے اردگرد تھی اس میں ایک ٹب تھا۔ ایک لکڑی تھی اور ایک شاخ تھی۔" ابن زناد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ٹب تھا جسے وہاں کام کرنے والے چھوڑ گئے تھے۔" ابوغسان نے کہا ہے

''میں نے اس چاردیواری کے اندر دیکھا تو مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ ایک گمان کرنے والے نے مجھے بتایا کہ اس نے وہاں ایک ٹب دیکھا تھا یا رکن کے ساتھ کچھ رکھا ہوا تھا، مگر میں نے اسے نہ دیکھا نہ میں کسی کو جانتا ہوں کہ اس سے اسے لے لیا ہو۔ میں نے وہ حجرہ بھی نہ دیکھا جو اس چاردیواری کے اندر تھا۔''

قبرِ انور کے وسیلہ سے ابرِ کرم

دارمی نے ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ اہلِ مدینہ کو سخت قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کرو۔ آسمان کی طرف اس میں شگاف کر دو حتیٰ کہ اس کے اور آسمان کے مابین چھت نہ رہے۔'' انہوں نے اسی طرح کیا، پھر بہت زیادہ بارش ہوئی، حتیٰ کہ خوب گھاس اُگی، اور اونٹ موٹے ہو گئے، حتیٰ کہ وہ چربی کی وجہ سے خوب موٹے ہو گئے۔ اس سال کو ''عام الفتق'' کہا جاتا تھا۔

قبرِ انور اور منبر پاک کے درمیانی جگہ کی فضیلت

امام احمد، شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام احمد اور امام بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے، طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری سے، بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، عبداللہ بن امام احمد نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے حجرہ مقدسہ اور منبر پاک کے مابین۔'' یا فرمایا: ''میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین کا حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ میرا منبر پاک حوض پر ہے۔ اور میرا منبر پاک جنت کے باغات میں سے ایک بلند باغ (روضہ، درجہ، دروازہ، باغیچہ، زینہ اور دروازہ) ہے۔'' امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا یہ منبر پاک جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ پر ہے۔''

تنبیہات

ا- منبر پاک کے حوض کوثر پر ہونے کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

ا- خطابی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے منبر پاک کا قصد کرنا اور اسے لازم پکڑنا تاکہ وہ اعمال صالحہ سرانجام ہو سکیں اس شخص کو حوض، کوثر کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے لیے لازم کر دیتا ہے کہ وہ وہاں سے پانی نوش کرے۔"

۲- ابن نجار نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ منبر پاک جس پر آپ ﷺ کھڑے ہوتے تھے رب تعالیٰ اسے اسی طرح کر دے گا جیسے وہ ساری مخلوق کو لوٹا دے گا۔ وہ اسی روز آپ ﷺ کے منبر پاک پر ہوگا۔"

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہی واضح موقف ہے۔ اکثر لوگوں کا یہی موقف ہے۔"

۳- ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ منبر کو تخلیق کرے گا۔ اسے آپ ﷺ کے حوض پر رکھ دے گا۔ السید نے لکھا ہے کہ میرے لیے اس کا چوتھا مفہوم بھی عیاں ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ قطعۂ مبارکہ جس پر منبر مبارک ہے اسے اسی طرح جنت میں لے جایا جائے گا۔ آپ کے منبر پاک کو اسی ہیئت پر لوٹا دیا جائے گا، تاکہ یہ ان امور کے مناسب ہو سکے جو جنت میں ہیں۔ اسے حوض کوثر کے اصل میں رکھا جائے گا۔ اسی لیے اسے جنت کے باغات میں سے ایک باغ سے تعبیر فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس کا تذکرہ اس لیے فرمایا تاکہ امت میں اس مبارک جگہ پر عمل کرنے کی ترغیب پیدا ہو تاکہ یہ اپنے صاحب کو اسی مقام تک لے چلے۔" یہ حقیقت میں پہلے دونوں اقوال کو جمع کیا گیا ہے۔

۲- روضہ مبارکہ کی فضیلت میں جو کچھ آیا ہے اس کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ حافظ نے رقم کیا ہے کہ جو کچھ علماء کرام نے تاویلات کی ہیں ان کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ قطعۂ مبارکہ نزولِ رحمت اور حصولِ سعادت میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ اس

طرح کہ اس میں ہونے والے ذکر کے حلقات کو لازم پکڑنے سے جو برکات حاصل ہوتی ہیں۔ خصوصاً آپ کے عہد ہمایوں میں یہ برکات وعنایات اپنے پورے نکتۂ کمال پر تھیں۔ اسی طرح یہ لفظ کے بغیر مجاز ہوگا، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں عبادت کرنا جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ بھی مجازی معنی ہوگا، یا یہ اپنے ظاہر پر ہی ہوگا۔ مراد یہ ہوگا کہ یہ حقیقی باغ میں ہوگا کہ آخرت میں یہ بعینہٖ جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔" انہوں نے لکھا ہے" قوت میں اسی ترتیب کے ساتھ ہیں۔ اول اور آخری قول کی تقویت کا احتمال ہے۔ میرے نزدیک آخری قول سب سے قوی ہے۔ ابن نجار نے اسے اختیار کیا ہے۔ برہان بن فرحون نے اسے ہی "مناسک" میں ذکر کیا ہے۔ ابن جوزی وغیرہ نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ کے فرمان "میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔" امام مالک نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے۔ ان سے ابن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے جسے جنت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ ساری زمین کی مانند نہیں ہے، جو ختم ہو جائے گی اور فناء ہو جائے گی۔" علماء کرام کی ایک جماعت نے بھی اسی کی موافقت کی ہے۔ خطیب بن جملہ نے نقل کیا ہے۔ انہوں نے داؤدی سے نقل کیا ہے۔ ابن الحاج نے المدخل میں اس کی تصحیح کی ہے کہ اس سے علماء کرام اس مبارک مقام کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

حافظ نے ایک اور جگہ تیسری توجیہ لکھنے کے بعد لکھا ہے یا یہ مجازی طور پر ہے کہ اس میں عبادت ہر عابد کو جنت کے باغ میں داخل کر دے گی۔" اس موقف میں اعتراض کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ اختصاص اسم مبارک قطعہ کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ اس مقام مبارک کو دیگر مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔ شیخ ابن ابی جمرہ نے دوسری اور تیسری توجیہ کو جمع کیا ہے۔ انہوں نے پہلی توجیہ کے ذکر پر اعتماد نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہے کہ زیادہ واضح یہ ہے (واللہ اعلم) دونوں توجیہوں کو جمع کیا

جائے کیونکہ ہر ایک کی دلیل ہے جو اسے تقویت دیتی ہے۔ جہاں تک اس دلیل کا ذکر ہے کہ اس میں عمل کرنا جنت کو لازم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسجد مبارک میں اجر و ثواب کے کئی گنا ہونے کا تذکرہ ہے، لہٰذا اس قطعۂ مبارکہ کو مسجد نبوی کے دیگر حصوں پر فضیلت حاصل ہو گی۔"

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ یہ حصہ بعینہٖ جنت میں ہو گا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ منبر حوض پر ہے تو کسی ایک عالم نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ یہ فرمان اپنے ظاہر پر ہے۔ یہ حق ہے۔ یہ محسوس ہے۔ یہ آپ ﷺ کے حوض پر ہے۔ اس میں اختلاف پہلے نقل ہو چکا ہے۔ قواعدِ شرع سے یہ بات محکم ہوتی ہے کہ اس قطعۂ مبارکہ کی برکت کا ہمارے لیے کیا فائدہ ہے؟ اس کے بارے میں بتانے کا اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں کہ اس کو اطاعات سے آباد کیا جائے۔" انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اس کی ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ قطعۂ مبارکہ اب بھی جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں تبدیل ہو جائے گا جیسے یہ پہلے تھا، اور عمل کرنے والے کے لیے ہو گا۔ اس میں ایک عمل جنت میں ایک درجہ ہو گا۔ یہ مؤقف دو اعتبار سے اظہر ہے۔

ا۔ آپ ﷺ کے منصب کی عظمت و رفعت کی وجہ سے تاکہ اس اعتبار سے آپ ﷺ میں اور ابوۃِ ابراہیمیہ میں مشابہت ہو سکے۔ وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں حوض کے ساتھ مختص کیا ہے تو اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اس جنت کے باغ کے ساتھ مختص کر دیا۔ جگہ کی نفاست کے اعتبار سے بھی یہی مؤقف درست ہے۔ اسی مؤقف میں لفظ کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس سے پھیرنے کا تقاضا نہیں ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ہم روئے زمین سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب سے انسان نے اس جہانِ فانی پر قدم دھرا ہے تو اس کے لیے اس عالم کے حقائق منکشف نہیں ہوئے کیونکہ اس کے پردے بہت کثیف ہیں۔

۲۔ مذکورہ دلیل نے جو اس کا احاطہ کیا ہے وہ یا تو از روئے عبادت ہے، یا اس لیے کہ حجرہ مقدسہ اور منبر پاک کے مابین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے آتے جاتے تھے اور اسے اس قبر انور کا قرب حاصل ہے جو روضہ عظمیٰ ہے جیسے ابن ابی جمرہ نے اشارہ کیا ہے۔

مسجدِ نبوی کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ (التوبۃ:۱۰۸)

ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے، وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔

امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے باہم مباحثہ کیا۔ ایک شخص کا تعلق بنوخدرہ کے ساتھ تھا، جبکہ دوسرے شخص کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ خدری نے کہا: "یہ مسجد نبوی ہے۔" دوسرے شخص نے کہا: "یہ مسجد قباء ہے۔ یہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: "وہ یہی مسجد ہے۔" یعنی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا: "مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے اس مسجد کے متعلق پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگریزوں کی مٹھی لی اور انہیں زمین پر مارا اور فرمایا: "وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔" امام احمد نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔"

زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر میری مسجد کو صنعاء تک بھی بنایا جائے تو وہ میری مسجد ہی ہوگی۔" انہوں

نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر حضور اکرم ﷺ کی مسجد کو ذوالحلیفہ تک بڑھا دیا جائے تو وہ آپ ﷺ ہی کی مسجد ہوگی۔'' امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جس کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہوئی اس کے لیے آگ سے برأت، عذاب سے نجات اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔''

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز ان ایک ہزار نمازوں سے افضل یا بہتر ہے جو اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جائیں سوائے مسجد حرام کے۔'' شیخین نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''صرف تین مساجد کی طرف سے ہی کجاوے باندھے جائیں۔ (سفر کیا جائے) میری اس مسجد کی طرف، مسجد حرام کی طرف اور مسجد اقصیٰ کی طرف۔'' بزار اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ عمدہ مقامات جن کی طرف کجاوے باندھے جاتے ہیں وہ میری مسجد اور بیت عتیق مسجد ابراہیم علیہ السلام ہے۔''

تنبیہات

۱۔ آپ ﷺ کے فرمانِ عالی شان ''میری اس مسجد میں نماز، اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جانے والی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔'' اس حدیث پاک کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مسجد میں ایک نماز مسجد حرام میں پڑھنے والی ایک نماز سے ایک درجہ سے کم ہے۔'' ابوعمر نے ایک گروہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ مسجد حرام میں نماز ادا کرنا مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔ اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے۔ ''میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا کسی اور مسجد میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے

سوائے مسجد حرام کے۔ یہ اس سے ایک سو نمازوں کے اعتبار سے افضل ہے۔"

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کجاوے نہ باندھے جائیں مگر ان تین مساجد کی طرف۔" ایک قول یہ ہے یہ نفی ہی کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نہی نہیں بلکہ صرف خبر دینا ہے۔ اس میں حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نفی مطلق نہی کا تقاضا نہیں کرتی۔ اگر یہ مقدر مان بھی لیا جائے کہ نہی کا تقاضا کرتی ہے تو یہ اسی چیز میں نہی کا تقاضا کرتی ہے جس پر نفی واقع ہو۔ اس جگہ نفی، نفیٔ حقیقت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ نفی اس کے مقاصد میں سے کسی مقصود کی نفی کے لیے ہے۔ اس سے یہ تعین نہیں ہوتا یہ مطلق جواز کے لیے ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ "لا یشد الرحال" وجوب یا استحباب یا اطاعت مسنونہ کے لیے ہو۔ یہ اپنی نوع یا جنس کے اعتبار سے نہ ہو بلکہ خصوصیت کے اعتبار سے ہو۔ محتملات میں سے کسی کی تعیین بھی دلیل کی محتاج ہے۔ اگر یہ بھی مقدر مان لیا جائے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس طرح کی نہی تحریم کا تقاضا کرتی ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ ائمہ اصولیین کا اطلاق کہ نہی حرمت کا اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے یہ فعل امر کے صیغہ "افْعَلْ" اور فعل نہی کے صیغہ "لا تفعل" پر محمول ہے، کیونکہ اسی میں حقیقت کا دعویٰ صحیح ہوتا ہے۔

جہاں تک حقیقی موضوع کا تعلق ہے جو امر اور نہی کے بغیر ہو تو یہ ایک معنی کے اعتبار سے خبر کی طرح فائدہ دیتا ہے جو امر کے معنی میں ہوتا ہے۔ نفی جبکہ نہی کے معنی میں ہو اس میں یہ دعویٰ نہیں ہوسکتا کہ وہ حقیقت میں وجوب کے لیے ہو تحریم کے لیے نہ ہو۔ جب یہ امر یا نہی کے معنی میں استعمال ہو تو اپنے غیر موضوع لہ میں مستعمل ہوتی ہے، جبکہ یہ دعویٰ کہ یہ ایجاب یا تحریم میں اس کا استعمال موضوع لغیر ہما میں برائی جتانے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی جگہ بہت سے فقہاء لغزش کھا جاتے ہیں۔ وہ ائمہ الاصول کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب بھی یہ نہی یا امر کا فائدہ دیتا تو وہ اسی لغزش میں گر جاتے ہیں، جبکہ محقق مراد کو جان لیتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔" یہ ساری تفصیل شیخ الاسلام کمال الدین بن زملکانی نے اپنی کتاب "العمل المقبول فی زیارۃ الرسول

ﷺ" میں رقم کی ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ان مساجد کی طرف سفر کرنے کی افضلیت کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے جمہور سے یہی روایت کیا ہے۔ عراقی نے لکھا ہے "حدیث پاک کا احسن محمول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مساجد کا حکم ہے کہ ان مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ جہاں تک مساجد کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ہے جیسے حصول علم، صالحین کی زیارت، بھائیوں سے ملاقات، تجارت اور سیر کے لیے وغیرہ۔ یہ امور اس میں داخل ہی نہیں ہیں۔ امام احمد کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "کسی نمازی کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی مسجد کی طرف سفر کرے۔ وہ وہاں نماز ادا کرنا چاہے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے۔" شیخ تقی الدین السبکی نے لکھا ہے: "روئے زمین کے کسی قطعہ کا ثواب ان کے برابر نہیں کہ اس فضیلت کے حصول کے لیے اس کی طرف سفر کیا جائے سوائے ان تین مساجد کے۔ بلاشبہ ان تین مساجد کی زمین اور وہ جگہ جہاں آپ ﷺ کی قبر انور ہے یہ ساری زمین سے افضل ہیں۔ آپ ﷺ کی قبر انور کی جگہ، مسجد حرام اور مسجد نبوی مسجد اقصیٰ سے افضل ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام افضل ہے یا مسجد نبوی۔"

۳۔ قاضی عیاض نے اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ آپ کی قبر انور کی جگہ ساری زمین سے افضل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ مخلوقات سے کوئی بھی رب تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ سے معزز اور محترم نہیں ہے۔ نہ عالم علوی میں۔ نہ عالم سفلی میں۔" جیسے کہ خصائص میں گزر چکا ہے۔" بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس مؤمن کے لیے کیسے ممکن ہے جو حضور اکرم ﷺ کی دل و جان سے تعظیم کرتا ہے وہ اس روضہ مبارکہ کے شرف و قدر کا دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی طرف سفر کرے مسجد نبوی میں داخل ہو اس میں نماز ادا کرے، لیکن اس روضہ مبارکہ کا قصد نہ کرے جو حجرہ مقدسہ میں ہے؟ حدیث پاک میں ہے کہ وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ روضہ مقدسہ اور قبر انور کی

طرف منہ کرکے درود شریف پڑھتے وقت اس کی کیفیت کیا ہوگی جبکہ وہ جانتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس کا کلام سن رہے ہیں؟ جب وہ آپ کو سلام عرض کرتا ہے آپ سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا وہ اس طرح کر سکتا ہے کہ وہ حجرہ مقدسہ اور قبر انور کا قصد نہ کرے اور آپ پر سلام عرض نہ کرے؟ اگر کسی سے یہ نازیبا فعل سرزد ہوتا ہے تو اس کا دل محبت و عشق مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہوگا، جو رب تعالیٰ کی رحمت پاتا ہے وہ اس کا ادراک اپنے نفس میں پاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آتا ہے تو اس کا قصد مسجد نبوی کے ارادہ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ زائرین کی یہی شان ہوتی ہے۔"

۴۔ امام ابن عبدالبر نے فرمایا ہے۔ انہوں نے صحیحین کی روایت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آپ ﷺ پیدل اور سوار ہو کر مسجد قباء جاتے تھے۔ مسجد قباء میں آپ ﷺ کا تشریف لے جانا آپ ﷺ کے اس فرمان کے معارض نہیں "لا تُعمل المطیّ" کیونکہ علماء کرام نے آپ ﷺ کے اس فرمان کی شرح میں لکھا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ مذکورہ بالا تینوں مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز ادا کرے گا تو وہاں جانا اس کے لیے لازم ہو جائے گا۔ دیگر مساجد کا معاملہ جداگانہ ہے۔ جبکہ قباء وغیرہ دیگر رباط کے مقامات میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قباء کی یہ روایت اسی کی دلیل ہے۔"

علامہ ابن جملہ نے تحریر کیا ہے "جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ حق ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ اسی لیے فقہاء اور محدثین میں سے ائمہ اس حدیث پاک کو باب النذر میں ذکر کرتے ہیں۔ جہاد کے لیے سفر کرنا اور علم حاصل کرنا واجب ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بھائیوں کی زیارت کرنا ان آثار میں غور و فکر کرنا جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے حضرت شارع علیہ السلام کا مطلوب ہیں۔ کچھ واجب اور کچھ مستحب ہیں۔ تجارت اور اغراضِ دنیا کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ اب صرف معصیت کے لیے سفر کرنا باقی رہ گیا۔ اس وقت یہ ممنوع ہوگا۔ اللہ رب العزت جس سفر کو پسند کرتا ہے اس میں اس سے ممانعت نہیں ہے۔ کیا حضور اکرم

ﷺ کی زیارت کے لیے جانا اس قسم (معصیت) کے لیے ہوسکتا ہے، جو اس طرح کا قول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر بڑی جرأت کرتا ہے۔ یہ کلام اہانت اور سوءادب کے گرد گھومتا ہے جب اسے مطلق رکھا جائے جو اس کے قائل کے کفر کا تقاضا کرتا ہے۔ ہم ایسے خذلان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح اس ساری تفصیل کے مخالف آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی نہیں: ''میری قبر کو عید نہ بنا لینا۔ نہ تم اپنے گھروں میں تصاویر رکھو۔'' کیونکہ اس کے سیاق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آپ پر دُورد وسلام قبر انور کے پاس ہی مؤثر ہوسکتا ہے۔ اس سے تو آپ ﷺ پر دور سے سلام عرض کرنے کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: ''تمہارا درود پاک مجھے پہنچتا ہے آپ جہاں کہیں بھی ہو۔'' دنیاوی اغراض مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنے اور کجاوہ باندھنے میں علماء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب وہ جائز ہے تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑا مقصد ہے۔ یہ دراصل آخرت سے ہی ہے خصوصاً اس جگہ میں، لہٰذا ہم اس سفر مبارک کے جواز میں اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے۔''

قبر انور میں آپ ﷺ کی زندگی، اسی طرح سارے انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

الشیخ نے اپنی کتاب ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں لکھا ہے ''ہمارے نزدیک آپ ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا، اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا زندہ ہونا علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس کے بارے ہمارے پاس اسی قسم کے دلائل ہیں۔ متواتر روایات ہیں۔''

شیخ جمال الدین الاردبیلی الشافعی نے اپنی کتاب ''الانوار فی اعمال الابرار'' میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے کتاب ''الاعتقاد'' میں لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں جیسے شہداء۔ ان میں سے بہت سے بلند اقبال حضرات آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف

ہوئے۔ آپ ﷺ نے نماز میں ان کی امامت بھی کرائی۔ آپ ﷺ نے انہیں کچھ بتایا۔ آپ ﷺ کی خبر سچی نکلی۔ ہمارا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارا درود شریف آپ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ رب تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسامِ مطہرہ کو کھائے۔"

امام القرطبی نے التذکرہ میں الصعقہ کی حدیث میں اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ موت فناء ہو جانے کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیائے کرام قتل ہوئے۔ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ مسرور وشاداں ہوتے ہیں۔ یہ دنیا میں زندوں کے اوصاف ہیں۔ جب یہ شہداء کی کیفیت ہے تو انبیائے کرام اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے کہ زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام نہیں کھاتی۔ آپ ﷺ انبیاء کرام کے ساتھ شبِ معراج میں بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ آسمانوں پر ان سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اپنی قبرِ انور میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے بتایا ہے کہ آپ سلام کرنے والے کو جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ ان دلائل سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی موت اس طرف راجح ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہوتے ہیں۔ زندہ ہوتے ہیں۔ یہ حال میں ملائکہ کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے مگر اولیاء کرام میں سے جسے اس کرامت کے ساتھ مختص فرما دے۔"

الاستاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ یہ شوافع کے شیخ ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔ آپ ﷺ اپنی امت کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں گناہ گاروں کے گناہوں سے غمزدہ ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی امت میں سے جو بھی آپ ﷺ پر درود پاک پڑھتا ہے وہ آپ ﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "انبیاء کرام بوسیدہ نہیں ہوتے نہ ہی زمین ان کے اجسام میں سے کچھ کھاتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا اپنے

زمانہ میں وصال ہو چکا تھا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آپ نے انہیں ان کی قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔'' معراج کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے انہیں آسمان پر دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ جب یہ اصل ہمارے لیے صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ اپنی نبوت پر ہیں۔''

سیدی عفیف الدین الیافعی نے لکھا ہے کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لیے ایسے احوال لوٹا دیے جاتے ہیں جن میں وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھتے ہیں وہ زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں۔ جیسے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ان کی قبر انور میں دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ امر طے ہے کہ جو امور انبیائے کرام کے لیے بطور معجزہ جائز ہیں وہ ان کی امم کے اولیاء کرام کے لیے بطور کرامت جائز ہیں مگر اس جگہ چیلنج شرط نہیں ہے۔ حیات الانبیاء کا انکار صرف جاہل ہی کرتا ہے علماء کرام کی نصوص حیات الانبیاء کے بارے میں ان گنت ہیں۔ ہمارے لیے یہی مقدار کافی ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت اوس الثقفی سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے ایام میں سے افضل دن یوم الجمعہ ہے۔ اس روز مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ پر ہمارا درود و سلام کیسے پیش ہو گا، حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسادِ مطہرہ کو کھائے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی مجھے سلام عرض کرتا ہے تو رب تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔ ابویعلیٰ نے یہ سند اس طرح لکھی ہے:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علي، حدثنا يحيى بن ابي بكير، حدثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج، ابن عدی نے یہ اضافہ کیا ہے: ''ابن اسود عن

ثابت البنانی"

حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ ابوجہم الازرق صدوق ہیں۔ان کا حال بہت اچھا تھا۔ یحییٰ بن ابی بکیر امام بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔المستلم بن سعید کو امام احمد نے شیخ ثقہ لکھا ہے۔امام نسائی نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔حافظ نے لکھا ہے صدوق اور عابد تھے۔کبھی انہیں وہم ہو جاتا تھا۔ان کے شیخ حجاج تھے۔حافظ عبدالغنی بن سعید نے الایضاح میں لکھا ہے مشکل حجاج بن حجاج کی ہے۔ یہ وہی حجاج الاسود ہیں جن سے جعفر بن سلیمان نے روایت کیا ہے۔مستلم بن سعید ہی حجاج باہلی ہیں۔یہی بن حجاج ہیں۔یہی حجاج الاحول ہیں یہ حجاج شہد کا مشکیزہ تھے۔انہی کے متعلق امام احمد نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ابو حاتم نے انہیں "الثقات" میں ثقہ کہا ہے صدوق کہا ہے حافظ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کے متعلق تو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

حافظ عبدالغنی بن سعید نے یہ سند بیان کی ہے:

حدثنا ابراهيم بن علي الجبائي، حدثنا يحيى بن محمد بن ساعدة حدثنا عبد الله بن محمد بن يحيى بن بكير حدثنا يحيى بن بكير به۔

ابن عدی نے یہ سند بیان کی ہے:

حدثنا قسطنطين بن عبد الله الرومي حدثنا حسن بن عرفة، حدثني الحسن بن قتيبة المدائني حدثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج بن الاسود عن ثابت البناني عن انس رضي الله عنه۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز ادا کرتے ہیں۔"

ابویعلیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں نے

حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔ اگر انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں انہیں سلام کا جواب ضرور دوں گا۔" محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کرنے کے لیے مدینہ طیبہ سے گزریں گے۔ اگر انہوں نے مجھ پر سلام بھیجا تو میں انہیں سلام کا جواب دوں گا۔"

ابن نجار نے حضرت ابراہیم بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی سال حج کیا۔ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ میں آپ ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ میں نے حجرہ مقدسہ کے اندر سے آواز سنی "وعلیك السلام" علامہ بازری نے التوثیق میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان بن سُحیم نے فرمایا: "میں نے نیند میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! امت کے جو افراد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کو سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ﷺ ان کا سلام جانتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔"

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے الحرّہ کی راتوں میں خود کو دیکھا۔ میرے علاوہ مسجد نبوی میں اور کوئی نہ تھا۔ جب بھی اذان کا وقت آتا میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا۔"

زبیر بن بکار کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا۔ یہ حرہ کے ایام تھے حتیٰ کہ لوگ واپس آ گئے۔" ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے حرہ کے ایام میں لوگوں کو لازم پکڑا۔ لوگ باہم قتال کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "جب نماز کا وقت آتا تو میں اذان کی آواز سنتا جو قبر انور سے آ رہی ہوتی تھی۔" دارمی نے حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایام حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہو سکی نہ ہی اقامت ہو سکی۔ حضرت سعید بن مسیب مسجد نبوی میں رہے۔ وہ نماز کا وقت اس آواز سے جانتے تھے جو

وہ آپ ﷺ کی قبرِ انور سے سنتے تھے۔"

ابن ماجہ نے جید اسناد سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص بھی درود و سلام پڑھے گا تو جب وہ فارغ ہو جائے گا تو اس کا درود و سلام مجھے پیش کر دیا جائے گا۔" میں نے عرض کی: "آپ کے وصال کے بعد بھی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔" ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ اسے قبر میں رزق دیا جاتا ہے۔"

طبرانی نے ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے: "جو شخص بھی مجھ پر درود و سلام پڑھے۔ اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔" اس روایت کی سند ثقہ ہے، لیکن یہ روایت منقطع ہے۔"

امام بیہقی نے "الشعب" میں الاصبہانی نے الترغیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو میری قبرِ انور کے پاس درود شریف پڑھتا ہے میں اس کی آواز خود سنتا ہوں۔ جو دور سے مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔" امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رب تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے اسے خلائق کی سماعت عطا کی ہے۔ وہ میری قبر پر کھڑا ہے۔ جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے وہ اسے مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔"

امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام میں اور اصبہانی نے "الترغیب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک کے دن یا رات کو مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر حاجتیں آخرت میں اور تیس حاجتیں دنیا میں پوری کرے گا۔ رب تعالیٰ نے اس کے لیے ایک فرشتہ کو موکل بنا رکھا ہے۔ وہ درودِ پاک لے کر میری قبرِ انور

میں داخل ہوگا۔ جیسے کوئی تمہارے پاس تحائف لے کر آتا ہے۔ میرے وصال کے بعد میرا علم اسی طرح ہوگا جیسے میری حیات طیبہ میں میرا علم ہے۔" امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ مجھے بتائے گا کہ میرے وصال کے بعد کس نے مجھ پر درود شریف پڑھا۔ وہ اس کا نام اور نسب بھی مجھے بتاتا ہے اور اسے میرے پاس سفید صحیفہ میں رقم کر دیتا ہے۔" امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "انبیائے کرام علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبور میں نہیں چھوڑا جاتا، بلکہ وہ رب تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونک دیا جائے گا۔" امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اسی قدر نماز پڑھتے ہیں، پھر وہ رب تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت ثوری نے اپنی "جامع" میں تحریر کیا ہے کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کوئی نبی بھی اپنی قبر انور میں چالیس صبحوں سے زیادہ نہیں رہتا، حتیٰ کہ اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔" اس روایت کو امام عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں، ثوری نے حضرت ابو المقدام سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ زرکشی نے لکھا ہے کہ ابو مقدام ثابت بن ہرمز ایک صالح بزرگ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا نام اہریمز بھی بتایا جاتا ہے۔ ابن المدینی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابو داؤد، نسائی، یعقوب اور ابن سفیان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ حافظ نے التقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن القطان نے کہا ہے کہ میں نے دارقطنی کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے انہیں ضعیف کہا ہو۔ یہ بات رائے کے اعتبار سے نہیں کہی جا سکتی۔ ابو الشیخ نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن احمد سے اور انہوں نے حسن بن صباح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے وصیت نہ کی اسے مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مردے کلام کرتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! وہ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔"

ابن حبان نے "المجروحین" میں حسن بن یحییٰ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نبی کا بھی وصال ہوا ہے۔ اسے اس کی قبر

انور میں چالیس صبحیں رکھا جاتا ہے، پھر اس کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔" اس حسن کو اکثر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ رحیم نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔"

ابو حاتم نے انہیں صدوق لکھا ہے لیکن ان کا حافظہ اچھا نہ تھا۔ ابن معین نے ابن ابی مریم کی روایت میں انہیں ثقہ لکھا ہے۔ ابو داؤد نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ الشیخ نے موضوعات ابن جوزی کی تہذیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ جس سے یہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے: "اسی طرح وہ دیگر زندہ لوگوں کی مانند ہو جاتے ہیں اور اس مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں فائز فرمایا ہوتا ہے۔

تنبیہات

۱۔ السید نور الدین السمہودی نے تاریخ المدینۃ میں لکھا ہے: "اگر وہ صحیح ہے جو حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے تو پھر آپ ﷺ کا اپنی قبر انور کے ساتھ خصوصی تعلق اور نسبت ہے، جبکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اس وصف سے متصف ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وصف آپ کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قطعی قائم ہو جائے۔ جس کی خبر حضرت ابن مسیب نے دی ہے کہ وہ ایام الحرہ میں آپ کی قبر انور سے اذان اور اقامت سنتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے محاصرہ کے زمانہ میں فرمایا تھا: میں اپنے دار ہجرت اور حضور اکرم ﷺ کے پڑوس سے جدا نہ ہوں گا۔"

ابن عساکر نے جید سند سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے شام کی سرزمین پر داریا کو اپنا مسکن بنا لیا۔ انہوں نے خواب میں حضور سید والا ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: "بلال! یہ کیسی جفا ہے؟ کیا تم میری زیارت کے لیے نہیں آؤ گے؟" وہ غمزدہ اور خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھے۔ اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ قبر انور پر حاضر ہوئے۔ رونے لگے۔ چہرہ پر خاکِ پاک ملنے لگے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ وہ انہیں اپنے ساتھ چمٹانے لگے اور ان کے بوسے لینے لگے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم چاہتے ہیں ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ حضور اکرم ﷺ کی

حیاتِ طیبہ میں مسجد نبوی میں دیا کرتے تھے۔" وہ مسجد کے اوپر چڑھے۔ اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جہاں حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔ جب انہوں نے "اللہ اکبر" کہا تو مدینہ طیبہ لرز اٹھا۔ جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اس کے لرزہ میں اضافہ ہو گیا۔ جب انہوں نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو پردہ نشیں خواتین پردوں سے نکل آئیں۔ لوگوں نے کہا: "کیا حضور اکرم ﷺ کو پھر اس جہانِ رنگ و بو میں بھیج دیا گیا ہے۔" لوگ جتنے اس دن روئے حضور اکرم ﷺ کے بعد انہیں اس قدر روتے ہوئے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔"

امام علامہ جمال الدین محمود بن جملہ نے تحریر کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد حیات تامہ سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ کی یہ حیات طیبہ ابھی تک برقرار ہے یہ تا حشر برقرار رہے گی۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ اس میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ بہت سے امور اس کی دلیل ہیں۔

ا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران، ۱۶۹)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیے جاتے ہیں۔

یہ آیت طیبہ تین اعتبار سے اس امر پر دلالت کرتی ہے۔

ا۔ برزخ میں حیاتِ طیبہ امت کے شہداء میں سے ہر ایک کو حاصل ہے۔ شہداء کو یہ فضیلت ان لوگوں پر حاصل ہے جو شہداء نہیں ہیں۔ وہ ان سے افضل ہیں جنہیں یہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ امت میں سے کوئی بھی شخص نہیں جو درجہ میں، ثواب کی اکملیت میں اور احسن حالات میں آپ ﷺ کے درجہ سے افضل ہو۔

۲۔ جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہوئے وہ شہادت کی وجہ سے اس رتبہ کے مستحق بنے جبکہ آپ ﷺ کو اتم اور اکمل وجوہ سے شہادت بھی حاصل ہے، کیونکہ شہید کو شہید اسی لیے کہتے

ہیں کہ یا تو وہ موت کی شہادت دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی شہادت دیتا ہے یا روزِ حشر لوگوں پر شہادت دے گا، یا رب تعالیٰ کے ثواب کا مشاہدہ کرتا ہے یا اس کے فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ رتبہ امت کے رتبہ سے اکمل اور اعلیٰ ہے رب تعالیٰ کے لیے شہادت اور لوگوں پر آپ ﷺ کی شہادت سب سے بلند و برتر ہے۔ آپ ﷺ نے تو شہداء کی بھی شہادت دی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا رسول تم پر گواہ ہو)

اگر کوئی وہم کرنے والا یہ وہم کرے کہ یہ تو راہِ خدا میں مقتول کے خصائص ہیں۔ ہم نے آپ ﷺ کے وصال کے ابواب میں ذکر کر دیا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے نبوت کے ساتھ شہادت کو بھی پسند فرمایا ہے۔"

حافظ عبدالغنی المقدسی الحنبلی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: "تم نے سوال کیا ہے رب تعالیٰ ہم پر احسان کرے اور تمہیں توفیق عطا کرے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی، سیدنا المصطفیٰ المرتضیٰ سید الخلق ﷺ کی اپنے مرسلین عظام اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز کو کیسے پسند کر لیا اور کیسے راضی ہو گیا۔ کیا انہوں نے اپنے اجسام کے ساتھ نماز ادا کی تھی یا ارواح کے ساتھ؟ جان لو۔ رب تعالیٰ تم پر رحم کرے اہل حق کا موقف یہ ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی سنت پاک کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی معراج پاک آپ ﷺ کے جسم اطہر اور روحِ اقدس کے ساتھ عالمِ بیداری میں تھی۔ عالم نیند میں نہ تھی۔ قرآن پاک میں یہی وارد ہے۔ صحیح روایت میں اسی کا تذکرہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الاسراء:۱)

ترجمہ: (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے۔

اس کے متعلق صحیح روایات متواتر ہیں۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ ابوداؤد، نسائی اور ایک جماعت نے حضرت اوس بن اوس سے روایت نقل کی ہے۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں شب معراج میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔'' یہ اجسام کی صفات ہیں۔ ارواح کی صفات نہیں ہیں۔ ''معراج کے متعلق حسن روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا۔ میں نے انبیائے کرام کو جان لیا۔ کچھ قیام میں تھے۔ کچھ رکوع اور سجدے میں تھے۔'' بہت سی صحیح روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا تھا۔ یہ بھی صحیح روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ جب آپ ﷺ آگے گزرے تو وہ رونے لگے۔ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے حلیے بھی بیان کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے دیکھا گویا کہ وہ شنوءۃ کے مردوں میں سے ہوں۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے دیکھا گویا کہ وہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی ہوں، جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے اس صاحب (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔'' یہ اجسام کے اوصاف ہیں۔ ارواح کی صفات نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب رب تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کیں، تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''میں آپ ﷺ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ میں نے بنو اسرائیل کو خوب پرکھا ہے۔ آپ ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے حریم ناز میں جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔'' انہوں نے بار بار اسی طرح کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ یہ محال ہے کہ یہ خطاب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے جسم اطہر کو چھوڑ کر روح کی طرف سے ہو۔ اس کا قائل نقل اور عقل کی مخالفت کرنے والا ہے۔ ہم یہ موقف تسلیم نہیں کرتے کہ آپ ﷺ نے انبیائے کرام کے اجسام اطہر دیکھے۔ ان کے حلیے بیان کیے۔ ان سے مخاطب ہوئے۔

انہوں نے آپ ﷺ سے شرفِ ہم کلامی حاصل کیا۔ پھر انہوں نے اجسام کے بغیر صرف ارواح کے ساتھ نماز ادا کی لغت میں الصلاۃ کا معنی دعا ہے۔ ارواح کا قیام، قعود اور قرأت کا نہ ادراک ہو سکتا ہے نہ ہی معقول ہے نہ ہی منقول ہے۔ بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص اور رسولِ محترم ﷺ کو اپنی مخلوق میں سے منتخب کر لیا۔"

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ ﷺ نے انہیں بیت المقدس میں کیسے نماز پڑھائی پھر انہیں آسمانوں پر دیکھا؟ ہم رب تعالیٰ کی توفیق سے اس کا جواب یہ دیتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر آسمانوں تک، پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پھر قاب قوسین او ادنیٰ تک سیر کرائی۔ وہ صبح سے قبل آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ لے آیا۔ اسی ذات بابرکات نے آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام کی زیارت کرائی جیسے اس نے چاہا۔ انہیں آپ ﷺ کے لیے جہاں چاہا جمع فرمایا۔ وہ ذات برکات پاک ہے جس کی قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اس کی عظمت کی انتہاء ہے نہ ہی اس کی عظمت کا ادراک ہو سکتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ وہ سمیع اور بصیر ہے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے نور نظر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ شیر خوارگی کے عالم میں ان کا وصال ہوا۔ دو دایاں ہیں جو جنت میں ان کی رضاعت کی تکمیل کریں گی۔"

اس حدیث پاک کی وجہ دلالت ظاہر ہے۔ رضاعت کی تکمیل دنیا میں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے نور نظر کی عزت و کرامت کا کیا حال ہے؟ تو پھر آپ ﷺ کے حق میں حیاتِ طیبہ کا اثبات زیادہ اولیٰ ہے۔" ابو داود الطیالسی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں اس کے لیے ایک دایہ ہے۔" اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہ سابقہ احادیث سے تمہارے لیے حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ عیاں ہو چکی ہو گی۔ اللہ رب العزت نے شہداء کے متعلق فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیے جاتے ہیں۔

انبیائے کرام اس حیات طیبہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کا مقام و منصب شہداء سے زیادہ جلیل اور عظیم ہے۔ سوائے چند انبیائے کرام کے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت بھی عطا کی ہے۔ وہ آیت طیبہ کے الفاظ کی عمومیت میں شامل ہیں۔ نص قرآنی سے ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں بحیات ہیں، یا تو عموم لفظ سے یا مفہوم موافقت سے۔"

۲- اگر کہا جائے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "مگر اللہ رب العزت میری طرف روح کو لوٹا دیتا ہے۔" اس کا تقاضا ہے کہ بعض اوقات روح مبارک جسد اطہر سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے آپ ﷺ کا ہمیشہ زندہ ہونا لازم نہیں آتا۔"

شیخ، امام، علامہ علاؤ الدین القونوی الشافعی نے "آداب البحث" میں لکھا ہے "اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا وصال ہوا اور سب سے پہلے جس نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ اس کے سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک کو لوٹا دیا گیا، پھر یا تو یہ کہا جائے کہ اس کے بعد آپ ﷺ کی حیات طیبہ تسلسل کے ساتھ ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسم اطہر میں موجود ہے جیسے کہ وہ پہلے تھی۔ یہی مدعی ہے۔ اس سے بھی احسن جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ استثناء "الا" کے بعد "قد" کا لفظ مقدر مانا جائے تا کہ اس کا یہ مفہوم بن جائے "جو بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے مگر رب تعالیٰ میری روح پاک کو میری طرف لوٹا دیتا تھا۔" اسی طرح کا ایک جواب امام بیہقی نے بھی دیا ہے۔ اسی جواب کو یقین کے ساتھ امام علامہ جمال الدین محمود بن جملہ، خطیب جامع الاموی نے "کتاب الصلاۃ علی النبی" میں ذکر کیا ہے۔ ایک جلیل تصنیف ہے، مگر ہمارے شیخ اس سے آگاہ نہ ہوئے۔ شیخ نے اس کی وضاحت امام بیہقی کے کلام سے آگاہ ہونے سے قبل اپنے فتاویٰ میں کر دی تھی۔ آپ کا فرمان "ردّ اللہ تعالیٰ" حالیہ جملہ ہے۔ عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ حال کا جملہ جب فعل ماضی ہو، تو اس میں قد مقدر مان لیا جائے گا۔ جیسے رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَوۡ جَآءُوۡكُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُهُمۡ (النساء: ۹۰)

ترجمہ: یا آگئے ہوں تمہارے پاس اس حال میں کہ تنگ ہو چکے ہوں ان کے سینے۔

ای قد حصرت۔ اسی طرح یہاں بھی جملۂ ماضیہ مقدر مانا جائے گا، جو سلام سے قبل ہو۔ وہ سلام جو ہر ایک کی طرف سے واقع ہو۔ "حتیٰ" اس جگہ تعلیل کے لیے نہیں ہے، بلکہ مجرد حرف عطف ہے جو "واؤ" کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوگا۔ "جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے سلام سے قبل میری روح لوٹا چکا ہوتا ہے، اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔" اشکال اس ظن سے پیدا ہوتا ہے کہ جملہ "ردّ اللہ" حال یا استقبال کے معنی میں ہے۔ نیز یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ حتیٰ تعلیلیہ ہے۔ یہ اس طرح نہیں ہے، جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے اس سے یہ اشکال اصل سے ہی اٹھ گیا۔" پھر فرمایا:

"پھر میں نے یہ حدیث پاک امام بیہقی کی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں بھی دیکھی وہاں "الا و قد رد اللہ علیّ روحی" کے الفاظ تھے۔ اس میں لفظ "قد" صراحت کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے اسقاط کی روایت کو اس کے مضمر ہونے پر محمول کیا جائے گا۔ اس کا حذف راویوں کے تصرف سے ہوگا۔ حدیث پاک کی مراد یہ بتلانا ہوگا کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسم اطہر میں لوٹا دیا ہے آپ ﷺ کو حیاتِ ابدی حاصل ہو گئی ہے۔ اگر کوئی آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب سے مشرف فرماتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ حیاتِ طیبہ رکھتے ہیں۔ یہ حدیث پاک ان احادیث مبارکہ کی مؤید بن گئی جو قبر انور میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ معنی کے اعتبار سے بھی ان کی تائید کرتی ہے کہ اگر یہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو مسلمانوں کے تکرار سے اس کا تکرار بھی لازم آتا ہے۔ رد کے تکرار سے مفارقت کا تکرار لازم آتا ہے۔ مفارقت کے تکرار سے دو قابل احتیاط امور لازم آتے ہیں۔

۱- جسم اطہر سے بار بار روح مبارک نکلنے سے جسم اطہر کو درد یا تکرار کے خوف سے کچھ ڈر ہونا اگرچہ درد نہ ہو۔

۲- یہ امر سارے لوگوں کے مخالف ہے خواہ وہ شہداء ہوں یا دوسرے لوگ، کیونکہ یہ کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں کہ اس کی روح کی مفارقت کا تکرار ہو اور وہ برزخ کی

طرف لوٹ جاتی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مرتبت کے اعتبار سے سب سے بلند ترین ہیں وہ استمرار کے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک تیسرا قابل احتیاط امر بھی ہے۔ وہ قرآن مجید کی مخالفت ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ صرف ایک موت اور دو زندگیاں ہیں۔ اس تکرار سے بہت سی اموات لازم آتی ہیں جو کہ باطل ہے۔''

پھر علامہ القونوی نے لکھا ہے کہ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے عرض کرنے والے سلام کے وقت روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے قبض کر لیا جاتا ہے۔ جب دوسرا شخص سلام عرض کرتا ہے تو اسے لوٹا دیا جاتا ہے۔ جب سلام عرض کرنے والے سلام عرض کرتے ہیں تو اسی طرح ہوتا ہے، لیکن یہ کسی کا قول نہیں ہے۔ نہ ہی ایسا اعتقاد رکھنا روا ہے۔ یہ ان گنت اموات کی طرف لے جاتا ہے۔ اور ان گنت بار روح مبارک کو لوٹانے کی طرف لے جاتا ہے۔ ہر نمازی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نماز میں ایک بار یا دو بار درود شریف پڑھتا ہے۔ غیر نمازی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے۔ ان کے سلام عرض کرنے کے اوقات مختلف ہوتے ہیں۔ ساعات میں ہر ہر ساعت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض ہوتا رہتا ہے۔ اس رد کے تکرار سے اس محذور کا تکرار لازم آتا ہے، لہٰذا یہ قول متعین ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو وصال کے بعد ہی ایک بار لوٹا دیا گیا۔ جب پہلے سلام کرنے والے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا ہوتا۔ روزِ حشر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو دوام حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب اسریٰ کے دولہا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو سرخ ٹیلے کے پاس دیکھا وہ اپنی قبر انور میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔''

دوسرا جواب:

امام سبکی نے لکھا ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد معنوی رد مراد ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ پاک مستقل حریم ناز کے مشاہدہ میں اور ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ میں منہمک رہتی ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کیا جاتا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک اس عالم کی طرف توجہ کرتی

ہو اور سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کر لیتے ہوں یا اس کا جواب ارشاد فرماتے ہوں۔

تیسرا جواب:

شیخ نے لکھا ہے کہ الرد کا لفظ کبھی مفارقت کے جدا ہونے پر دلالت نہیں بھی کرتا، بلکہ یہ مطلقاً صیرورت سے کنایہ ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف:۸۹)

ترجمہ: ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں۔

العود سے مراد مطلقاً صیرورت ہے نہ کہ انتقال کے بعد واپس آنا، کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کبھی بھی ان کی ملت سے نہ تھے۔

حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال بہت حسین ہے کیونکہ اس سے اس کے اور آپ ﷺ کے اس فرمان کے مابین مناسبت لفظیہ کی رعایت ہو جاتی ہے "حتی ارد علیه السلام" حدیث پاک کی ابتداء میں لفظ رد حدیث پاک کے آخر میں اس کے تذکرہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔"

۴- شیخ نے کہا ہے "روح مبارک کے رد سے بدن اطہر سے اس کی جدائی کے بعد دوبارہ آ جانا مراد نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ عالم برزخ میں ہیں۔ ملکوت کے احوال میں مشغول ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔ جیسے آپ دنیا میں اس وقت ہوتے تھے جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تھا یا دیگر اوقات میں ہوتا تھا۔ اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مثال علماء کرام کا ان الفاظ کے بارے میں فرمان ہے جو معراج کی بعض احادیث میں وارد ہیں کہ یہ نیند نہ تھی۔ اس سے مراد ان عجائب ملکوت سے افاقہ ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا تھا۔"

میں کہتا ہوں "اس کی مثال حضرت ابو اُسید کے نو زنظر کی روایت میں ہے جب انہیں

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا گیا تاکہ آپ ﷺ انہیں گھٹی دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی مبارک ران پر بٹھالیا۔ آپ ﷺ دیگر صحابہ کرام سے محوگفتگو ہو گئے۔ حضرت ابو اسید نے اپنا نورِ نظر اٹھالیا۔ جب آپ ﷺ توجہ فرما ہوئے تو بچے کو نہ پایا۔ اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے عرض کی: "انہوں نے اسے اٹھا لیا ہے۔" راوی نے آپ ﷺ کے لیے "استیقظ" کا لفظ استعمال کیا۔ "حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں غمزدہ ہو کر واپس آگیا۔ مجھے قرن الثعالب کے مقام پر افاقہ ہوا۔"

۵- شیخ نے کہا ہے: "روح مبارک کو رد کرنے سے استمرار لازم آتا ہے کیونکہ ہر وقت اطرافِ عالم میں کوئی نہ کوئی آپ ﷺ پر درود شریف پڑھ رہا ہوتا ہے۔"

۶- ایک قول یہ ہے کہ پہلے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف یہ وحی کی، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی قبرِ انور میں لگاتار زندہ رہیں گے، لہٰذا ان دو روایات میں تضاد نہ رہا کیونکہ دوسری خبر پہلی سے مؤخر ہے۔

۷- شیخ تاج الدین الفاکہانی نے اپنی تصنیف لطیف "الفجر المنیر فیما فضل به البشیر النذیر" میں لکھا ہے کہ اس جگہ الروح سے مراد النطق (بولنا) ہے۔ یہ مجازی طور پر ہے۔ گویا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ میری گویائی واپس کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ ابدی طور پر زندہ ہیں، لیکن حیاتِ طیبہ سے گویائی لازم نہیں آتا۔ جب بھی کوئی سلام عرض کرتا ہے تو رب تعالیٰ آپ کی گویائی آپ کو واپس کر دیتا ہے۔ اس مجاز کا علاقہ یہ ہے کہ گویائی کو روح کا وجود لازم ہے جیسے روح کے لوازمات میں سے بالفعل اور بالقوۃ گویائی کا وجود لازم ہے۔ آپ ﷺ نے دو لازم اشیاء میں سے ایک کو دوسری سے تعبیر فرمایا۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ روح کا لوٹنا عملاً صرف دو بار ہی ہوگا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ (غافر:11)

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار ہمیں زندہ کیا۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے "ان کے کلام میں دو امر ہیں۔" (۱) انہوں نے اس حدیث پاک کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اسے حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (۲) ان کے کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ برزخ میں آپ ﷺ کا زندہ ہونا بعض اوقات آپ ﷺ کو گفتگو کرنے سے روک دیتا ہے۔ آپ ﷺ کا بولنا اس وقت لوٹا دیا جاتا ہے۔ جب کوئی سلام کرنے والا آپ ﷺ کو سلام پیش کرتا ہے۔ یہ بہت بعید ہے بلکہ ممنوع ہے۔ عقل ونقل اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ جہاں تک نقل کا تعلق ہے کہ وہ روایات جن میں برزخ میں آپ ﷺ کے حالات اور انبیاءِ کرام کے حالات کا تذکرہ ہے ان میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ جیسے چاہتے ہیں گفتگو کرتے ہیں۔ انہیں کسی چیز سے روکا نہیں جاتا، بلکہ سارے اہلِ ایمان اور شہداء وغیرہ اسی طرح ہیں۔ وہ برزخ میں گفتگو کرتے ہیں۔ جیسے چاہتے ہیں۔ برزخ میں صرف اسے گفتگو کرنے سے روک دیا جاتا ہے جو وصیت کے بغیر مرا ہو۔"

ابوشیخ ابن حبان نے کتاب "الوصایا" میں حضرت قیس بن قبیصہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو وصیت نہیں کرتا اسے مردوں کے ساتھ کلام کرنے کا اذن نہیں ملتا۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مردے گفتگو کرتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں!"

امام سبکی نے فرمایا ہے: "انبیائے کرام اور شہدائے عظام کی قبر میں حیات طیبہ اسی طرح ہوتی ہے جیسے ان کی دنیا میں زندگی ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا قبرِ انور میں نماز ادا کرنا اسی کی تائید کرتا ہے۔ نماز عمدہ جسم کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح معراج کی روایت میں انبیائے کرام کی جتنی صفات مذکور ہیں وہ ساری اجسام کی صفات ہیں۔ جب اجسام کے ساتھ حیات حقیقیہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں اسی طرح کھانے پینے کی احتیاج ہو جیسے انہیں دنیا میں تھی، لیکن حرکات جیسے علم، سماعت وغیرہ میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ان کے لیے اور سب مرنے والے کے لیے ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں تک عقل کے اعتبار سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات گفتگو سے روک دینا حصر اور عذاب کی وجہ سے ہوتا

ہے۔ اسی لیے اس سے وصیت کو ترک کرنے والے کو عذاب دیا جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات اس سے منزہ و مطہر ہے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ پر کسی قسم کی رکاوٹ یا قید طاری نہیں ہوسکتی جیسے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں سیدہ طیبہ طاہرہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ''آج کے بعد آپ ﷺ کے والد گرامی (ﷺ) کو کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جب شہداء اور امت مرحومہ کے سارے اہل ایمان سوائے ان کے جنہیں استثناء حاصل ہے گفتگو سے روک کر انہیں محصور نہیں کیا جا سکتا تو آپ ﷺ کو کیسے اس سے روکا جا سکتا ہے؟

فائدہ:

جس حدیث پاک پر ہم نے بحث کی ہے۔ وہ امام بیہقی کی روایت ہے۔ ابوداود کے الفاظ یہ ہیں: "الا رد الله علی" امام بیہقی کی روایت زیادہ لطیف اور مناسب ہے کیونکہ دونوں تعدیہ میں لطیف فرق ہے۔ ''رد'' ''علی'' سے متعدی کرنا اہانت کے لیے اور ''الی'' سے متعدی کرنا ''اکرام'' کے لیے ہوتا ہے۔''

''الصحاح'' میں ہے ''ردّ علیہ الشیٔ'' جب کہ وہ اسے قبول نہ کرے۔ جب وہ اس میں خطاء کرے تو تم کہو: "ردّ الی منزلہ و ردّ الیہ جوابا ای رجع"

امام راغب نے لکھا ہے کہ پہلی قسم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں:

یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آلِ عمران:۱۴۹)

ترجمہ: وہ تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے۔

وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا (الانعام:۷۱)

ترجمہ: (کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں گے۔

دوسری قسم میں رب تعالیٰ کے یہ فرامین آتے ہیں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ (القصص:۱۳)

ترجمہ: ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔

وَّلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ۝ (الکھف:۳۶)

ترجمہ: بفرضِ محال اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا یقیناً میں پاؤں گا اس سے بہتر پلٹنے کی جگہ۔

ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ (التوبۃ:۹۴)

ترجمہ: پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔

ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ‌ؕ (الانعام:۶۲)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے۔

الشیخ نے اس کے بہت سے جوابات لکھے ہیں، جو پڑھنا چاہیے تو ان کے فتاویٰ کی طرف رجوع کرے، میں کہتا ہوں: "قوی ترین جواب پہلا ہے۔ تیسرے اور چوتھے جواب میں نکتہ آفرینی ہے۔

۳۔ یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہوں تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں محصور یا مقید ہوں کیونکہ ہم کہتے ہیں "مومن کی قبر انور کو تاحدِ نگاہ کھلا کر دیا جائے گا حضور اکرم ﷺ کی کیفیت کیا ہوگی؟"

۴۔ اگر کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوں اور رب تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد انہیں زندہ کیا ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ صور پھونکتے وقت انہیں دوسری دفعہ موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہیں غیر کے علاوہ دوسری دفعہ وفات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ امام حافظ صلاح الدین العلائی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں جواب دیا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا۔ سارے آسمانوں اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ بلاشبہ غیر انبیاء کا بے ہوش ہونا موت کی وجہ سے ہوگا، جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا بے ہوش ہونا غشی کی وجہ سے ہوگا۔ یہ استشعار کا زوال ہوگا۔ دوسروں کی طرح موت نہ ہوگی، تاکہ ان کا دو بار وفات پانا لازم نہ آئے۔" اس موقف کو امام بیہقی اور امام قرطبی وغیرہما نے

پسند کیا ہے کہ اس روز ان کا بے ہوش ہونا وفات کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ غشی وغیرہ کے اعتبار سے ہوگا۔"

اس موقف کے صحیح ہونے پر آپ ﷺ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔"لوگ روزِ حشر بے ہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے مجھے افاقہ ملے گا۔ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ وہ عرش کے پایہ کو پکڑے ہوں گے۔ مجھے علم نہیں کہ مجھ سے قبل انہیں افاقہ ہو گیا یا طور پر بے ہوش ہونے کی انہیں جزاء مل گئی۔ وہ مجھ سے پہلے زندہ نہ تھے۔" اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تیسری دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ اٹھنے کے لیے صور ہوگا تو جو بے ہوش ہوگا اسے افاقہ مل جائے گا، جو مردہ ہوگا وہ زندہ ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی یہی کیفیت ہوگی اس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ ان پر صرف غشی طاری ہوگی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دیا ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ کو افاقہ ہوگا۔ آپ ﷺ سارے انبیاء وغیرہم سے قبل قبر انور سے باہر نکلیں گے۔ سوائے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ آپ ﷺ کو تردد یہ ہوگا کہ کیا وہ آپ ﷺ سے پہلے اٹھ گئے یا وہ اسی حالت پر باقی رہے جو ان کی صور پھونکنے سے پہلے کی تھی۔" علامہ علائی نے لکھا ہے کہ یہ وجہ ساری وجوہات سے اقوی ہے حدیث پاک سے اسی کو تقویت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح نہیں ہے۔"

آپ ﷺ کا اور دیگر انبیائے کرام کا قبور مبارکہ میں نماز ادا کرنا

امام جلال الدین اردبیلی نے "الانوار" میں، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں یوسف بن عطیہ سے، انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ثابت کو سنا وہ حضرت حمید الطویل سے کہہ رہے تھے کیا قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نماز ادا

کرتا ہے؟" انہوں نے کہا: "نہیں"۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ شب معراج کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی قبر انور میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔" ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس سے گزرے۔ وہ اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔"

تنبیہات

۱- علامہ ابن جملہ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی حیات طیبہ کے اثبات کے متعلق یہ حدیث صراحت سے دلالت کر رہی ہے۔ آپ ﷺ نے بیان کیا کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ کھڑے تھے۔ یہ اوصاف صرف روح کے نہیں ہیں۔ یہ روح مع الجسم کے اوصاف ہیں۔ نمازی اس وقت ہی کھڑا ہو سکتا ہے جب اس کی روح اس کی طرف لوٹ آئے۔ یہ بہت بڑی کرامت اور عزت ہے۔ ان کی قبر انور کو وسیع کر دیا گیا۔ وہ وفات کے متصل بعد عبادت میں مصروف ہو گئے۔ یہ روایت آنکھوں دیکھی ہے کیونکہ اہل السنۃ کا مؤقف ہے کہ معراج جسم اقدس کے ساتھ تھی۔ اگر یہ روح کے ساتھ بھی ہو تو انبیاء کرام کے خواب سچ ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔

۲- اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز اعمال دنیا میں سے ہے وہ شخص نماز کیسے ادا کر سکتا ہے جو دنیا سے جدا ہو گیا ہو۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس جگہ نماز کا معنی دعا اور ذکر ہے۔ یہ آخرت کے اعمال میں سے ہیں۔

۳- ابن ابی بشر نے حضرت شیبان بن جسر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان افراد میں موجود تھا جنہوں نے حضرت ثابت بنانی کو ان کی قبر میں داخل کیا تھا۔ میں نے اینٹ اٹھائی تاکہ اسے درست کروں۔ مجھے وہاں قبر نظر آئی۔ اس میں حضرت ثابت نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے

وہ اینٹ اسی جگہ لگا دی۔ میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ حضرت ثابت اپنے رب تعالیٰ سے کیا سوال کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "وہ یہ دعا مانگتے تھے: "مولا! اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا کرتا ہے تو مجھے یہ توفیق بخش دے۔" یہ حکایت کئی اسناد سے مروی ہے۔ واللہ اعلم

آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

امام احمد، نسائی، ابن حبان اور طبرانی نے الکبیر میں، ابوالشیخ نے "العظمۃ" میں، بزار نے صحیح سند سے، ابونعیم نے الحلیہ میں، حاکم اور بیہقی نے "الشعب" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جو میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔"

دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مجھ پر درود شریف پڑھو تو اچھے انداز سے پڑھو۔ تم نہیں جانتے کہ اسے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تم یوں عرض کیا کرو:

اللھم اجعل صلواتك و بركاتك على سيد المرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين عبدك و رسولك امام الخير و قائد الخير و امام الرحمةِ اللھم ابعثه المقام المحمود الذى يغبطه به الاولون والآخرون۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ معروف یہ ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ ابن ماجہ اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے اسی دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو بھی درودِ پاک پڑھتا ہے اس کا درودِ پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ

کے وصال کے بعد بھی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد بھی۔ رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے۔"

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ میری قبر کو عید نہ بنانا۔ تم مجھ پر درود پاک پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ تک پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔" امام احمد نے اپنی مسند میں، ابن ابی عاصم نے "الصلاۃ لہ" میں امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء اور شعب الایمان میں، ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں، حاکم (انہوں نے امام بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے) نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے ایام میں سے افضل یوم الجمعۃ ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اسی روز ان کا وصال ہوا۔ اسی روز نفخہ ہوگا۔ اسی روز صدقہ ہے۔ اسی روز مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ پر ہمارا درود پاک کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟" آپ ﷺ نے فرمایا:

"رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔"

آپ ﷺ کے ترکہ کا حکم

امام احمد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی وراثت نہ چلے گی۔ آپ ﷺ کی میراث فقراء اور مساکین کے لیے ہوگی۔ ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میرے بعد وراثت کا ایک دینار بھی تقسیم نہ ہوگا۔ میں اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے خرچہ اور اپنے عامل کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑ کر جاؤں گا وہ صدقہ ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن غریب روایت لکھی ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔" امام احمد، امام مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرات عمر، عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے، امام مالک، امام احمد اور شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" امام احمد، شیخین، عرنی، ابوداؤد اور نسائی نے تحریر کیا ہے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آلِ محمد ﷺ اسی مال سے کھائیں گے۔"

ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ مال آلِ محمد (ﷺ) کے مصائب کے لیے ہے۔ ان کے مہمانوں کے لیے ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے تو یہ میرے بعد ولی الامر (خلیفہ) کے حوالے ہوگا۔"

ابن سعد، امام احمد، شیخین، ابوداؤد، نسائی، ابن الجارود، ابوعوانہ، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے ان سے حضورِ اکرم ﷺ کی وراثت کے بارے کہا۔ یہ اس مال کے متعلق پیغام تھا جو رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم ﷺ کو بطور مالِ فئے عطا کیا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کا وہ صدقہ (مال) طلب کیا جو مدینہ طیبہ میں، فدک میں اور خیبر کے خمس میں سے کچھ باقی تھا۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: "حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آلِ محمد (ﷺ) اسی مال سے کھائیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کے مال سے۔ یہ ان کے لیے روا نہیں کہ وہ کھانے سے کچھ اضافہ کریں۔ بخدا! میں آپ ﷺ کے صدقہ کے مال میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کروں گا۔ یہ اسی طرح ہوگا جیسے آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ہوتا تھا۔ میں اس میں اسی طرح عمل کروں گا جیسے حضورِ اکرم ﷺ اس میں عمل پیرا ہوتے تھے۔"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کچھ بھی نہ کیا۔ حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اس کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے غصے میں ہو گئیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی قرابت مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اپنی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں، لیکن جو امر میرے اور تمہارے مابین ان اموال کے لیے پھوٹا ہے میں اس میں حق سے انحراف نہ کروں گا۔ میں اس میں کسی ایسے امر کو ترک نہ کروں گا جسے میں نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو کہ آپ ﷺ اس میں کرتے تھے۔ میں بھی اسی طرح کروں گا جیسے آپ ﷺ کرتے تھے۔“ ابن سعد نے ثقہ راویوں سے۔ سوائے واقدی کے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ اسی روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ دوسرے روز سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں۔ ان کے ہمراہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ سے میری وراثت۔“ انہوں نے پوچھا: ”وراثت میں سے یا غیر منقولہ جائیداد میں سے۔“ انہوں نے فرمایا: ”فدک، خیبر اور مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کے صدقات۔ میں ان کی اسی طرح وارث ہوں جیسے تمہاری نورانِ نظر وارث بنیں گی جب تم وصال کر جاؤ گے۔“ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بخدا آپ کے والد گرامی (ﷺ) مجھ سے بہتر ہیں اور آپ بخدا! میری بیٹیوں سے بہتر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ”ہماری وراثت نہیں چلتی، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اگر آپ کو علم ہے کہ آپ کے والد محترم (ﷺ) نے یہ باغات آپ کو دیئے تھے۔ اگر آپ ”ہاں“ کہیں تو میں آپ کا قول قبول کر لوں گا۔ میں آپ کی تصدیق کروں گا۔“ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”حضرت ام ایمن میرے پاس آئیں انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر آپ کہیں کہ آپ نے سنا تھا کہ یہ آپ کے لیے ہے تو میں آپ کی تصدیق کروں گا اور آپ کی بات کی تصدیق کروں گا۔“ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔“

ابن سعد نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں۔ وہ اپنی وراثت کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اپنی وراثت کے لیے آ گئے۔ ان کے ہمراہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ جو کفالت فرماتے تھے وہ مجھ پر ہے۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النمل:١٦)

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے جانشین بنے۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:٦)

ترجمہ: جو وارث میرا بنے اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ اسی طرح ہے۔ بخدا! تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔" سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ!

یہ کتابِ الٰہی ہے جو بول رہی ہے۔" وہ خاموش ہو گئے اور چلے گئے۔

عبد الرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، شیخین، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابو عوانہ، ابن حبان، ابن مردویہ، بیہقی، ابو عبید نے "الاموال" میں حضرت مالک بن اوس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میری طرف اپنا دربان بھیجا۔ وہ نرمی کے ساتھ آیا۔ اس نے عرض کی: "امیر المومنین! کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عثمان غنی، عبد الرحمان بن عوف، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کو بلاؤں؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں!" پھر وہ آیا۔ اس نے عرض کی: "کیا میں آپ کے لیے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بلاؤں؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں" یہ سارے حضرات قدسی آئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضورِ اکرم ﷺ کو سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم وارث نہیں بناتے جو

کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات علی المرتضیٰ اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف توجہ کی اور کہا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں ہوتی۔ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کو اس خصوصیت کے ساتھ مختص کیا ہے جس کے ساتھ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو مختص نہیں کیا۔ اس نے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى (الحشر:۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان گاؤں کے رہنے والوں سے جو مال اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں کا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے تمہارے مابین بنو نضیر کے اموال تقسیم کیے۔ بخدا! آپ ﷺ نے کسی کو تم پر ترجیح نہ دی۔ میں بھی تمہیں چھوڑ کر خود نہ لوں گا، حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا۔ حضور اکرم ﷺ اس سے ایک سال کا نفقہ لے لیتے تھے۔ بقیہ کو دوسرے مال کے ساتھ ملا دیتے تھے۔" پھر فرمایا: "میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم یہ جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" پھر اسی طرح حضرات علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: "کیا تم یہ جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں!"

جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کا اطاعت گزار ہوں۔ تم اپنے بھتیجے (ﷺ) کی میراث مانگنے آئے ہو۔ یہ خاتون (خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا) کی ان کے والد گرامی کی میراث مانگنے آئے ہیں جبکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "ہماری وراثت نہیں ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ ترکہ ہے۔ تم انہیں جھوٹا، گناہ گار، دھوکہ باز اور خائن سمجھتے رہے۔ بخدا! وہ سچا، پاکباز، ہدایت والے اور حق کے

تابع تھے۔" پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ تو میں نے کہا: "بخدا! میں حضور اکرم ﷺ کا اطاعت گزار ہوں۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اطاعت گزار ہوں۔ تم مجھے کاذب، گناہ گار، دھوکہ باز اور خائن سمجھتے رہے۔ رب تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ میں پاکباز اور ہدایت پر ہوں۔ تم نے مجھے والی بنایا، حتیٰ کہ تم اور یہ میرے پاس آ گئے۔ تم اکٹھے ہو، تمہارا معاملہ ایک ہے۔ تم نے کہا: "ہمیں وراثت دے دو۔" میں نے کہا: "اگر تم پسند کرتے ہو تو میں یہ تمہیں دے دیتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے نام پر تمہیں عہد و میثاق دینا ہوگا تم اسے اسی طرح کام میں لاؤ گے جیسے حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے کام میں لاتے تھے۔ تم نے اسے اسی طرح اسے لے لیا۔ کیا یہ اسی طرح ہے نا؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" پھر تم میرے پاس آ گئے تاکہ میں تمہارے مابین فیصلہ کروں۔ بخدا! میں اس کے علاوہ تم میں فیصلہ نہ کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اگر تم اس سے عاجز آ گئے ہو تو اسے میری طرف لوٹا دو۔"

امام احمد، شیخین اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی وراثت ان کے لیے تقسیم کر دیں، جو مالِ فئے میں سے ہے۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "ہماری وراثت نہیں ہے، جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔" سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا غصے ہو گئیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد چھ ماہ ہی اس جہانِ رنگ و بو میں بسر کیے تھے۔ سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنا وہ حصہ مانگتی تھیں جو خیبر اور فدک اور مدینہ طیبہ کے صدقات آپ ﷺ نے چھوڑے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا: "میں وہ چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جو حضور اکرم ﷺ سرانجام دیتے تھے۔ میں اسے ضرور سرانجام دوں گا۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں نے اگر آپ ﷺ کے امر میں سے کسی چیز کو ترک کر دیا تو میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔"

حمیدی نے حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کی میراث کے متعلق عرض کی تو انہوں نے فرمایا: "کیا تم حضور اکرم ﷺ کی میراث کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ آپ ﷺ نے کوئی سونا، چاندی، بکری، اونٹ، غلام، لونڈی، سفید اور زرد نہ چھوڑا تھا۔" امام بخاری نے حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ ﷺ نے اپنے وقت وصال دینار، درہم، غلام، لونڈی اور کچھ بھی نہ چھوڑا تھا۔ سوائے اپنی بیضاء خچر کے، اسلحہ اور زمین کے۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی صدقہ کر دیا تھا۔"

امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے درہم، دینار، غلام اور لونڈی نہ چھوڑی تھی۔ اس وقت آپ ﷺ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میرے بعد میری وراثت تقسیم نہ ہو گی۔ میں اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقہ اور عامل کی مزدوری کے بعد جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہو گا۔" انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم ﷺ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ ہی کوئی غلام، بکری، اونٹ چھوڑا، نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔" امام بخاری نے حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وہی کچھ چھوڑا ہے جو دو گتوں کے مابین (قرآن مجید) ہے۔"

امام بخاری نے حضرت عاصم الاحول سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیالے کی زیارت کی۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ وہ پھٹ چکا تھا۔ انہوں نے اسے چاندی کی زنجیر ڈال رکھی تھی۔ وہ جھاؤ کی لکڑی کا ایک چوڑا سا پیالہ تھا۔ اس کا حلقہ لوہے کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا حلقہ چاندی یا سونے کی بنانے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسے تبدیل نہ کرو اسے اسی طرح رہنے دو

جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس تھا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔"

حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حضور اکرم ﷺ کی پرانی نعلین پاک کی زیارت کرائی جن پر بال نہ تھے، جس کے دو تسمے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں حضرت ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک تھے۔" امام بیہقی نے حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی دو چادریں بُنائی کے لیے دی گئی تھیں۔" حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس وقت حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کے لیے صوف کا جبہ بُنائی کے لیے گیا تھا۔"

تنبیہات

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" علامہ باجی نے کہا ہے: "اہل سنت کا اجماع ہے کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی حکم ہے۔" ابن علیہ نے کہا ہے کہ یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے۔" امامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ سارے انبیاء کرام کی وراثت چلتی ہے۔ انہوں نے تخلیط کی کئی انواع اس کے ساتھ معلق کی ہیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ یہ نص وارد ہے۔"

مجھے قاضی ابوجعفر سمنانی نے بیان کیا ہے کہ علی بن شاذان کا شمار اہلِ علم میں ہوتا تھا مگر اس نے عربی نہ پڑھی تھی۔ اس نے ایک دن ابوعبداللہ بن معلم سے اس مسئلہ میں مناظرہ کیا۔ یہ امامیہ کا امام تھا۔ یہ عربی جانتا تھا۔ ابن شاذان نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا کہ انبیائے کرام کی وراثت نہیں چلتی۔ اس نے اس روایت سے استدلال کیا۔ "ہم گروہِ انبیاء کرام کی وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، مگر اس نے "صَدَقَةً" نصب کے ساتھ پڑھا۔ ابن المعلم نے اسے کہا:

''اس روایت میں تم نے جو صَدَقَۃً کا ذکر کیا ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صدقہ کے اعتبار سے جو کچھ چھوڑا اس میں آپ کی طرف سے وراثت نہ چلے گی۔ہم بھی اس سے منع نہیں کرتے۔ہم اس سے منع کرتے ہیں جو آپ صدقہ کے اعتبار کے علاوہ چھوڑیں۔'' وہ اسی عجیب نکتہ پر اعتماد کر گیا۔جب اسے معلوم ہوا کہ ابن شاذان اسے نہیں جانتا اور وہ حال وغیرہ میں فرق نہیں کر سکتا۔جب اس نے ابن شاذان کو اپنی بات سنائی۔اس نے کہا: آپ کے اس فرمان ''ہماری وراثت نہیں چلتی۔ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔'' یہ صَدَقَۃً حال کی وجہ سے منصوب ہے۔تم بھی اس میں اسی حکم سے نہیں روکتے جسے انبیائے کرام اس اعتبار سے چھوڑ جائیں۔ہمارے ہاں کوئی فرق نہیں خواہ صَدَقَۃً ہو یا صَدَقَۃٌ ہو۔''

لیکن میں اس مسئلہ میں اس امر کی معرفت کا محتاج نہیں ہوں۔مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔نہ ہی تجھے کوئی شبہ ہے کہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سارے عرب سے زیادہ فصیح تھیں۔وہ اس فرق کو سب سے زیادہ جانتی تھیں جو ''مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ'' اور ''مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃً'' میں ہے۔اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی خود کو وراثت کا مستحق سمجھتے تھے۔اگر آپ موروث ہوتے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریش میں سے سب سے زیادہ فصیح اور عالم تھے۔حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی (ﷺ) کی میراث طلب کی۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیا۔سیدہ سمجھ گئیں کہ ان کے لیے میراث میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔وہ یہ تقاضا کرنے سے لوٹ گئیں۔حضرت عباس،حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی سمجھ گئے۔اسی طرح سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سمجھ گئے۔ان میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہ کیا۔اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت سے استدلال کیا۔بلاشبہ وہ بھی سارے عرب سے زیادہ فصیح تھے۔یہ اس لفظ سے اسی کے ساتھ وارد ہے جو منع کا تقاضا کرتا ہے۔اگر یہ ایسے لفظ سے وارد ہوتا جو منع کا تقاضا نہ کرتا تو نہ تو اسے بطور دلیل

ذکر کرتے نہ ہی اس سے استدلال کرتے۔ اگر یہ نصب سے ہوتا اور اس کا تقاضا وہ ہوتا تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے۔ اس کا تقاضا رفع کے ساتھ ہی ہے۔ یہ رفع کے ساتھ ہی مروی ہے۔ اس میں نصب کا دعویٰ باطل ہے۔

۲۔ ابن اسحاق نے قصہ تبوک میں تحریر کیا ہے کہ آپ نے اہل ایلہ کو اپنے مکتوب گرامی کے ساتھ اپنی مبارک چادر بھی عطا کی تھی۔ اس مکتوب گرامی میں ان کے لیے امان بھی تھی۔ یہ مبارک چادر خلفاء کے پاس ہوتی تھی۔ اسے ابو العباس عبداللہ بن محمد نے تین سو دیناروں میں خرید لیا تھا۔ یہ ان کے پاس ہی رہی۔



اردو ترجمہ
کامل سیٹ
12 جلد
قصص الانبیاء
علامہ ابن کثیر
بہار شریعت
مدارج النبوت
شاہراہِ ہدایت
اسلامی بینکاری اور تجارتی قوانین
الخصائص الکبریٰ
آسان فقہ
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور
Voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email: zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com
میلاد پاک